ہر کہ خواہد ہم نشینی با خدا — او نشیند در حضور اولیاء

جو بھی خدا کی ہم نشینی چاہتا ہے — وہ اولیاء اللہ کے حضور بیٹھا کرے

مُرشدِ کامل

حضرت کرماں والے رحمۃ اللہ علیہ

مرتب

محمد سمیع اللہ نوری

کرمانوالہ بک شاپ

کتاب	----------------	مرشد کامل
مرتب	----------------	محمد سمیع اللہ نوری
طابع و ناشر	----------------	محمد سمیع اللہ نوری
مطبع	----------------	ریحان بلال پرنٹنگ پریس
اشاعت اول	----------------	27 فروری 2009ء
تعداد	----------------	ایک ہزار
کمپوزنگ	----------------	محمد طارق محمود طیبی
قیمت	----------------	

ملنے کے پتے

☆ جامع مسجد نور (چٹی مسجد) کرماں والی لاریکس کالونی غازی آباد مغلپورہ لاہور
فون نمبر: 042-6871662-0321-4471746

☆ آستانہ عالیہ حضرت کرماں والہ شریف جی ٹی روڈ اوکاڑہ

☆ کرماں والہ بک شاپ گنج بخش روڈ دربار داتا صاحب لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جس نے ایک دفعہ بھی میری جوتی سیدھی کی۔ اُس کی شفاعت کی سفارش کروں گا۔
(فرمان حضرت بہاؤالدین نقشبندؒ)

"انتساب"

سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ طیبیہ حضرت کرماں والا شریف

کی خدمت اور ترویج و اشاعت میں دن رات کوشاں

ان خادم مراکز میلاد کے نام

مولوی مقصود احمدؒ (باجڑہ گڑھی سیالکوٹ)

مولوی امداد احمدؒ (باجڑہ گڑھی سیالکوٹ)

صوفی محمد ابراہیمؒ دینا ناتھ (قصور)

جن کی محنت' محبت اور خدمات ہمیشہ رہنمائی کرتی رہیں گی۔

(والسلام الیٰ یوم القیام)

محمد سمیع اللہ نوری

خادم سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ طیبیہ حضرت کرماں والا شریف

مورخہ 21 دسمبر 2005ء بمطابق 18 ذیقعد 1426ھ

0321-4471746-042-6871662

ابتدائیہ

حضرت کرماں والے "اپنے مریدین سے بہت محبت رکھتے تھے انہیں مرید یا نام لیکر پکارنے کی بجائے "بیلی" کے محبت بھرے لفظ سے یاد کرتے آپ کے لاکھوں بیلی تھے اور سب ایسے محسوس کرتے کہ حضرت صاحب کی نظر کرم مجھ پر سب سے زیادہ ہے اور بلا مبالغہ یہ بات کہی جا سکتی ہے کہ آپ سے ملنے والا ہر بیلی ایک مکمل کتاب کی حیثیت رکھتا ہے۔ اور لاتعداد واقعات و کرامات بیان کر سکتا ہے۔ زیر نظر کتاب میں حضرت صاحب کرماں والے" کے ایک بیلی "مولوی مقصود احمد" ساکن باجوہ گڑھی ضلع سیالکوٹ نے اپنی ضعیف العمری اور علالت کے باوجود یہ واقعات اپنے بیٹے اور پوتے کو نوٹ کروائے۔ جنہیں کتابی شکل دینے کی سعادت مجھے حاصل ہو رہی ہے۔

عرصہ 10 سال قبل رسالہ "ضیائے مدینہ" مجلہ حضرت کرماں والہ شریف میں حضرت صاحب کرماں والے" کے بیلیوں کا تعارف اور ان کے حضرت صاحب کرماں والے" کیساتھ پیار، محبت اور کرامات سے بھرپور یہ واقعات قسط وار شائع کر کے ان بکھرے ہوئے موتیوں کو تاریخ میں محفوظ کرنے کی کوشش کی گئی۔ جہاں ان واقعات سے تاریخ کے واقعات سے آگاہی ہوئی وہاں حضرت کرماں والے" کی شان و مرتبت اور آپکی بے حد و شمار کرم نوازیوں کا اظہار ہوا۔ اور عقائد اہل سنت و جماعت درست ہونے پر مہر تصدیق ثبت ہو گئی کہ اولیاء اللہ خداوند تعالیٰ کی عطا کردہ طاقت اور قوت کے حامل ہوتے ہیں۔ اور مخلوق خدا کو نفع پہنچاتے اور اصلاح و رہنمائی و تربیت فرماتے ہیں۔

آیئے مولوی مقصود احمد صاحب کے ہمراہ حضرت صاحب کرمانوالے" کی حیات طیبہ کی محفلوں میں حاضری کا شرف حاصل کریں۔

اللہ کریم مجھے، آپ کو اور میری آپ کی اولاد کو حضور نبی کریم ﷺ کی غلامی اور محبت میں زندہ رکھے اور موت دے اور کل قیامت کو آپ کی غلامی اور محبت میں اٹھائے (آمین)

محمد سمیع اللہ نوری

خلیفہ مجاز آستانہ عالیہ حضرت **کرماں** والا شریف

دسمبر 2005ء بمطابق 18 ذیقعد 1426ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تعارفی خاکہ

مولوی مقصود احمدؒ

از قلم ☆ ریحان احمد (پوتا)

اپنے دادا جان مولوی مقصود احمدؒ کی زندگی کا مختصر سا خاکہ لکھ رہا ہوں ویسے تو ان کی شخصیت کے بارے میں بہت کچھ میرے ذہن میں ہے۔ لیکن ان کی زندگی کے کچھ اہم حالات و واقعات پیش کر رہا ہوں۔

ابتدائی تعارف:

میرے دادا جان مڈل پاس سکول ہیڈ ماسٹر تھے۔ وہ **1908**ء میں پیدا ہوئے پاکستان بننے سے پہلے ہی **1932**ء میں وہ حضرت صاحب کرماں والے " سے بیعت ہو گئے۔ حضرت کرماں والے" جیسے عظیم مرشد سے بیعت ہونے کے بعد دینی سطح پر بہت اہم خدمات سرانجام دیں۔ پورے سیالکوٹ میں وہ حضرت کرماں والے" سرکار کے پہلے مرید تھے۔ پھر ان کی تبلیغ کی بدولت پورا گاؤں بلکہ آس پاس کے گاؤں اور شہر سیالکوٹ کے لاتعداد لوگ حضرت کرماں والے سرکار" سے بیعت ہو گئے۔ ضلع سیالکوٹ میں حضرت کرماں والے سرکار" سے محبت کی شمع انہوں نے روشن کی۔ یہی ان کی مقبولیت کی بڑی وجہ تھی۔ بیعت ہونے کے بعد انہوں نے اہم دینی اور فلاحی خدمات سرانجام دیں۔ جن کا میں یہاں مختصر ذکر کر رہا ہوں۔

دینی زندگی کے چند پہلو:

مولوی مقصود احمدؒ نے اپنی زندگی کا بہت سارا حصہ عقائد باطلہ کے خلاف جہاد میں گزارا ہمارے گاؤں میں **5** فیصد آبادی اہل تشیع کی تھی اور ان کی گاؤں میں کوئی مسجد نہ تھی۔ وہ اہل سنت کی مسجد میں نماز پڑھا کرتے تھے۔ چند شر پسند اس مسجد پر قبضہ کرنے کی کوشش کرتے لیکن ان کے یہ ارادے دادا جان نے ہر بار ناکام بنا دیئے اس کیلئے دادا جان اور ہمارے خاندان کے کئی افراد جیل گئے۔ دادا جان نے کسی موقع پر

بھی صبر اور استقامت کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا۔ اس جہاد میں ان کو بہت ساری تکلیفوں کا سامنا کرنا پڑا۔ لیکن میرے دادا جان ہر موقع پر اپنے مرشد حضرت کرماں والے سرکارؒ کی دعا سے اپنے حوصلے کو قائم و دائم رکھتے رہے۔ مخالفین کے ناپاک ارادوں کو خاک میں ملاتے رہے۔ وہ اہل سنت و جماعت کو پوری طرح متحد رکھنے کی کوشش کرتے رہے۔ شرپسند ان کو پریشان کرنے کیلئے طرح طرح کی شرارتیں کرتے کبھی مسجد کی دیواروں پر غلط قسم کی تحریریں لکھ دیتے۔ کبھی مسجد میں **10** محرم الحرام کو جلوس لیجانے کی کوشش کرتے۔ اس طویل جنگ کا فیصلہ ایک اہم واقعہ کے بعد ہوا۔ میرے دادا جان نے ایک دفعہ مسجد میں صحابہ کرامؓ کے نام اور درود شریف لکھوایا۔ ابھی یہ سب کچھ لکھا جا رہا تھا کہ مخالف فریق کے لوگوں کو معلوم ہو گیا۔ انہوں نے آ کر چاروں خلفاء راشدین اور درود شریف پر برش پھیر دیا۔ اور یہ نام مٹا دیئے۔ اس طرح انہوں نے اپنے آپ کو خود صحابہ کرام کا منکر اور گستاخ ثابت کر دیا۔ دادا جان نے صبر و تحمل سے برداشت کیا اور فوراً حضرت کرماں والا شریف خط لکھا۔ جس پر سجادہ نشین حضرت کرماں والےؒ خط ملتے ہی گاؤں آ گئے۔ اور چند علماء بھی ساتھ لائے۔ انہوں نے اسی مسجد میں ایک بڑا جلسہ کرایا۔ گستاخان صحابہ کی اس حرکت کی سخت مذمت کی۔ اور اپنے ہاتھ سے صحابہ کرام کے نام اور کلمہ شریف اور درود شریف لکھا۔ جس سے شرپسند عناصر کے حوصلے پست ہو گئے۔ اور دوبارہ صحابہ کرام کی شان میں گستاخی کی جرات نہ ہوئی۔ اس طرح ایک طویل جنگ کے بعد مسجد کو جامع مسجد اہل سنت و جماعت کی حیثیت حاصل ہو گئی اس جھگڑے کا اختتام **1991**ء میں ہوا جو کہ **1965**ء سے چلا آ رہا تھا۔ صحابہ کرام کے نام مٹانے کا واقعہ بعض اخبارات و رسائل میں بھی شائع ہوا جس سے عقائد باطلہ کی بہت بدنامی ہوئی۔ انہوں نے پھر اپنی علیحدہ مسجد بنانے کا فیصلہ کر لیا۔ یہ سب کچھ میرے دادا جان کی دن رات محنت کا نتیجہ تھا۔

ضلع سیالکوٹ میں تبلیغ:

1932ء میں جب دادا جان مولوی مقصود احمدؒ نے پیر سید محمد اسماعیل شاہ

بخاری حضرت کرماں والے سرکار کا دامن پکڑا تو اس وقت ہمارے گاؤں باجڑہ گڑھی (سیالکوٹ) سے وہ اکیلے ہی حضرت کرموں والا شریف (انڈیا) جایا کرتے تھے۔وہ حضرت کرماں والے سرکار کا تذکرہ گاؤں میں اکثر کرتے۔ وہ لوگوں کو اولیاء اللہ کی کرامات سنا کر ان کو اللہ والوں کے پاس جانے کی تلقین کرتے۔ کسی کو بھی زبردستی حضرت کرماں والا شریف لے جانے کی کوشش نہ کرتے۔ بلکہ اپنے مرشد کی اچھی اچھی باتیں بتا کر لوگوں کو قائل کرتے۔ وہ یہ اصرار نہیں کرتے تھے کہ تم صرف میرے مرشد حضرت کرماں والے " کے مرید ہو جاؤ۔ بلکہ لوگوں سے کہتے کہ دنیا کے اس پرفتن دور میں تب ہی تم سیدھے راستے پر قائم رہ سکتے ہو جب تک تم اس دور میں کسی اللہ کے ولی کا دامن نہیں پکڑ لیتے۔ حضرت کرماں والے سرکار جن کا اٹھنا بیٹھنا کھانا پینا سنت مصطفیٰ ﷺ کے مطابق تھا جس کی تلقین وہ اپنے مریدوں کو بھی کیا کرتے تھے۔ان کی باتیں سن کر لوگ ان کے ساتھ حضرت کرماں والا شریف جاتے۔ اور پہلی ہی ملاقات میں کرماں والی سرکار" کے دل سے قائل ہو جاتے اور مرید ہو جاتے۔ اس عظیم خدمت کی بدولت تمام لوگ دادا جان کا بے حد احترام کرتے تھے۔

ساری باجڑہ گڑھی آگئی ہے:

میرے دادا جان جب حضرت کرماں والا شریف" جایا کرتے تو حضرت کرماں والے پیر سید محمد اسماعیل شاہ صاحب" ان کو دیکھ کر کہتے لو بھئی ساری باجڑہ گڑھی آ گئی ہے۔ جب بھی میرے دادا جان حضرت کرماں والا شریف" جاتے وہاں کے بیلی جب یہ کہتے کہ سیالکوٹ گاؤں باجڑہ گڑھی کے مولوی مقصود صاحب آئے ہیں تو آپ سرکار ان مریدوں کو فرماتے یہ کہا کرو کہ ساری باجڑہ گڑھی آئی ہے۔ دادا جان کہتے کہ میں یہ بات سن کر حیران ہو جاتا۔ میں اتنا گنہگار ہوں اور مجھے ساری باجڑہ گڑھی کے برابر درجہ دے رہے ہیں۔ پھر مجھے سرکار فرماتے مقصود احمد تم کو آہستہ آہستہ اس بات کی سمجھ آ جائے گی۔ جب تمہارے ساتھ ساری باجڑہ گڑھی حضرت کرماں والا شریف آیا کرے گی۔ اور واقعی ایسا ہوا۔ پیر سید محمد اسماعیل شاہ صاحب" کی زبان مبارک سے

نکلے ہوئے الفاظ خود ایک کرامت بن گئے۔ اور یہ کسی سچے اللہ کے ولی کے علم غیب کی واضح دلیل بن گئے۔ آنے والے وقت میں جو کچھ ہونا تھا اس کا ذکر پہلے ہی حضرت کرماں والے سرکار فرما دیا کرتے تھے۔ میرے دادا جان اور ہمارے پورے خاندان کے لئے یہ بہت بڑا اعزاز اور خوش قسمتی کی بات ہے۔ جس کی بدولت ہمارے سارے خاندان کی لوگ بہت عزت اور احترام کرتے ہیں۔

یقین کامل:

اپنے پیر و مرشد کے متعلق دادا جان کو یقین کامل تھا۔ کیونکہ جب بھی کوئی تھوڑی بہت کوئی بات پریشانی کی ہوتی تو اپنے پیر و مرشد کی خدمت میں حاضر ہوتے اور دعا کے لئے عرض کرتے ان کی دعا سے ہر پریشانی بہت جلد دور ہو جاتی۔ دادا جان کہتے کہ میں جب حضرت پیر سید محمد اسماعیل شاہ بخاریؒ کا مرید ہوا۔ ان دنوں ہمارے علاقے کے ایک مشہور بزرگ تھے۔ پیر کا کے شاہ صاحبؒ بہت عظیم بزرگ تھے۔ میری ان سے کبھی کبھی ملاقات ہوتی تھی۔ ہمارے علاقے کے کافی لوگ ان کے معتقد تھے میرا دل چاہا کہ میں ان کے پاس جا کر حضرت پیر سید محمد اسماعیل شاہ بخاریؒ حضرت کرماں والےؒ کی شان کے بارے میں پوچھوں۔ میں ان کے پاس چلا گیا۔ اتفاق سے وہ اس وقت استنجا کرنے لگے تھے۔ وہ پانی کا لوٹا ہاتھ میں پکڑ چکے تھے۔ لوگ ان کے کچھ فاصلے پر کھڑے تھے۔ میں سائیکل سے اتر کر ان کے قریب جانے لگا۔ میں نے ان کی اس بات کی پرواہ نہ کی کہ وہ استنجا کرنے لگے ہیں لوگوں نے مجھے روکا کہ بابا جی ناراض ہونگے ابھی ان کے پاس نہ جائیں۔ میں نے ان کی بات نہ مانی اور کہا کہ مجھ سے ناراض ہونگے مجھے ہی برا بھلا کہیں گے۔ تم کو کیا مسئلہ ہے وہ ابھی پانی کا لوٹا لیکر کھڑے تھے میں نے ان سے اپنے مرشد حضرت صاحب کرماں والےؒ کی شان پوچھنی تھی۔ میں ان کے قریب پہنچا ابھی میں نے اپنی زبان سے کوئی لفظ نہیں نکالا کہ پیر کا کے شاہ صاحبؒ مجھے دیکھ کر ہی فرماتے ہیں۔ مقصود احمد حضرت پیر سید محمد اسماعیل شاہ صاحبؒ کی کیا شان ہے! بے شمار۔ بے شمار۔ بے شمار کئی دفعہ

انہوں نے یہ الفاظ بولے (سبحان اللہ) میں اس وقت سوچنے لگا یہ پیر کا کے شاہ صاحب اتنے عظیم بزرگ ہیں کہ میرے دل کی بات انہوں نے میری زبان پر آنے سے پہلے ہی بتادی۔ ابھی میں نے ذکر ہی نہیں کیا۔ انہوں نے بات کا جواب بھی دے دیا۔ یہ اتنے عظیم بزرگ اور ولی اللہ اپنی زبان سے جس حضرت کرماں والے سرکار کی تصدیق کررہے ہیں وہ کتنے عظیم ہوں گے۔ پیر کا کے شاہ صاحبؒ کی زبان سے یہ الفاظ جب سنے بے شمار تو مجھے بے حد سکون ہوا کہ میرا مرشد حضرت کرماں والاؒ واقعی بہت بڑا اللہ کا ولی ہے۔ پیر سید محمد اسماعیل شاہ بخاریؒ واقعی بہت عظیم بزرگ ہستیوں میں شامل ہیں۔ پیر سید محمد اسماعیل شاہ صاحبؒ میرے دادا جان پر بہت نظر کرم کیا کرتے تھے۔ وہ میرے دادا جان پر بہت مہربان تھے۔ میرے دادا جان اولیاء اللہ کے ساتھ گہری عقیدت رکھتے تھے۔ میرے دادا جان اولیاء کی دعاؤں اور اولیاء اللہ کی طاقت پر پختہ ایمان رکھتے۔ جب بھی کوئی بڑا مسئلہ پیش آتا۔ حضرت صاحب کے پاس لیکر جاتے۔ آپ اتنی نظر کرم کرتے اور اتنی تسلی دیتے کہ میرے دادا جان مطمئن ہو کر آپ کے دربار سے واپس لوٹتے دادا جان کہتے جب میں سکول ٹیچر تھا۔ میری عمر 50 سال سے کچھ اوپر تھی۔ گورنمنٹ نے اعلان کیا اور کہا کہ اب گورنمنٹ کے ملازمین کو 55 سال کی عمر میں ریٹائر کر دیا جائے گا۔ میری عمر 55 سال کے قریب پہنچ چکی تھی۔ میں 60 سال کی عمر تک نوکری کرنا چاہتا تھا۔ کیونکہ مجھے ابھی سروس کی ضرورت تھی۔ میرے حالات کچھ ایسے تھے۔ تو پھر میں حضرت صاحب کرماں والے سرکارؒ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ عرض کی سرکار میں 60 سال کی عمر تک نوکری کرنا چاہتا ہوں۔ گورنمنٹ نے قانون 60 سال کی عمر سے کم کر کے 55 سال کر دیا ہے۔ حضرت صاحب نے مجھے تسلی دی اور کہا مقصود احمد تم 60 سال کی عمر تک ہی نوکری کرو گے دادا جان نے جب یہ الفاظ حضرت صاحب کی زبان سے سنے تو فوراً مطمئن ہو کر واپس لوٹ آئے۔ دادا جان نے بتایا کہ کچھ دن بعد ہی قانون دوبارہ بدل گیا۔ 55 سال سے پھر 60 سال کا ہو گیا۔ (سبحان اللہ)

میرے دادا جان مولوی مقصود احمدؒ کہتے جب میں حضرت صاحب کرماں والےؒ کا مرید ہوا تو میری داڑھی نہیں تھی۔ حضرت صاحب نے کہا مقصود احمد اتنے نیک اور مضبوط ایمان والے ہو۔ اگر چہرے پر سنت مصطفیٰ ﷺ کا سہرا بھی سجا لو تو سونے پہ سہاگہ ہو جائے گا۔ دادا جان نے عرض کی سرکار داڑھی رکھنے سے لوگ مجھ کو مولوی کہیں گے۔ اور مجھے اتنا کوئی علم نہیں ہے۔ اتنے مسئلے مسائل نہیں جانتا۔ آپ نے فرمایا داڑھی رکھو علم بھی آ جائے گا۔ حضرت صاحب نے مجھے داڑھی رکھنے پر قائل کر لیا۔ اور کہا تم داڑھی چہرے پر سجاؤ۔ دادا جان نے حضرت صاحب کے فرمان پر داڑھی رکھ لی۔ تو حضرت صاحب نے خود میرے دادا کو مقصود احمد سے مولوی مقصود احمد کہنا شروع کر دیا۔ اور میرے دادا جان کو کئی اسلامی کتابیں بھی پڑھنے کے لئے دیا کرتے یہاں تک کہ داڑھی رکھنے کے بعد جب حضرت کرماں والا شریف جاتے۔ حضرت صاحب دادا جان کو جماعت کرانے کے لئے کہتے۔ حضرت صاحب بلند آواز سے کہتے مولوی مقصود احمد جماعت کراؤ۔ بعد ازاں دادا جان نے گاؤں کی جامع مسجد میں بطور خطیب و امام مسجد ذمہ داری قبول کر لی۔ یہ مسجد ہمارے گھر کے بالکل ساتھ تھی۔ اور ہمارے ہی خاندان کے بزرگوں نے اس کو تعمیر کیا تھا۔ جمعہ پڑھانے سے وعظ و تقاریر کا سلسلہ شروع ہوا۔ آہستہ آہستہ وہ ایک بہت اچھے مقرر بن گئے۔ ان کی تقریر کا زیادہ تر موضوع اولیاء اللہ کی کرامات ہی ہوتا۔ وہ اللہ کے ولیوں کا ذکر اپنی تقاریر میں بہت زیادہ کیا کرتے۔ ہر موضوع میں وہ بزرگان دین کا ذکر ضرور کرتے۔ اولیاء اللہ کی فضیلت لازمی بیان کرتے۔ ہر تقریر میں حضرت کرماں والے سرکارؒ، شرقپور شریفؒ یا حضرت سیدنا عبدالقادر جیلانیؒ کا ذکر کئے بغیر ان کی تقریر نامکمل ہوتی بھی وجہ تھی۔ ان کی تقریر سے لوگ اولیاء اللہ کی کرامات سنتے اور ان کے ساتھ حضرت کرماں والا شریفؒ حاضری دینے کو تیار ہو جاتے۔ یعنی اپنی تقاریر میں بھی وہ اللہ کے نیک اور برگزیدہ بندوں سے لوگوں کو بیعت ہونے کی تلقین کرتے۔ اولیاء اللہ کے ذکر کے علاوہ درود شریف اور نبی اکرم ﷺ کی شان مبارک پر روشنی ڈالنا ان کے پسندیدہ

موضوع تھے۔ نبی اکرم ﷺ کے حاضر و ناظر ہونے اور ان کے علم غیب کو ثابت کرنے کے موضوع پر بہت زیادہ تقاریر کرتے۔ درود شریف کی فضیلت بھی نہایت زیادہ بیان کرتے یہ تمام وظیفوں کی جان ہے۔ اس سے بہتر مشکل وقت میں کوئی وظیفہ نہیں۔ وہ بہت بڑے دینی عالم نہیں تھے۔ نہ ہی کسی مدرسہ میں انہوں نے کوئی چھوٹا موٹا درس وتدریس کا کوئی کورس کیا تھا۔ صرف اپنے پیرو مرشد حضرت صاحب کرماں والےؒ کی نظر کرم سے وہ ایک اچھے مقرر بن گئے۔ ان کی تقاریر سن کر یوں معلوم ہوتا تھا۔ جیسے انہوں نے کسی بہت بڑے دینی مدرسے سے علم دین کا کورس کیا ہے۔ حالانکہ ایسا نہیں تھا بلکہ سب کچھ مرشد کامل حضرت صاحب کرماں والےؒ کی نگاہ کا اثر تھا۔

فلاحی خدمات:

دادا جان نے اپنی زندگی میں جہاں دینی خدمات سرانجام دیں۔ وہاں فلاحی سطح پر بھی خدمات سرانجام دینے میں وہ پیچھے نہیں رہے۔ انہوں نے فلاحی سطح پر بھی بہت اہم کردار ادا کیا۔

دادا جان بطور سکول ٹیچر:

دادا جان مڈل پاس سکول ٹیچر تھے وہ ایک دو سکولوں کے ہیڈ ماسٹر بھی رہے۔ کیونکہ پاکستان بننے سے پہلے اور کچھ دیر بعد تک یہ مڈل تعلیم بہت زیادہ سمجھی جاتی تھی۔ اتنی تعلیم کی بدولت ان کی بہت قدر تھی بطور ایک استاد انہوں نے اپنے فرائض بڑے احسن طریقے سے سرانجام دیئے۔ وہ سکول ٹائم کے بعد بھی بہت سارے غریب طلباء کو پڑھایا کرتے تھے۔ اور ان سے کوئی معاوضہ نہیں لیتے تھے۔ اور نہ صرف وہ اپنے طلباء کو سکول کی تعلیم دیتے بلکہ ان کو دینی تعلیم بھی دیا کرتے۔ میں نے خود دیکھا ہے کہ ہمارے گاؤں میں محلے کے کئی لڑکے ان سے قرآن شریف پڑھنے آیا کرتے بہت سارے لوگوں کو انہوں نے بغیر کسی معاوضے کے قرآن شریف پڑھایا۔ سکول کے غریب طلباء کے ساتھ بھرپور تعاون کرتے۔ ہر قسم کی ان کی مدد کرتے۔ میں ان کے کئی شاگردوں سے ملا ہوں۔ جو مختلف دفتروں میں اعلیٰ عہدوں پر فائز ہیں۔ وہ اب بھی میرے دادا جان کا ذکر کیا کرتے ہیں۔ وہ تمام دادا جان کے بہت احسان مند تھے

کرواداجان کی مدد سے وہ اس مقام پر پہنچے۔ انہوں نے ریٹائر ہونے تک اپنے اس پیشے کو اپنا فرض سمجھ کر بڑے اچھے طریقے سے نبھایا۔ دادا جان کی کوششوں سے ہی ہمارے گاؤں میں لڑکیوں کے لئے ہائی سکول قائم ہوا۔ جو پہلے نہیں تھا۔

سکول ٹیچرز کیلئے فلاحی کام:

اپنی ملازمت کے دور میں جہاں انہوں نے غریب طلباء کے ساتھ تعاون کیا۔ وہاں اپنے پیشے سے وابستہ سکول ٹیچروں کے لئے بھی بہت کام کیا۔ انہوں نے ہمیں بتایا کہ ہمارے دور میں جو سکول ٹیچر ریٹائر ہوتے تھے۔ انہیں پنشن نہیں ملا کرتی تھی تھوڑی بہت گریجویٹی مل جاتی تھی لیکن پنشن نہیں ملتی تھی۔ انہوں نے اس سلسلے میں جلوس نکال کر گورنمنٹ سے مطالبہ کیا کہ سکول ٹیچر بھی دوسرے اداروں کے ملازمین کی طرح سرکاری ملازم ہیں۔ ان کو پنشن بھی ملنی چاہئے۔ انہوں نے ہمیں بتایا کہ جب میں کوشش کر رہا تھا۔ کہ میں حضرت صاحب کرماں والے سرکارؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنا یہ مسئلہ عرض کیا۔ آپؒ نے فرمایا جاؤ مقصود احمد کوشش کرتے رہو۔ تمہاری پنشن لگ جائے گی۔ واقعی میری ریٹائرمنٹ کا وقت قریب آیا۔ حضرت صاحب کرماں والے سرکارؒ کے منہ سے نکلے ہوئے الفاظ تو پورے ہونا ہی تھے حکومت کی طرف سے اعلان ہو گیا کہ اب جو ٹیچر ریٹائر ہونگے ان کو پنشن دی جائے گی بس جب میرے دادا جان ریٹائر ہوئے اس وقت سے لیکر آج تک جو بھی سکول ٹیچر ریٹائر ہو رہا ہے۔ اس کو پنشن مل رہی ہے۔ اس کے علاوہ وہ بتایا کرتے تھے۔ سکول ٹیچروں کی سالانہ انکریمنٹ بہت تھوڑی لگتی تھی۔ کچھ ٹیچروں کی لگتی تھی اور کچھ کی بالکل نہیں لگتی تھی۔ اور الاؤنس وغیرہ بھی نہیں دیئے جاتے تھے۔ ٹیچروں کے ان حقوق کیلئے بھی انہوں نے آواز اٹھائی۔ اس سلسلے میں بھی وہ اپنے مرشد کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان کی دعا سے دادا جان کو ان کاموں میں بھی کامیابی حاصل ہوئی۔ سکول ٹیچروں کی تنخواہوں میں بھی کافی اضافہ ہوا اور ان کو الاؤنس، ہاؤس رینٹ اور دوسرے الاؤنس بھی تنخواہوں کے ساتھ ملنا شروع ہو گئے۔ جب بھی دادا جان ٹیچرز کے کسی بھی حق کیلئے

آواز اٹھاتے ایک وفد اپنے مرشد کی خدمت میں ضرور حاضر ہوتے ان کا ذکر کر دیتے۔ حضرت صاحب کرماں والے ان کو تسلی دیتے۔اس طرح ان کی دعا سے دادا جان کو ہر میدان میں کامیابی حاصل ہوتی۔دادا جان قریبی گاؤں رسول پور میں 35 سال تک بطور ٹیچر خدمات سرانجام دیتے رہے۔

بحیثیت زکوٰۃ چیئرمین:

دادا جان گاؤں میں اپنے محلے کی زکوٰۃ کمیٹی کے چیئرمین بھی تھے۔یہ ذمہ داری انہوں نے جس خلوص اور ایمانداری کے ساتھ نبھائی گاؤں کے لوگ جو ان سے آ کر زکوٰۃ کے پیسے وصول کرتے تھے۔خود گواہی دیتے تھے۔بحیثیت زکوٰۃ چیئرمین وہ سب سے زیادہ غرباء میں زکوٰۃ تقسیم کرتے۔گاؤں میں دوسرے چیئرمین کی نسبت ان کے پاس زیادہ لوگ آتے لیکن اس کے باوجود ان سے وہ زیادہ پیسے وصول کر کے جاتے۔جتنی رقم ان کو تقسیم کرنے کیلئے حکومت کی طرف سے آتی اس میں وہ اپنے خاندان کی آمدن کا بھی حصہ ڈال کر غرباء میں تقسیم کر دیتے۔ایک دفعہ ہمارے گاؤں کے ایک چیئرمین پر زکوٰۃ کی رقم ہڑپ کرنے کا الزام لگا۔محکمہ زکوٰۃ کے بڑے آفیسر تفتیش کیلئے آئے۔اس چیئرمین نے لکھ کر بھی اور زبان سے اپنی صفائی پیش کی۔ شکایت بھی ان لوگوں کے خلاف ہوئی تھی۔میرے دادا جان کے پاس جب آفیسر آئے تو میرے دادا جان نے خود اپنی کسی قسم کی صفائی پیش کرنے سے انکار کر دیا۔ آفیسر کو عرض کیا میری صفائی وہ لوگ پیش کریں گے۔جن کی رجسٹرڈ میں میرے ذمے زکوٰۃ ہے۔اتفاق سے اسی وقت ان میں سے کچھ لوگ آ گئے۔انہوں نے دادا جان کے حق میں گواہی دی۔ان لوگوں نے آفیسر سے کہا یہ مولوی مقصود احمد صاحب ایسے بزرگ ہیں۔کہ ان کے خاندان والے بھی خود غریبوں اور مسکینوں میں زیادہ رقم بانٹتے ہیں اس خاندان کے صاحب توفیق لوگ خود غریبوں کے گھر جا کر ان کی مدد کرتے ہیں ان کے بارے میں سوچا نہیں جا سکتا کہ یہ ایسا کر سکتے ہیں۔بلکہ گاؤں میں یہ زکوٰۃ بھی غریبوں کیلئے ان کی کوششوں سے جاری ہوئی۔1988ء میں یہ زکوٰۃ بند کر دی

گئی۔ دادا نے پھر دوبارہ کوشش کر کے اس سلسلے کو شروع کرایا۔ جب ان کی عمر زیادہ اور صحت کمزور ہونے لگی تو انہوں نے اس عہدے سے محکمہ زکوۃ کو استعفیٰ دے دیا۔

گاؤں میں درس کا قیام:

دادا جان کی کوشش سے گاؤں میں ایک بہت بڑا دینی مدرسہ بھی قائم ہوا۔ اس مدرسہ کے قیام کے لئے جگہ میرے والد صاحب کے ماموں جان مغفور بھٹہ صاحب نے وقف کی۔ گاؤں میں ایک طرف کافی جگہ ان کے پاس تھی۔ جو انہوں نے دادا جان کے کہنے پر درس کے لئے فی سبیل اللہ بغیر کسی رقم کے پیش کر دی اس مدرسہ میں اب تک کافی طالب علم قرآن مجید حفظ کر چکے ہیں۔ اور بہت سارے کر رہے ہیں۔ گاؤں کے اس مدرسہ میں اہل سنت وجماعت کے بڑے جلسے یعنی جشن عید میلاد النبی ﷺ، ختم شہدائے کربلا وغیرہ منعقد ہوتے ہیں۔ اس مدرسہ میں نہ صرف ہمارے گاؤں کے بلکہ دوسرے علاقوں کے طالب علم بھی حفظ کر رہے ہیں یہ مدرسہ ہمارے علاقے میں اہل سنت وجماعت کا مرکز سمجھا جاتا ہے۔ حضرت کرماں والے سرکار کا سالانہ عرس مبارک بھی اس مدرسہ میں ہوتا ہے۔ باجڑہ گڑھی کا یہ مدرسہ ہمارے علاقے میں اہل سنت وجماعت کی پہچان بن چکا ہے۔ اس کی بنیاد میں دادا جان کی انتھک محنت شامل ہے۔ انہوں نے اپنی ذاتی کوششوں سے چندہ اکٹھا کر کے اس درس کے قیام کے لئے پیش کیا۔

مطالعہ کا ذوق:

میرے دادا جان مولوی مقصود صاحب کی عام زندگی کا سب سے اہم شوق مطالعہ تھا۔ میں ان کو گھر میں رہ کر اکثر مطالعہ کرتے ہوئے دیکھتا تھا۔ گاؤں میں ان کے کمروں کی دونوں الماریاں کتابوں سے بھری پڑی تھیں۔ تمام کتابیں مذہبی تھیں کوئی سیاسی اور کسی موضوع کے متعلق نہیں تھیں۔ ان کی چارپائی پر ہر وقت آٹھ دس کتابیں پڑی رہتی تھیں۔ زیادہ تر وہ اولیاء اللہ کی کرامات کی کتابیں پڑھا کرتے تھے۔ اور اپنے جب کسی عزیز کو جب کوئی کتاب کا تحفہ دیتے تو اولیاء اللہ کی کرامات کے

موضوع پر ہی کتاب دیتے۔ بعض دفعہ نبی کریم ﷺ کی شان کے متعلق یا کوئی ولی کی کرامت پڑھ کر ان کو لطف آتا تو وہ اکیلے ہی اس کو بلند آواز سے پڑھنا شروع کر دیتے۔ ان کی آواز پورے گھر میں سنائی دیتی تھی۔ ان کی آواز سے پورے گھر میں رونق ہو جاتی تھی۔ جس ذوق اور جوش سے وہ مطالعہ کرتے اسی ذوق اور جوش سے ہی وہ جمعہ کی خطابت کرتے۔ مطالعہ ان کی زندگی کا ایک اہم حصہ تھا۔ جب ان کی نظر کمزور ہو گئی اور جب وہ مرض فالج میں مبتلا ہو گئے تو خود نہیں پڑھ سکتے تھے۔ تو پھر جو بھی چھوٹا بڑا ان کے پاس ہوتا یہ کتابیں اس سے سنا کرتے۔ بیماری میں بھی انہوں نے اپنے اس ذوق کو جاری رکھا۔

خوش اخلاقی :

دادا جان مولوی مقصود احمد کی طبیعت کی اہم بات یہ کہ ان کی خوش اخلاقی اور نرمی سے بھی لوگ متاثر تھے۔ جب بھی وہ کسی قسم کی محفل میں بیٹھتے چاہے مسجد میں ہو یا گاؤں کی کسی اہم مجلس میں وہ نہایت نرمی کے ساتھ گفتگو کرتے اگر مجلس میں کوئی شخص ایسی بات کرتا جو ان کی ناپسندیدہ ہوتی تو اس پر بھی مجلس میں اس شخص سے کوئی ناراضگی کا اظہار نہ کرتے۔ بلکہ اس طرح برداشت کر لیتے جیسے اس شخص نے کچھ کہا ہی نہیں۔ مسجد میں بھی اگر کوئی نمازی غلط بات کرتا یا آداب مسجد کے خلاف کوئی حرکت کرتا تو اس کو بہت ہی پیار اور نرمی کے ساتھ سمجھاتے۔ اگر کوئی شخص سخت لہجے کے ساتھ کسی سے بات کرتا تو اس کو ایسا کرنے سے منع فرماتے اور اپنے اخلاق میں خوش اخلاقی پیدا کرنے کی تلقین کرتے۔ خاص طور پر جب وہ حضرت کرماں والا شریفؒ کے بارے میں باتیں کر رہے ہوتے اس وقت تو ان کی طبیعت اتنی خوشگوار ہوتی اتنی زبان میں لذت ہوتی سننے والا یہ دیکھ کر بہت متاثر ہوتا۔ چاہے پاس بیٹھا پیر بھائی ہو یا اور کوئی۔ خاص طور پر وہ اپنی مسجد میں نمازی حضرات کے ساتھ بہت خوش ہو کر ملتے۔ مسجد کے نمازی حضرات میں سے کوئی اگر ملنے آتا تو بہت مسرت کا اظہار کرتے۔ ان کی سادہ اور خوش اخلاق طبیعت کی گاؤں میں ہر کوئی تعریف کرتا۔

خدمت خلق:

دادا جان کی طبیعت میں خدمت خلق کی بات بھی بہت مشہور تھی۔ گاؤں کیلئے فلاحی کام اور اپنے ساتھی سکول اساتذہ کے لئے جو کچھ انہوں نے کیا۔ صرف خدمت خلق کے جذبے کے تحت کیا۔ یہ سب کچھ وہ اپنی شہرت یا کسی اور لالچ کیلئے نہ کرتے تھے بلکہ گاؤں کے جو بھی غریب لوگ تھے۔ ان کی جتنی بھی ہو سکے مدد کیا کرتے۔ اپنے صاحب توفیق رشتے داروں سے گاؤں کے غریب لوگوں کو زکوۃ بھی دلوایا کرتے۔ تمام لوگ دادا جان کے اس جذبے کی بہت تعریف کیا کرتے ان کی تعریف سن کر ہمارے صاحب توفیق رشتہ دار جو مالی لحاظ سے بہت اچھے تھے دادا جان کو کافی بڑی رقم دے جاتے یہ رقم وہ خود اپنے ہاتھوں سے گاؤں کے غریب لوگوں میں تقسیم کرتے خدمت خلق میں وہ اتنے مشہور تھے کہ بعض دفعہ سیالکوٹ کے علاوہ کسی دوسرے ضلع سے لوگ ان کی شہرت سن کر کچھ مانگنے آتے تو وہ کبھی ان کو خالی ہاتھ نہ لوٹاتے بلکہ جو بھی حسب توفیق ہوتا ان کو دے دیتے۔ گاؤں کے فلاحی کاموں کیلئے بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے گاؤں میں ایک ہی لڑکوں کا پرائمری سکول تھا جبکہ گاؤں کے لڑکے مڈل جے میں قدم رکھتے تو وہ دوسرے گاؤں یا شہر سیالکوٹ میں پڑھنے جاتے۔ دادا جان کی کوشش سے یہ سکول ہائی سکول بن گیا اس طرح گاؤں کے ہر فلاحی کام میں اُن کا کردار نمایاں ہوتا۔

دادا جان بطور حکیم:

میرے دادا جان کی زندگی کا اہم پیشہ حکمت بھی تھا۔ وہ ایک کامیاب حکیم بھی تھے۔ اپنی سروس کی ریٹائرمنٹ کے بعد انہوں نے دین کی خدمت اور فلاحی کاموں کے ساتھ ساتھ حکمت کو بھی اپنایا ان کی سب سے اہم دوا مرض اٹھراء حاملہ عورتوں کے لئے تھی۔ جس کا نسخہ انہوں نے اپنے پیر حضرت پیر سید اسماعیل شاہ صاحبؒ سے لیا تھا۔ حاملہ عورتوں کے لئے یہ دوا ان کی بہت مشہور تھی۔ ہمارے خاندان میں کچھ لوگ خود بڑے اہم ڈاکٹر بھی اپنی بیویوں کے لئے دوائی استعمال کرتے تھے۔ اس دوائی

میں اتنی زیادہ شفاء اللہ تعالیٰ نے رکھی تھی پورے پاکستان سے لوگ ان سے یہ دوائی لینے آتے تھے۔ ان کی یہ دوائی پاکستان سے باہر امریکہ تک بھی گئی ہے۔ وہاں ہمارے کچھ رشتہ دار بھی دادا جان سے یہ دوائی منگواتے تھے۔ شروع میں جب دادا جان نے حکمت شروع کی تو وہ تمام بیماریوں کا علاج کرتے تھے۔ لیکن جیسے جیسے عمر زیادہ ہوتی گئی کمزوری میں جب اضافہ ہونے لگا۔ تو انہوں نے مرض الحمراء یعنی حاملہ عورتوں کو دوائی کے علاوہ باقی حکمت چھوڑ دی اس دوائی سے لوگوں کو بہت فائدہ ہوتا تھا۔ اس لئے اس کو انہوں نے نہ چھوڑا کچھ غریب خواتین ان سے یہ دوائی لینے آتیں تو وہ بغیر معاوضے کے بھی یہ دوائی ان کو دے دیتے۔ اپنے اس پیشے میں بھی خدمت خلق میں پیچھے نہیں رہے۔ دادا جان کے اس حاملہ عورتوں والی دوائی سے اب میرے والد صاحب بھی فائدہ اٹھا رہے ہیں جو اس وقت گاؤں میں بطور حکیم کے طور پر کام کر رہے ہیں۔ میرے والد صاحب نے دادا جان سے ہی حکمت سیکھی تھی۔ جس کو میرے والد صاحب نے بھی اپنی سروس ایئر فورس کی ریٹائرمنٹ کے بعد خدمت کا ذریعہ بنایا ہے۔ اس طرح میرے دادا جان کامیاب حکیم بھی تھے۔

جمعرات کو ختم شریف:

دادا جان کی پوری زندگی میں یہ بات بھی میں نے نوٹ کی۔ وہ جمعرات کو رات کا کھانا کھانے سے پہلے ختم شریف ضرور دلواتے تھے۔ اس بات کی تلقین وہ دوسروں کو بھی کرتے وہ کہا کرتے جمعرات کو ہر گھر میں جو بھی حضرات اس دنیا سے رخصت ہو چکے ہوتے ہیں ان کی روح لازمی شام کے وقت گھروں میں آتی ہے۔ اپنا حصہ طلب کرتی ہے۔ اس لئے جمعرات کو ختم شریف دلوانا چاہئے۔ چاہے ایک پانی کے گلاس پر ہی کیوں نہ ختم شریف پڑھ کر ان کو بخشا جائے۔ تاکہ فوت ہونے والوں کی روحیں خالی ہاتھ واپس نہ جائیں۔ وہ ہر جمعرات کو رات کا کھانا کھانے سے پہلے تھوڑے سے کھانے پر ختم شریف پڑھ کر ساتھ غریب ہمسایوں کو بھیج دیتے اور دعا میں وہ تمام اپنے خاندان کے فوت ہونے والے رشتہ داروں کے نام لیتے تھے تاکہ سب کو خصوصی ثواب

پہنچے۔ اپنی اولاد کو بھی وہ اس بات کی تلقین کرتے۔

مسجد کے ساتھ محبت:

ہمارے گاؤں کی جامع مسجد جو بالکل ہمارے گھر کے ساتھ ہے جس کے وہ امام مسجد و خطیب رہے جس کیلئے انہوں نے طویل عرصہ بدعقیدہ لوگوں کے ساتھ جہاد کیا اس مسجد سے بہت محبت کرتے اس مسجد کے آباد رہنے کی بہت دعا مانگا کرتے جب تک وہ گاؤں میں رہے ان کا اکثر وقت مسجد کی دیکھ بھال میں گزرتا مسجد کی صفائی اور مسجد کی ضرورت کی ہر چیز کا بہت خیال رکھا کرتے جب ان کی صحت کمزور ہونے لگی وہ بیمار رہنے لگے تو اس مسجد کا بہت فکر کرتے جب وہ مرض فالج میں مبتلا ہو کر سیالکوٹ شہر چلے گئے میرے والد صاحب نے یہ ذمہ داری اپنے اوپر لے لی جس کو وہ اب تک وہ پورا کر رہے ہیں اس پر میرے دادا جان میرے والد صاحب پر بہت خوش ہوئے کہ مسجد کی رونق بحال ہے جب وہ بیماری کی حالت میں سیالکوٹ میں تھے میں یا میرے والد صاحب جب ان سے ملنے جاتے تو وہ پہلے مسجد کا حال پوچھتے ایک ایک نمازی کا نام لیکر پوچھتے فلاں نمازی آتا ہے کہ نہیں اور ہر دفعہ نمازیوں کو سلام بھیجتے ان کو نمازی حضرات کے ساتھ نرمی سے رہنے کی تلقین کرتے اس مسجد کی انہوں نے بے انتہا اپنی زندگی میں خدمت کی۔

پیر بھائیوں کے ساتھ محبت:

دادا جان حضرت کرماں والہ شریف کے تمام مریدین کے ساتھ بہت ہی عقیدت اور محبت رکھتے تھے اپنے رشتہ داروں سے بھی زیادہ وہ پیر بھائیوں کو بلند مقام دیتے تھے خاص طور پر وہ مرید جو ان کے پرانے دوست تھے اور ان کیساتھ جو پیر سید اسماعیل شاہ صاحبؒ کے مرید تھے ان میں سے اگر کوئی ملنے آتا تو بہت خوش ہوتے وہ ان کے ہم عمر ہی تھے ان کا اٹھ کر استقبال کرتے گلے ملتے پیر سید اسماعیل شاہ صاحبؒ کے بارے میں طویل گفتگو وہ کرتے پیر بھائیوں کے ساتھ عقیدت کی ایک بات وہ سنایا کرتے تھے کہ ایک دفعہ انہوں نے تمام پیر بھائیوں کی دعوت کی۔ جو سب حضرت

کرماں والہ شریف ؒ کے مرید تھے۔اس میں انہوں نے اپنے کسی رشتہ دار کو دعوت نہ دی تھی ہمارے گاؤں کے کچھ فاصلے پر پیر کا کے شاہ کا ایک مرید ان کا دوست تھا اس کو بھی انہوں نے اپنے پیر بھائیوں جیسا سمجھ کر دعوت میں بلایا لیکن وہ کچھ سستی کر گیا دعوت میں نہ آیا ایک دو دن بعد دادا جان کہتے ہیں وہ مجھ سے معذرت کرنے آیا میں آپ کی دعوت میں شریک نہیں ہوا تو مجھے سرکار پیر کا کے شاہ خواب میں ملے ہیں اور مجھے ڈانٹا ہے تم باجڑہ گڑھی والے مولوی مقصود صاحب کی دعوت پر کیوں نہیں گئے وہ صرف اولیاء اللہ کے مریدوں کی دعوت تھی تم کو بھی اس نے اپنا پیر بھائی سمجھ کر بلایا تھا تم کیوں نہیں گئے دادا جان کہتے ہیں اس مرید نے جب یہ آ کر مجھے بتایا میں بہت خوش ہوا میری یہ پیر بھائیوں کی دعوت اولیاء اللہ کے علم میں ہے یہ سب کچھ دادا جان کی دل میں جو پیر بھائیوں کی شفقت اور محبت تھی اس کی وجہ سے تھا۔

پیر بھائیوں کے دل میں دادا جان کا احترام:

جہاں دادا جان پیر بھائیوں کے ساتھ بہت خوش اخلاقی سے پیش آتے تھے وہاں حضرت کرمانوالہ شریف ؒ کے تمام مریدین بھی دادا جان کی بے پناہ عزت کرتے دادا جان کو تمام مرید بے حد عقیدت اور احترام سے ملتے ان کے ہاتھ چومتے اس کی خاص وجہ یہ تھی کہ سیالکوٹ کے تمام مریدین دادا جان کی وجہ سے حضرت کرماں والے جیسے عظیم مرشد کامل کو پانے میں کامیاب ہوئے تھے دادا جان ان کے محسن تھے ۔سیالکوٹ کے گرد و نواح میں جتنی بھی اہل سنت کی تنظیمیں تھیں انہوں نے دادا جان کو حضرت کرماں والا شریف کی طرف سے نمائندہ اور سربراہ مقرر کیا ہوا تھا۔اس عہدے کا ان کو کوئی شوق نہ تھا لیکن تمام پیر بھائیوں نے اپنی خوشی سے ان کو چنا تھا تمام مرید کس قدر دادا جان کا احترام کرتے تھے اس کا اندازہ اس بات سے آپ لگائیں کہ جب کبھی دادا جان مجھے کسی دوسرے گاؤں کے پیر بھائی کو کوئی پیغام دینے بھیجتے جب میں اُس گاؤں میں اس بیلی کے پاس پہنچتا اور ان سے اپنا تعارف کرواتا کہ میں مولوی مقصود صاحب کا پوتا ہوں تو وہ میرے دادا جان کا نام سن کر وہ میرا بے حد احترام کرتے

بعض پیر بھائی بیلی میرا ہاتھ چومنا شروع کر دیتے میں اس وقت فخر کرتا کہ میں کتنی عظیم ہستی کا پوتا ہوں ان کی وجہ سے ہمارے پورے خاندان کا بہت احترام کیا جاتا۔

اولیاء اللہ کی کرامات سننے اور سنانے کا ذوق:

دادا جان کی زندگی بزرگ اولیاء اللہ کے قدموں میں ہی گزری تھی اس لیے اولیاء کے بارے میں گفتگو ان کو پسند ہوتی تھی ان کی تقریر زیادہ تر اس موضوع کے متعلق ہی ہوتی تھی جب بھی کوئی مرید ان کے پاس آتا وہ اولیاء اللہ کی کرامات بیان کرتے جب وہ پیر سید محمد اسماعیل شاہ صاحب حضرت کرماں والے کی کرامات بیان کر رہے ہوتے تو ان کا جذبہ عشق بہت عروج پر ہوتا وقت کتنا گزر جاتا ان کو احساس ہی نہ ہوتا ان کے پاس پیر سید اسماعیل شاہ صاحب حضرت کرماں والے کی کرامات پر مشتمل ایک موٹی کتاب بھی تھی۔

رات کو جب ان کو نظر کمزور ہونے کی وجہ سے نظر نہ آتا وہ میرے والد صاحب کو کتاب پکڑا کر دیتے اور کہتے کہ مجھے پیر سید محمد اسماعیل شاہ صاحب حضرت کرماں والے کی کرامات سناؤ میرے والد صاحب سنا سنا کر تھک جاتے ان کو نیند آنے لگتی لیکن دادا جان کو نہ وقت کا پتہ ہوتا اور نہ ان کی نیند کی حالت دیکھتے ہر کرامت سننے کے بعد کہتے بس ایک کرامت اور سناؤ بس ایک کرامت اور سنا دو پھر بس سو جانا اس طرح کتنا ہی وقت گزر جاتا دادا جان اس وقت پورے عشق کے جوش میں ہوتے۔ جب وہ بیمار ہو کر سیالکوٹ آ گئے تو میرے چچا جان مختار احمد صاحب کے پاس رہے دادا جان کی آخر دم تک ان کو خدمت کرنے کی سعادت حاصل ہوئی وہ دادا جان کو اولیاء اللہ کی کرامات پڑھ کر سنایا کرتے۔ مسجد میں بھی جب نمازی حضرات کے ساتھ گفتگو کرتے تو ان کو بھی اولیاء اللہ کی کرامات ہی سناتے اور سنتے تھے۔

دادا کی زبانی چند کرامات:

آخر میں چند کرامات کا ذکر کر دینا ضروری سمجھتا ہوں جو دادا جان سے میں اکثر سنا کرتا تھا مجھے اتنی زیادہ یاد تو نہیں پھر بھی چند جو اس وقت میرے ذہن میں ہیں ذکر

کردیتا ہوں میرے دادا جان کہتے پیر سید محمد اسماعیل شاہ صاحب حضرت کرماں والےؒ کے لنگر میں کافی بھینسیں بھی تھیں ایک دفعہ ایک سکھ آیا وہاں کے بیلی نے اس کو دودھ دیا اس نے دودھ لینے سے انکار کیا اور ایک بھینس پر ہاتھ رکھ کر کہا کہ اس بھینس کا دودھ لینا ہے نہ جانے اس سکھ کو اس بھینس میں کیا خوبی نظر آئی پیر سید محمد اسماعیل شاہ صاحب حضرت کرماں والےؒ کے مرید نے اس بھینس کا دودھ دینے سے انکار کردیا۔ پھر پیر سید محمد اسماعیل صاحب حضرت کرماں والےؒ نے اپنے اُس بیلی کو کہا اس سکھ کو اسی بھینس کا دودھ دے دو جس کا یہ مانگتا ہے تم نہیں جانتے اس میں کیا خاص بات ہے اس سکھ کو آپؒ کے کہنے پر وہ دودھ دے دیا اُس نے جب وہ دودھ پیا اس کی زبان سے کلمہ شریف کے الفاظ لا الــہ الا الــلــہ جاری ہو گئے (سبحان اللہ) پیر سید محمد اسماعیل شاہ صاحب حضرت کرماں والےؒ نے اپنے بیلیوں کو فرمایا یہ خاص بات اس دودھ میں ہے جو بھی اس بھینس کا دودھ غیر مسلم پئے گا مسلمان ہو جائے گا پیر سید محمد اسماعیل شاہ صاحب حضرت کرماں والےؒ نے کچھ عرصہ بعد وہ بھینس فروخت کردی وہ بھینس جہاں بھی گئی اس کے دودھ سے غیر مسلم لوگ مسلمان ہوتے رہے (سبحان اللہ) خاص بات نہ اس بھینس میں تھی نہ دودھ میں خاص بات تو آپ کی نظر کرم میں تھی اس دودھ میں ایسی کشش پیدا ہوگئی ہر ہندو سکھ جو بھی اس کا دودھ پیتا مسلمان ہو جاتا۔

ایک دفعہ پیر سید محمد اسماعیل شاہ صاحب حضرت کرماں والےؒ کے پاس پریشان حال ایک آدمی آیا اور عرض کی سرکار میری بیوی بہت سخت بیمار ہے۔ اس کے پیٹ میں بہت درد ہوتی ہے حاملہ بھی نہیں ہے ویسے ہی درد ہوتی ہے بہت علاج کرایا ہے کئی ڈاکٹروں کو دکھایا ہے کوئی فرق نہیں پڑا اب حالت اتنی خراب ہے کہ تمام ڈاکٹروں نے جواب دے دیا ہے آپ نے اس کو تسلی دی اور کہا صبر کرا بھی ڈاکٹروں نے جواب دے دیا ہے آپ نے اس کو تسلی دی اور کہا صبر کرو ڈاکٹروں نے جواب دیا ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے تو جواب نہیں ہوا تم جاؤ اس کو جا کر پانی پلا دو (انشاء اللہ) تمہاری بیوی

ٹھیک ہو جائے گی وہ آپ کی باتیں سن کر چلا گیا گھر پہنچا تو بیوی کی حالت کافی حد تک بہتر ہو چکی تھی پوچھنے پر بیوی نے بتایا میں نے اپنی جگہ سے بڑی مشکل سے اٹھ کر پانی کا گلاس پیا تھا اس پانی کے گلاس کے بعد میری حالت بہتر ہونی شروع ہو گئی (سبحان اللہ) آدمی کی پریشانی اس کے گھر پہنچنے سے پہلے دور ہو گئی۔

دادا جان اکثر کہتے ہیں کہ جو لوگ کہتے ہیں کہ بزرگوں سے کچھ نہیں مانگنا چاہیے ان کے دربار میں نہیں جانا چاہیے مانگنا تو صرف اللہ سے چاہیے اللہ کے نبی اور ولی بھی اللہ کے ہی محتاج ہیں لیکن وہ ہم کو ان نیک بندوں کے صدقے دیتا ہے ان کی طفیل جب ہم اللہ سے مانگیں تو وہ زیادہ دیتا ہے اگر نبی اور ولی کچھ فائدہ نہیں پہنچا سکتے تو پھر وہ دنیا میں کیوں بھیجے جاتے وہ تو اللہ نے بھیجے ہی دنیا کے لوگوں کو فائدہ پہنچانے کیلئے ہیں ان نیک بندوں کا جب ہم واسطہ دے کر خدا سے مانگیں یا اللہ اپنے حبیب نبی اکرم ﷺ کے واسطے یا حضرت "کرمانوالے" کے صدقے ہماری یہ مشکل حل کر دے تو اللہ ہماری دعا ضرور قبول کرے گا ان باتوں پر میرے دادا جان بہت زور دیا کرتے تھے۔

ایک دفعہ پیر سید محمد اسماعیل شاہ صاحب حضرت کرمانوالے ایک راستے سے گزر رہے تھے۔ ایک عورت نے عرض کی کہ سرکار دعا کریں میری اولاد ہو جائے میں بے اولاد ہوں آپ نے اس کو تسلی دی جاؤ۔ اللہ تمہیں بہت خوبصورت بیٹا عطا کرے گا پاس ہی ایک عورت تھی۔ اس نے درخواست کرنے والی عورت کا مذاق اڑایا اور کہا اس بوڑھے سے مانگ رہی ہو یہ تم کو کیا دے گا جاؤ اللہ سے مانگو کیوں ان لوگوں کو اس کا شریک بنا رہی ہو۔ اس عورت نے کافی گستاخی کی سرکار نے کچھ نہ کہا اس عورت سے اتنا کہا بی بی جاؤ تم کو بھی اللہ بہت خوبصورت بچہ عطا کرے گا لیکن تمہارا بچہ تمہارے پیٹ میں 9 ماہ کی بجائے 11 ماہ رہے گا اُس عورت نے اس بات کا بھی مذاق اڑایا سرکار نے کہا جاؤ اگر بچہ 9 ماہ بعد ہو تو سمجھ لینا اللہ نے اپنی مرضی سے دیا ہے اگر 11 ماہ بعد ہو تو سمجھ لینا میری دعا سے اللہ نے دیا ہے 9 ماہ بعد اس عورت کو پیٹ میں شدید درد ہونا شروع ہو گیا لیکن بچہ نہیں ہو رہا تھا پھر اس عورت کو سرکار

کرمانوالے شریف کی وہ بات یاد آئی کہ بچہ 11 ماہ بعد ہوگا اس کے گھر والے سب حیران اور پریشان تھے آخر مدت پوری ہونے کے بعد بچہ کیوں نہیں ہو رہا اس عورت نے پھر اپنے گھر والوں سے درخواست کی کہ مجھے ان بزرگوں کی بات یاد ہے فوراً ان سے جا کر عرض کرو اس کے گھر والے سرکار کرمانوالے شریف کے پاس گئے سرکار نے فرمایا اس عورت نے گستاخی تو بہت کی تھی خیر جاؤ درد تو آج بند ہو جائیگا لیکن بچہ 11 ماہ بعد ہی ہوگا واقعی اس عورت کا بچہ گیارہ ماہ بعد ہی ہوا اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے اللہ نے اپنے نیک بندوں کو کتنا اختیار دیا ہے۔

میرے دادا جان کہتے کہ ایک دفعہ رمضان شریف کا مہینہ تھا میں نے رمضان شریف کے بارے میں ایک مسئلہ پوچھنا تھا میں حضرت کرماں والا شریف پہنچا لیکن میرے ذہن سے بات نکل گئی میں نے کیا مسئلہ پوچھنا ہے وہاں جب سرکار سب مریدوں کی باتیں سن رہے تھے میں ذہن پر زور دے رہا تھا کہ کیا بات پوچھنی تھی کوئی بات پوچھنی ضرور تھی لیکن مجھے یاد نہیں آ رہا تھا صبح سحری کھانے کے بعد فجر کی نماز پڑھنے کے بعد جب سب بیلی آپ کی چار پائی کے پاس بیٹھ گئے میں بھی بیٹھ گیا تو مجھے آپ فرماتے ہیں مولوی مقصود کیا مسئلہ ہے رمضان شریف کے بارے میں ۔میرے دادا جان کو جو بات بھول گئی تھی وہ سرکار کرمانوالہ شریف کو پتہ تھا کیا بات پوچھنی ہے اس سے ثابت ہوتا ہے اللہ کے ولیوں کو علم غیب بھی ہے اس کے علاوہ بھی بہت سی کرامات میرے دادا جان کی زندگی سے وابستہ تھیں مثلاً آپ کا فرمان ساری باجڑہ گڑھی آگئی سرکار پیر سید محمد اسماعیل شاہ صاحب حضرت کرماں والے کے میرے دادا جان کے بارے یہ الفاظ بھی آپ کے علم غیب کو ثابت کرتے ہیں آپ جانتے تھے میرے دادا جان کی وجہ سے صرف باجڑہ گڑھی ہی نہیں سارا علاقہ ہی مرید ہو جائیگا واقعی سارا علاقہ سیالکوٹ بہت تھوڑے عرصے میں حضرت کرمانوالی سرکار کا مرید ہو گیا۔

میرے دادا جان لوگوں کو حضرت کرمانوالے سرکار کی ہی نہیں بلکہ دوسرے اولیاء کرام کی بھی کرامات سنایا کرتے تھے وہ تمام اولیاء اللہ پر پورا یقین رکھتے تھے۔ وہ

ہمیں بے شمار کرامات اولیاء سناتے جس میں چند یہ ہیں۔

حضرت شیخ سیدنا عبدالقادر جیلانیؒ جو تمام اولیاء کے سردار ہیں سب اولیاء میں سب سے افضل ہیں جس طرح نبی اکرم ﷺ سب سے بلند مقام والے نبی ہیں سب نبیوں کے سردار ہیں میرے داداجان کہتے ایک دفعہ ایک قبرستان کے قریب ایک مسلمان اور ایک عیسائی کی اس بات پر بحث ہوگئی حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور آنحضرت ﷺ اللہ کے آخری اور محبوب نبی ہیں سے ان کی شان زیادہ ہے عیسائی نے کہا ہمارے نبی حضرت عیسیٰ کی یہ شان تھی کہ وہ مردوں کو زندہ کردیا کرتے تھے یہ طاقت بھی اللہ نے ان کو عطا کی تھی۔ نبی اکرم ﷺ نے کبھی ایسا کیا اپنی زندگی میں؟ یہ بات جاری تھی حضرت عبدالقادر جیلانیؒ کا وہاں سے گزر ہوا انہوں نے ان دونوں سے پوچھا کیا مسئلہ ہے عیسائی اور مسلمان نے اپنی اپنی بات بتائی حضرت عبدالقادر جیلانیؒ نے اس سے کہا تم کہتے ہو ہمارے نبی کی شان صرف اس وجہ سے زیادہ ہے وہ مردے کو زندہ کردیا کرتے تھے لو یہ کام تو میں بھی تم کو کرکے دکھادیتا ہوں میں تو نبی کریم ﷺ کا صرف امتی ہوں۔ بتاؤ اس قبرستان میں کس مردے کو زندہ کروں عیسائی نے ایک قبر پر ہاتھ رکھ کر کہا اس مردے کو زندہ کرو حضرت عبدالقادر جیلانیؒ نے اس قبر پر اپنا ہاتھ رکھ کر مردے کو کھڑا کردیا مردہ قبر سے باہر نکل آیا (سبحان اللہ) اور اس نے پوچھا یہ کون سا زمانہ ہے حضرت عبدالقادر جیلانی نے کہا یہ نبی اکرم ﷺ کا زمانہ ہے ان کی امت کا زمانہ ہے تم بتاؤ دوبارہ قبر میں جانا چاہتے ہو یا زندہ رہنے کو دل چاہتا ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ نے اپنے ولیوں کو کتنا اختیار دیا ہے مردہ زندہ کرکے زندگی بھی جتنی چاہیں اللہ سے دلوا سکتے ہیں اس مردے نے جواب دیا نہیں میں نے دنیا کا ذائقہ ایک دفعہ چکھ لیا ہے میں نبی اکرم ﷺ سے پہلے کے زمانے سے تھا میری یہ خواہش تھی کہ میں نبی اکرم ﷺ کی امت کا ایک دفعہ زمانہ دیکھ لوں اس امت میں میرا نام بھی آجائے درود سلام اس نبی کی امت پر جس نبی پر خدا خود بھی درود و سلام بھیجتا ہے میری خواہش پوری ہوگئی ہے اب میں دوبارہ قبر میں جانا چاہتا ہوں اس

دنیا میں نہیں رہنا چاہتا۔ حضرت عبدالقادر جیلانیؒ نے اس کو واپس قبر میں پہنچا دیا اس عیسائی نے جب یہ منظر دیکھا تو فوراً مسلمان ہوگیا یہ نبی کریم ﷺ کی امت کے ولی اللہ کی یہ شان ہے وہ مردوں کو زندہ کر سکتے ہیں زندگی بھی دلوا سکتے ہیں یہ طاقت رکھتے ہیں نبی کریم ﷺ خود کتنی شان والے ہوں گے (سبحان اللہ) اس عیسائی کی زبان سے کلمہ شریف کے الفاظ جاری ہو گئے۔

پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑہ والے کی ایک کرامت دادا جان اکثر بیان کیا کرتے تھے ایک دفعہ پیر مہر علی شاہ صاحب ہاتھ میں تسبیح لیے جا رہے تھے راستے میں ایک انگریز فوج کے سپاہی نے پوچھا جس کے کندھے پر بندوق تھی پوچھا باباجی یہ آپ کے ہاتھ میں چھوٹے چھوٹے دانوں والی کیا چیز ہے پیر مہر علی شاہ صاحب نے پوچھا یہ تمہارے کندھے پر لٹکی ہوئی ہے یہ کیا ہے اس انگریز نے جواب دیا یہ میرا ہتھیار ہے تو آپ نے بھی یہ جواب دیا یہ دانوں والی تسبیح میرا ہتھیار ہے اس انگریز نے پیر مہر علی شاہ صاحب سے پوچھا اس کا کیا کمال ہے آپؒ نے انگریز سے پوچھا تمہارے ہتھیار کا کیا کمال ہے اس انگریز نے کندھے سے بندوق اتاری درخت پر بیٹھے پرندے کا نشانہ لے کر اس کو ہلاک کر دیا اور کہا اس کا یہ کمال ہے پیر مہر علی شاہ صاحب نے تسبیح جا کر اس پرندے کو لگائی جو انگریز کی گولی سے ہلاک ہو کر گر گیا تھا تسبیح لگنے کی دیر تھی وہ پرندہ دوبارہ زندہ ہو کر اڑ گیا (سبحان اللہ) انگریز نے یہ سب کچھ دیکھا تو حیران ہو گیا اس کے دل کی دنیا بدل گئی اور آپ کے قدموں میں گر کر مسلمان ہو گیا۔

پاکستان بننے سے پہلے ایک ہندو تھا جس کا پیر سید اسماعیل شاہ صاحب کے پاس کافی آنا جانا تھا وہ گاؤں کرمولوالہ شریف میں ہی رہتا تھا ایک دفعہ وہ آپ کے پاس آیا اس کی داڑھی بڑھی ہوئی تھی اس نے داڑھی نہیں منڈوائی تھی آپؒ نے اس سے پوچھا تم نے آج شیو کیوں نہیں کی ہندو نے جواب دیا بس یہی سوچا میرے دوست کی داڑھی ہے تو میں بھی داڑھی رکھ لوں حضرت کرمانوالی سرکار نے اس کو کہا اگر مجھے دیکھ کر داڑھی رکھ رہے ہو تو پھر وہ کلمہ بھی پڑھ لو جس رب کا کلمہ میں پڑھتا ہوں

اس ہندو نے جواب دیا اگر تم مجھے اس رب سے ملوا دو جس کا تم کلمہ پڑھتے ہو میں کلمہ پڑھ لوں گا پیر سید محمد اسماعیل شاہ صاحب حضرت کرماں والے نے کہا ٹھیک ہے تم اپنی آنکھیں بند کرو تم کو انشاء اللہ رب نظر آئے گا اس نے آنکھیں بند کیں پیر سید محمد اسماعیل شاہ صاحب حضرت کرماں والے نے اپنے اللہ سے دعا مانگی اس وقت یا اللہ اپنی ایک جھلک ہی بس اس کو دکھا دے تمہارا کیا نقصان ہے تمہارا کلمہ ہی اس نے پڑھنا ہے۔ بس اس ہندو نے آنکھیں بند کیں نجانے اس کو کیا نظر آیا جب اس نے آنکھیں کھولیں تو اس کی زبان سے کلمہ شریف کے الفاظ جاری ہو گئے۔ (سبحان اللہ)

یہ ہے اللہ کے نیک برگزیدہ بندوں کی شان جو میں نے اپنے دادا جان کی زبان سے سنی تھی یہی وہ کرامات تھیں جن کو وہ بیان کرتے رہتے تھے اور کبھی تھکتے ہی نہ تھے نہ ہی ان کو وقت کا احساس ہوتا تھا کہ وقت کتنا گزر گیا ہے اگر کہیں راستے میں کسی گلی یا سڑک میں کھڑے کھڑے آپ کی کسی پیر بھائی سے ملاقات ہو جاتی وہاں دادا جان نے اگر اولیاء اللہ کی کرامات کی بات شروع کر دی ہے تو وہ گفتگو بھی کتنی لمبی ہو گئی ہے سننے والا بھی ذوق سے سنتا جا رہا ہے اس کو بھی نہ گھر جانے کا خیال ہے نہ کوئی اور کام۔ اتنے لطف اندوز طریقے سے میرے دادا جان یہ کرامات بیان کیا کرتے تھے۔ سننے والے کا دل بھی نہیں کرتا تھا گفتگو ختم ہو جب تک پانچ نمازوں میں سے کسی نماز کا وقت نہ ہو جاتا میرے دادا جان کی گفتگو جاری رہتی۔

اختتامی الفاظ:

آخر میں چند باتیں کہوں گا میرے دادا جان صحیح معنوں میں ہمارے خاندان کے ایک روشن چراغ تھے۔ انہوں نے اپنی زندگی میں لوگوں کو اولیاء اللہ کا پیغام دینے میں ہی صرف کر دی۔ جب تک صحت یاب رہے خدمت خلق اور مخلوق خدا کی رہنمائی کا فریضہ سرانجام دیتے رہے۔ زندگی کے آخری پانچ سال وہ مرض فالج میں مبتلا رہے۔ آخر کار 2 جون 1998ء کو اپنے خالق حقیقی سے جا ملے (انا للہ وانا الیہ راجعون) مجھے اب تک ان کے وصال کا یقین نہیں ہوتا۔ اُن کے وصال سے یوں

لگ رہا ہے۔ کہ شفقت کا اک بڑا سایہ اُٹھ گیا ہے۔ میں اُن کا سب سے لاڈلا پوتا تھا سب سے زیادہ مجھے پیار کیا کرتے تھے۔ یہ یقین کرنا پڑے گا دادا جان اس دنیا میں نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور تمام خاندان کو اُن کا صدمہ برداشت کرنے کی ہمت دے اور ہم سب کو یہ توفیق دے ہم اُن کا مشن جاری رکھ سکیں۔ اولیاء اللہ کا پیغامِ محبت ہم بھی لوگوں کو پہنچاتے رہیں۔

اللہ تعالیٰ میرے دادا جان کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطاء کرے۔ اُن کی قبر کو جنت کے باغات میں سے ایک باغ بنائے اور ہم کو اُن کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطاء فرمائے۔ (آمین)

ریحان احمد پوتا مولوی مقصود احمدؒ

مرشدِ کامل

حضرت کرماں والے ؒ

واقعات و کرامات مولوی مقصود احمد کی زبانی

بندہ مولوی مقصود احمد ساکن باجرہ گڑھی ضلع سیالکوٹ عرض کرتا ہے کہ میرے والد حضرت حافظ عبداللطیف صاحب ؒ ایک نہایت نیک اور سادہ بزرگ کے مرید تھے۔ میں بھی ان کا مرید ہونا چاہتا تھا لیکن میرا دل نہیں مانتا تھا۔ ہمارے گاؤں کے پندرہ میل کے فاصلے پر موضع حضرت علی پور سیداں تھا۔ وہاں دو سید بزرگ رہتے تھے۔ دونوں کا نام مبارک سید جماعت علی شاہ صاحب تھا۔ جو بڑے تھے ان کا نام مبارک محدث علی شاہ عرف حضرت لاثانی صاحب تھا۔ میں نے وہاں جا کر بیعت ہونے کیلئے اپنے والد صاحب سے دو تین دفعہ اجازت طلب کی مگر انہوں نے اجازت نہ دی۔ فرماتے ابھی وقت نہیں آیا' جب وقت آئے گا تو اجازت دے دی جائے گی۔ کبھی کبھی یہ بات کرتے تھے کہ کوئی بزرگ شرقپور شریف والے بزرگ حضرت میاں شیر محمد رحمتہ اللہ علیہ سے فیض یافتہ ملے تو انشاء اللہ تمہیں وہاں بھیج دیا جائے گا۔ میں نے پوچھا' آپ کو شرقپور شریف والے میاں صاحب کا کیسے علم ہوا' جبکہ آپ وہاں کبھی نہیں گئے۔ آپ نے فرمایا کہ فلاں گاؤں کا ایک آدمی مولوی برکت علی' جس کے خیالات وہابی تھے' اس نے میرے پاس میاں صاحب شرقپوری کے حالات مبارک بیان کئے اور خود پہلے خیالات چھوڑ کر صحیح مسلمان بن گیا تھا' اس لئے میرے والد صاحب مرحوم مجھے کہنے لگے کہ جن بزرگوں کی تعریف مسمی برکت علی وہابی نے کی ہے اور خود بھی اپنے غلط عقیدہ سے توبہ کر گیا ہے' اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شرقپور شریف

والے حضرت میاں شیر محمد صاحب علیہ رحمۃ نہایت اعلیٰ پایہ کے بزرگ ہیں۔ اس وقت میاں صاحب انتقال فرما گئے تھے تو میرے والد صاحب مرحوم نے فرمایا کہ اگر کوئی ایسا بزرگ ملے جو شرقپور شریف سے فیض یافتہ ہو تو انشاءاللہ میں تمہیں وہاں جانے کی اجازت دے دوں گا۔

اس وقت میں (مولوی مقصود احمد) لوئر مڈل سکول گنگال بطور ہیڈ ماسٹر ملازم تھا اور دو دیگر ماسٹر میرے ماتحت تھے' جن میں سے ایک نے داڑھی مبارک مکمل رکھی ہوئی تھی' ایک دن قدرتی طور پر میں نے اس سے پوچھا کہ مولوی صاحب یہ داڑھی مبارک آپ نے کہاں سے حاصل کی ہے۔ میرا دل بھی داڑھی رکھنے کو چاہتا ہے مگر نفس امارہ نہیں مانتا۔

میرے والد صاحب مرحوم نے بھی مجھے کئی دفعہ فرمایا کہ بیٹا مقصود احمد چھوٹی سی داڑھی رکھ لو کیونکہ کبھی کبھی تو جماعت کراتا ہے اور تیرے پیچھے ہم سب نماز پڑھتے ہیں۔ میں جواب دیتا کہ میاں جی داڑھی رکھنے پر میرا نفس امارہ نہیں مانتا۔ آپ ہنس کر فرماتے انشاءاللہ عنقریب وقت آ جائے گا کہ داڑھی رکھ لو گے۔

داڑھی والے مولوی عبدالحق نے بتایا کہ میرا بڑا بھائی چھاؤنی فیروز پور میں ملازم ہے۔ میں ایک دفعہ اسے ملنے کیلئے وہاں گیا تو وہاں مسجد میں چند آدمی حضرت صاحب کرمانوالے کے مرید تھے تو ان سے آپ کا ذکر مبارک سن کر میں بھی حضرت کرموں والا شریف میں آپ کی خدمت میں حاضر ہو گیا اور آپ سے بیعت کرنے کی سعادت حاصل کر لی تو اس وقت کے بعد میں نے داڑھی رکھ لی ہے اور قینچی تک نہیں لگائی۔ اس نے پھر بتایا کہ حضرت کرمانوالے حضرت میاں صاحب شرقپور شریف والے حضرت میاں شیر محمد شرقپوری سے فیض یافتہ ہیں تو میں بہت خوش ہوا۔ میں نے اس دن گاؤں جا کر اپنے والد صاحب مرحوم سے آپ کا ذکر مبارک کر دیا تو آپ نے فوراً کہا کہ جاؤ اور جلدی جاؤ۔

وہ دن رمضان شریف کا آخری دن تھا۔ ایک دن کے بعد عید الفطر تھی۔ ہم تینوں آدمی صبح کو لاہور کی طرف روانہ ہو گئے اور نماز جمعۃ المبارک ہم نے لاہور کی شاہی

مسجد میں ادا کی۔ پھر ہم بذریعہ بس فیروز پور شہر (انڈیا) اور اس کے آگے چھاؤنی فیروز پور کے سٹیشن پر پہنچ گئے۔ فیروز پور چھاؤنی سے صبح کے وقت ایک ریل گاڑی حضرت کرموں والے شریف کی طرف جایا کرتی تھی۔ ہم صبح اس گاڑی پر سوار ہو کر فیروز شاہ سٹیشن پر جا اترے۔ وہاں سے حضرت کرموں والے شریف دو اڑھائی میل کے فاصلے پر تھا جو ہم نے پیدل طے کیا۔ راستے میں میں نے مولوی عبدالغنی سے پوچھا کہ لنگر میں کیا کچھ کھانے کو ملتا ہے۔ اسے نے کہا دال اور روٹی ہوتی ہے۔ میں نے ہنس کر کہا کہ میں تو اس طرح مرید نہیں ہوں گا۔ ہم تو جو کچھ عید کے روز گھر میں کھاتے ہیں وہی اگر ملے تو پھر میں بیعت ہوں گا۔ اس نے پوچھا عید کے دن گھر میں کیا کچھ کھاتے ہو۔ میں نے کہا سویاں اور زردہ پلاؤ، نمکین پلاؤ وغیرہ کھاتے ہیں۔

جب آپ کے ڈیرے مبارک پر پہنچے تو ایک نیم کے درخت کے نیچے آرام کیلئے بیٹھ گئے۔ اس وقت لنگر تقسیم ہو چکا تھا تو مولوی خوشی محمد نے (جو لنگر کا منتظم تھا) ہمیں پوچھا کہ تم سٹیشن سے آئے ہو۔ ہم نے کہا جی ہاں۔ اس نے کہا آگے مسجد کے برآمدہ میں کھانا کھانے کیلئے بیٹھو۔ ہم تینوں آدمی وہاں جا کر بیٹھ گئے تو تھوڑی دیر کے بعد خوشی محمد ایک پرات کھانے سے پر شدہ ہمارے پاس لے آیا جس میں سویاں اور پلاؤ اور طرح طرح کی اقسام کے کھانے موجود تھے۔ ہم نے نہایت خوش ہو کر کھا لئے تو میرے ہمراہی مولوی عبدالغنی نے کہا کہ بھائی مقصود احمد! آپ کی پہلی شرط تو منظور ہو گئی۔ جیسا کھانا آپ نے طلب کیا ویسا ہی مل گیا ہے۔ میں نے کہا میں بڑی خوشی سے بیعت حاصل کرنے کا شرف حاصل کروں گا۔ تھوڑی دیر کے بعد مسجد سے کچھ فاصلہ پر ایک کھلے میدان میں تمام درویش اور گاؤں کے لوگ نماز عید پڑھنے کیلئے آ گئے۔ تو حضور انور نے نماز کی امامت خود فرمائی۔ مجھے میرے ساتھی نے بتایا ہوا تھا کہ مکمل داڑھی والا انسان نماز کی پہلی صف میں کھڑا ہو سکتا ہے۔ منڈھی یا کتری داڑھی والا پچھلی صفوں میں کھڑا ہوتا ہے۔ اس لئے وہ تو فوراً پہلی صف میں چلا گیا اور میں پچھلی صفوں میں کھڑا ہو گیا۔ حضرت صاحب کرماں والے کی اعلیٰ روحانیت کا اتنا اثر ہوا کہ نماز ادا

کرنے کے دوران ہی دل نے کہہ دیا کہ آئندہ جب دوسری دفعہ آؤں گا تو انشاءاللہ پہلی صف میں نماز پڑھوں گا۔نماز ختم ہوئی تو حضرت صاحب قبلہؒ نے خطبہ پڑھا اور وعظ کیا۔

اس کے بعد آپ آرام کرنے کیلئے حجرہ کے اندر تشریف لے گئے اور دروازہ بند کردیا۔ پھر ایک بجے کے قریب حضرت صاحب کرماں والےؒ حجرہ سے باہر تشریف لائے اور نماز ظہر ادا فرمائی۔ پھر کمرہ کے اندر چارپائی پر بیٹھ گئے اور ہمیں اندر بلایا۔ مجھے دیکھتے ہی فرمایا کہ آج عید کے دن تم نے شاید اپنے گھر میں کیا کچھ کھانا تھا' یہاں تو لنگر میں دال روٹی ہی ہے۔ میں نے عرض کی کہ جو کچھ گھر میں کھانا تھا' یہاں مل گیا ہے۔ اس طرح ہم نے راستے میں جو جو باتیں کی تھی' ان سب کو حضور نے اشارۃً وکنایۃً سے ظاہر فرمادیا۔ داڑھی رکھنے کے متعلق میں نے دل میں سوچا تھا کہ داڑھی رکھنے پر لوگ مجھے مولوی صاحب کہیں گے جبکہ مجھے ایک مسئلہ تک نہیں آتا۔ حضرت صاحب کرماں والےؒ نے مجھے فرمایا کہ کیسے آئے ہو۔ میں نے عرض کی کہ حضور کے غلاموں میں داخل ہونے کیلئے حاضر خدمت ہوئے ہیں۔ پھر آپ نے فرمایا کہ داڑھی کا کیا خیال ہے؟۔

میں نے عرض کیا انشاءاللہ داڑھی رکھ لوں گا۔ مگر مجھے دینی مسئلہ کوئی نہیں آتا تو حضرت صاحب نے فرمایا کہ حضور نبی کریم ﷺ نے داڑھی رکھی تھی اور دیگر تمام بزرگان نے داڑھی مبارک رکھی ہے۔ اس لئے داڑھی رکھنا بھی ایک بہت بڑے مسئلے پر عمل کرنا ہے۔ اگر تم داڑھی رکھ لو گے تو ایک مسئلہ پر تم نے مکمل عمل کر دیا تو بس مولوی بن گئے۔ پھر فارسی کے کریما اور چند نامہ کے اشعار پڑھ کر اس کا ترجمہ مجھ سے کراتے رہے اور فرمایا کہ واپس جاتے ہوئے لاہور سے کتاب اکسیر ہدایت مصنف امام غزالیؒ اور تفسیر قادری خرید لینا' پھر ہمیں حضور نے بیعت فرمایا اور سبق بھی دیا۔ میں نے دوسرے دن واپسی پر لاہور سے یہ کتب خرید لیں اور گاؤں آ کر پڑھنا شروع کر دیا اور بہت سی کتب دیگر تمام مذاہب کے متعلق بھی آہستہ آہستہ خرید لیں۔ اس طرح کافی علم حاصل کرلیا اور نماز جمعہ پڑھانا شروع کردی۔

پہلی دفعہ میں دسمبر 1932ء میں حضرت کرموں والا شریف گیا تھا۔ اس کے

بعد پھر دوسری بار 6 ماہ کے بعد سائیکل پر سوار ہو کر سیالکوٹ سے لاہور پہنچا' پھر لاہور سے بذریعہ سائیکل شہر فیروز پور کے آگے حضرت کرموں والا شریف رات کو پہنچ گیا۔ نہایت تیزی اور آرام سے سائیکل چلاتا رہا۔ میں دس بارہ دن حضرت صاحب قبلہ کی خدمت میں حاضر رہا' اس کے بعد تیسری دفعہ چند ماہ کے بعد میں اپنے والد ماجد علیہ رحمتہ کو ہمراہ لے کر گیا اور آٹھ دس دن حاضر خدمت رہا۔ اس کے بعد میں اپنے گاؤں کے جمعہ مبارک میں اور مسجد سے باہر لوگوں میں بیٹھ کر حضرت صاحب رحمتہ اللہ کا شان مبارک بیان کرتا رہتا۔ اس لئے میرے ساتھ علاقے کے پانچ چھ افراد ہمیشہ جاتے بلکہ بعض دفعہ میرے ہمراہ پندرہ تا بیس افراد بھی ہوتے تھے۔ اپنے علاقے میں سب سے پہلے جوان آدمیوں سے میں نے داڑھی رکھی تھی پھر چھ سات سالوں میں بے شمار پیر بھائی بن گئے اور انہوں نے داڑھیاں رکھ لیں' پھر میں ہر جگہ خواہ سکول ہو یا مسجد ہو یا بازار ہو' حضرت صاحب کی شان مبارک لوگوں میں بیان کرتا رہا جس سے لوگوں میں حضرت صاحب سے بیعت کرنے کا شوق اور جذبہ بڑھتا گیا۔ چنانچہ پاکستان بننے سے پہلے مکان شریف کے عرس پر میں بیس پچیس آدمی ہمراہ لیکر حاضر خدمت ہوا۔ آپ موضع دھرم کوٹ کی مسجد میں تشریف فرما تھے۔ آدمی قطار بنا کر کمرہ میں اندر جانے لگے۔ میں سب سے پیچھے کھڑا رہا۔ جب آدمیوں کو دیکھ کر آپ نے فرمایا باجڑہ گڑھی آ گئی' باجڑہ گڑھی آ گئی' ساری باجڑہ گڑھی آ گئی۔ سب کے پیچھے میں اندر گیا۔ مجھے دیکھتے ہی فرمایا مولوی جی بابا جی کو ناراض نہیں کرنا تھا۔ میں حیران ہو گیا اور عرض کی' میں تو اپنے والد صاحب سے پوچھ کر ہی حاضر خدمت ہوا ہوں۔ وہ تو ناراض نہیں۔ یہ بات حضرت صاحب کی روحانی طاقت کا اظہار تھا۔

میں نے واپس آ کر والد صاحب سے پوچھا کہ میرے حاضر ہوتے ہی حضرت صاحب نے فرمایا تھا کہ بابا جی کو ناراض نہیں کرنا تھا تو انہوں نے جواب دیا کہ میں ناراض تو نہیں تھا لیکن میرے دل میں ایک خدشہ پیدا ہو گیا کہ مقصود احمد قبلہ حضرت صاحب کو گاؤں میں لانے کی تیاری کر رہا ہے مگر یہ اکیلا ہی ہے۔ حضرت صاحب شہنشاہ ہیں' ان

کے ہمراہ ہزاروں مرید ہوں گے تو یہ اکیلا کیسے انتظام کرے گا۔ میں نے دل میں یہ خیال رکھا تم پر ظاہر نہیں کیا۔ مگر حضرت صاحب کی روحانی طاقت اس قدر بلند تھی کہ آپ نے دو سو میل کے فاصلے پر بیٹھے ہوئے آدمی کے دلی خفیہ خیالات کو ظاہر فرما دیا۔ سبحان اللہ۔

میں نے مکان شریف میں دھرم کوٹ کی مسجد میں حضرت صاحب سے عرض کیا کہ ہم نے گاؤں میں حضور کو ہمراہ لے جانا ہے تو آپ نے فرمایا کہ میں جانے کو تیار ہوں مگر مجھے کیوں لے جاتے ہو۔ میں خاموش رہا۔ پھر آپ نے فرمایا یہی بات ہے کہ میں تم پر راضی ہو جاؤں۔ سن لو میں تم پر راضی ہوں' راضی ہوں' راضی ہوں۔ آپ نے تین دفعہ یہ کہا' پھر آپ نے فرمایا ہم تمہارے گھروں میں جاتے ہیں' وہ مرشد ہی کیسا ہے جسے اپنے مرید کے گھر کا علم نہیں۔ تم اپنے گھروں کے نقشے مجھ سے پوچھ لو۔ کتنے کتنے کمرے ہیں اور ان میں کیا کیا سامان پڑا ہے۔

آپ وہاں سے مکان شریف کی طرف پیدل چل پڑے۔ آپ کے ہمراہ بے شمار آدمی تھے۔ جلسہ کے مقام باغ میں پہنچے تو سید عطاء اللہ شاہ بخاری ایک اونچی میز پر تقریر کرنے کیلئے کھڑے تھے۔ وہ حضور کو دیکھتے ہی میز سے چھلانگ مار کر آپ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ آپ نے فرمایا' پیر جی! ہم تو آپ کا وعظ مبارک سننے کیلئے آئے ہیں۔ وہ حضرت صاحب کے سامنے نیچے ہو کر کھڑے ہو گئے اور عرض کیا کہ حضور مجھے تھاپڑا لگائیں تاکہ میری تقریر سنتے پر لوگ خوش ہو جایا کریں۔ آپ نے تین دفعہ زور زور سے تھاپڑا لگایا اور فرمایا' جاؤ ایسے ہی ہو گا۔ وہ واپس میز پر چلے گئے۔ ہم آپ کے ساتھ اجتماع میں بیٹھ گئے۔ اس کی تقریر پر بہت سے آدمیوں کو وجد ہو گیا اور انہوں نے نعرے لگانے شروع کر دیئے۔ عطاء اللہ شاہ بخاری غصے سے بولے کہ نعرے لگا کر میری تقریر کو خراب نہ کریں۔ چنانچہ اس نے بہت اچھی تقریر کی جو آج تک مجھے یاد ہے۔ وہاں مکان شریف میں حضرت امام علی شاہ کے روضہ مبارک کے اردگرد کے فاصلے پر پختہ قبریں بنی ہوئی تھیں جن پر نام لکھے ہوئے تھے۔ اُن قبروں میں دور دور کے مختلف شہروں میں رہنے والے تھے۔ عطاء اللہ شاہ نے دوران تقریر کہا

کہ ایک دفعہ ہم دیوبند میں بانی دیوبند مولانا قاسم نانوتوی کے ہمراہ چٹائی پر بیٹھے تھے۔ ایک آدمی ان کے سر پر پنکھا چلا رہا تھا۔ اس نے ان سے سوال کیا کہ یہ جو مختلف علاقوں کے لوگ بزرگوں کے مزاروں کے قریب اپنی قبریں بناتے ہیں ان کو اس بات سے کوئی فائدہ پہنچتا ہے تو انہوں نے جواباً کہا کہ تم کیا کر رہے ہو۔ اس نے پنکھا تیز کر دیا' پھر اس نے دوبارہ وہی سوال پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ تم یہاں کس کی خدمت کیلئے کھڑے ہو۔ صرف میرے ہی لئے کھڑے ہو اور تمہارے پنکھے کی ہوا یہ میرے پاس بیٹھنے والوں کو بھی لگتی ہے یا نہیں۔ اس نے کہا ٹھیک لگتی ہے۔ تو انہوں نے کہا کہ کیا تمہارے پنکھے سے خدا کا پنکھا ہلکا ہے۔ یہ بات سن کر سب کی تسلی ہو گئی کہ ایسی قبریں بنانے والوں کو ضرور فائدہ پہنچتا ہے۔ تقریر ختم ہونے پر جلسہ برخاست ہو گیا۔ حضرت صاحب قبلہ ایک دو آدمیوں کو ہمراہ لیکر سٹیشن کی طرف چلے گئے۔

اس کے بعد میں (مولوی مقصود احمد) اپنے ساتھیوں کے ہمراہ سٹیشن پر پہنچ گیا تو دیکھا کہ پلیٹ فارم کے ایک طرف جہاں وہ ختم ہوتا ہے' آپ تشریف فرما ہیں اور بہت سے لوگ آپ کے پاس بیٹھے ہوئے ہیں۔ ہم بھی وہاں چلے گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد اعلیٰ حضرت کیلیانوالے حضرت سید نور الحسن شاہ صاحب اپنے ایک بیلی کو ہمراہ لیکر وہاں پہنچ گئے۔ ابھی وہ کچھ فاصلے پر ہی تھے کہ حضرت صاحبؒ نے انہیں دیکھ کر بلند آواز سے فرمایا' پیر جی السلام علیکم۔ میں نے انہیں کبھی ہنستے نہیں دیکھا تھا۔ ہر وقت جلالت میں مخمور رہتے تھے مگر حضرت صاحبؒ کا السلام علیکم سنتے ہی زور زور سے ہنستے ہوئے اور یہ بات کہتے ہوئے آپ کے نزدیک آ گئے کہ آپ نے پہلے السلام علیکم لیکر اپنا نمبر اونچا کر لیا ہے۔ آپ کا نمبر ہمیشہ بلند ہی رہتا ہے۔ آپ نے فرمایا نہیں میں تو غریب آدمی ہوں۔ پھر آپ نے ایک آدمی سے فرمایا کہ یہاں میرے سامنے شاہ صاحب کے بیٹھنے کیلئے چادر بچھا دو۔ پھر دونوں کے درمیان راز و نیاز کی باتیں ہوتی رہیں۔ اتنے میں سٹیشن پر دونوں گاڑیاں پہنچ گئیں۔ ایک سیالکوٹ سے امرتسر جانے والی جس پر حضرت صاحب نے بیٹھنا تھا اور دوسری امرتسر سے سیالکوٹ

جانے والی تھی جس پر ہم نے اور حضرت کیلیانوالے شاہ صاحب نے بیٹھنا تھا۔ اب گاڑیاں کھڑی تھیں اور پلیٹ فارم پر لوگوں کا ہجوم تھا لیکن کوئی گاڑی پر سوار نہیں ہوتا تھا۔ حضرت صاحب تھوڑے فاصلے پر کھڑے تھے تو آپ نے بلند آواز سے کھڑک کر اعلیٰ حضرت کیلیانوالے شاہ صاحب سے فرمایا کہ پیر جی ان لوگوں کو کیوں نہیں سمجھاتے۔ یہ میری طرف دیکھ رہے ہیں کہ پہلے میں گاڑی پر سوار ہوں اس کے بعد یہ سوار ہوں تو پیر جی ان لوگوں کو سمجھا دو کہ میں ان سے پہلے کیسے سوار ہو سکتا ہوں۔ میں تو سب کو گاڑی پر چڑھا کر پھر چڑھوں گا۔ تو شاہ صاحب کیلیانوالے شریف نے اونچی آواز سے لوگوں سے کہا کہ دیکھو حضرت کرمانوالے کیسی اچھی بات فرما رہے ہیں کہ میں پہلے کیسے چڑھ سکتا ہوں۔ میں تو سب کو چڑھا کر پھر چڑھوں گا تو حضرت کیلیانوالے نے بلند آواز سے کہا کہ تمام لوگ فوراً گاڑی پر چڑھ جائیں۔ کوئی پیچھے نہ رہے۔ تو ایک منٹ میں تمام پلیٹ فارم خالی ہو گیا اور آپ تنہا کھڑے تھے۔ پھر آپ ایک کمرہ میں سوار ہو گئے۔ حضرت صاحب کرمانوالےؒ اور حضرت صاحب کیلیانوالےؒ کے درمیان بہت محبت اور اتفاق تھا۔ جب حضرت کیلیانوالے شاہ صاحب کا وصال مبارک ہوا تو ان ایام میں جو لوگ حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہوتے تو آپ فرماتے کہ پاکستان کے وزیر اعظم کا انتقال اب ہوا ہے کیونکہ اس کے چند دن پہلے لیاقت علی وزیر اعظم پاکستان شہید ہو گئے تھے۔ اس لئے آپ نے فرمایا کہ پاکستان کے حقیقی وزیر اعظم حضرت کیلیانوالے تھے۔ یہ بات ظاہر کرتی تھی کہ قبلہ حضرت صاحب پاکستان کے صدر اعظم ہیں اور حضرت صاحب کیلیانوالے آپ کے وزیر اعظم تھے۔ حضرت صاحب کرمانوالےؒ وقت کے قطب مدار اور غوث الاغیاث تھے۔

پاکستان بننے سے پہلے میں ایک دن رسول پور جماعت ہشتم کو پڑھا رہا تھا کہ میرے دل میں خیال آیا کہ چلو آج حضرت پیر کا کے شاہ صاحبؒ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر اپنے حضرت صاحب کرمانوالےؒ کی شان مبارک کا معلوم کرتا ہوں۔ حضرت پیر کا کے شاہ صاحبؒ بڑے کامل مجذوب بزرگ تھے جو اپنا لباس بالکل رکھتے

تھے۔ میں سائیکل پر جب آپ کے گاؤں سید انوالی شریف کے نزدیک پہنچا تو آپ ایک کھلے میدان میں کھڑے تھے اور آپ کے سامنے عورتوں اور مردوں کا ہجوم تھا۔ میں جا کر سائیکل سے اتر کر آپ کے سامنے لوگوں میں کھڑا ہو گیا تو آپ مجھے دیکھتے ہی تھوڑی دور جا کر پیشاب کرنے کیلئے بیٹھ گئے تو میں بھی سائیکل لیکر آپ کی جانب چل پڑا۔ ابھی ایک قدم کا فاصلہ تھا کہ آپ کھڑے ہو گئے اور میری طرف دیکھ کر اپنا دایاں بازو بلند اٹھا کر فرمایا حضرت صاحب کرماں والے کی شان مبارک بے شمار بے شمار بے شمار۔ پھر بازو نیچے کر لیا۔ میں نے آگے جا کر آپ کے ہاتھ مبارک کو چوم لیا۔

میرا یہ کام تھا کہ میں جماعت میں سکول میں لڑکوں کو پڑھاتا ہوا بھی حضرت صاحب کی شان مبارک کا اظہار کرتا رہتا تھا۔ میری جماعت میں ایک سید لڑکا محمد یوسف تھا۔ اس نے بتایا کہ میرے تایا جی حافظ پیر باغ علی شاہ صاحب جو کہ موضع اودا میں رہتے ہیں جو کہ بہت بڑے بزرگ ہیں اور لوگوں کو بیعت بھی کرتے ہیں۔ ایک دن میں کمرہ کے باہر کھڑا تھا کہ پیر باغ علی شاہ صاحب میری طرف گھوڑی پر سوار ہو کر تشریف لا رہے تھے۔ میں نے کسی لڑکے سے پوچھا یہ کون بزرگ ہیں۔ تو لڑکے نے بتایا یہ اوراشریف والے حافظ پیر باغ علی شاہ صاحب ہیں۔ میں نے فوراً دو چار پائیاں منگوا کر رکھ دیں۔ جب آپ میرے قریب آئے تو میں نے آگے بڑھ کر مصافحہ کیا تو آپ گھوڑی پر سواری کی حالت میں فرمانے لگے کہ بھائی مقصود احمد تم کیسے ایسے عالیشان بزرگ کے پاس پہنچ گئے۔ حضرت کرماں والے شاہ صاحب کی شان مبارک بہت ہی بلند اور بے انتہا ہے۔ جب گھوڑی سے نیچے اترے اور میرے قریب چار پائی پر بیٹھ گئے گھوڑی کو لڑکوں نے درخت سے باندھ دیا تو آپ مجھ سے فرمانے لگے کہ مجھے پہلے بھی حضور نبی کریم ﷺ کی حضوری مبارک ہوتی رہتی ہے مگر آج کی حضوری نہایت ہی مبارک ہوئی ہے۔ حضور انور ﷺ ایک شاندار نورانی منبر پر تشریف فرما ہیں اور لوگ اپنے اپنے درجے کے مطابق حضور کے سامنے بیٹھے ہوئے ہیں۔ اعلیٰ مرتبہ کے بزرگ پہلی صفوں میں ہیں اور دوسرے پچھلی صفوں میں ہیں۔ میں

بھی پچھلی صفوں میں بیٹھا ہوا تھا تو حضور انور ﷺ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا اسم مبارک لیکر پکارا کہ اے علیؓ فلاں قتل کا مقدمہ آپ کے سپرد کیا تھا آپ نے اس کا کیا فیصلہ کیا ہے۔ تو حضرت علیؓ سب سے پہلی صف میں کھڑے ہو گئے اور جواباً فرمایا' حضورؐ میں نے تمام مقدمہ حضرت صاحب کرمانوالے شاہ صاحب کے سپرد کر دیا ہے۔ تو بھائی مقصود احمد حضرت علیؓ کی یہ بات سن کر مارے جوش کے پھڑک اٹھا اور دل میں کہا کہ حضرت کرمانوالےؒ اتنے بلند شان کے بزرگ ہیں کہ ان کے سپرد حضرت علیؓ نے مقدمہ کر دیا ہے اور اپنے دل میں اپنے آپ کو کہا کہ ارے بے وقوف آج تک تمہیں حضرت کرمانوالےؒ کا پتہ ہی نہیں چلا جو ہمارے ملک پنجاب کے ہی رہنے والے ہیں۔ مگر ماسٹر مقصود احمد نے ان کو دیکھ لیا۔ پھر میں نے دل میں کہا کہ اب ان کو آواز پڑتی ہے تو وہ کھڑے ہوں گے۔ تو میں ان کی زیارت مبارک کر لوں گا۔ چنانچہ حضور انور ﷺ کی آواز مبارک پر آپ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی پہلی صف میں ہی کھڑے ہو گئے اور کاغذات کا پلندہ آپ کے ہاتھ مبارک میں پکڑا ہوا تھا۔ تو آپ نے عرض کیا کہ حضورؐ میں نے مقدمہ مکمل کر لیا ہے۔ اب صرف فیصلہ لکھنا باقی ہے تو حضور انور ﷺ نے فرمایا' شاباش بیٹھ جاؤ۔ تو بھائی مقصود احمد صاحب میرا دل چاہتا تھا کہ میں آگے بڑھ کر آپ کے دست مبارک اور پاؤں مبارک چوم لوں مگر میرا مرتبہ یہ نہیں تھا کہ میں آگے جا سکوں۔ پھر میں نے دل میں کہا کہ اچھا رات ختم ہوتی ہے تو دن کو گاڑی پر سوار ہو کر حضرت کرموں والے شریف پہنچ کر آپ کی زیارت کر لوں گا۔ جب دن روشن ہوا تو میں نے اپنے دل میں سوچا کہ میں بوڑھا اور کمزور آدمی ہوں اس لئے میرا حضرت کرموں والے شریف میں جانا بہت مشکل ہے۔ تو ماسٹر مقصود احمد نے حضرت صاحب کرماں والےؒ کی زیارت کی ہوئی ہے اور ان سے مصافحہ بھی کیا ہوگا' اس لئے میں رسول پور سکول میں جا کر مقصود احمد کی زیارت اور اس سے مصافحہ بھی کر لیتا ہوں۔ تو اس طرح مجھے بھی حضرت کرماں والے شاہ صاحب کا فیض مبارک مل جائے گا۔ تو بھائی مقصود احمد آپ کی ملاقات سے حضرت کرماں والے شاہ صاحب

کی ملاقات کرنے آیا ہوں۔ میں نے عرض کیا کہ جناب میں تو بہت غافل ہوں۔ تمام رات سویا رہتا ہوں۔ صرف نماز عشاء اور فجر ادا کرتا ہوں تو آپ نے فرمایا کہ تم بے شک سوئے رہو تمہارا خصم اور مالک تو جاگ رہا ہے۔ تمہیں اس بات کی کوئی فکر نہیں کرنا چاہئے۔ فکر ان کو ہوتی ہے جن کے مالک سوئے ہوئے ہوں۔ میں نے یہ بات کئی سال خفیہ رکھی کسی سے بیان نہ کی تو پاکستان بننے کے بعد میں حضرت صاحب کی خدمت میں اکیلا ہی بیٹھا تھا کہ آپ چارپائی پر لیٹے ہوئے ایک کتاب پڑھ رہے تھے جس میں کسی آدمی کا ذکر تھا کہ اس نے اس قسم کی بات چھپائی ہوئی تھی۔ مجھے بھی فوراً یہ بات یاد آگئی اور میں نے عرض کیا کہ حضور میرے پاس بھی ایک ایسی بات کئی سال سے خفیہ ہے۔ حضور چارپائی پر اٹھ کر بیٹھ گئے اور کتاب بند کر کے رکھ دی اور فرمایا تم جلدی سناؤ۔ تو میں نے یہ تمام واقعہ جو حافظ باغ علی شاہ صاحب نے کہا تھا وہ تمام لفظ بلفظ بیان کر دیا۔ تو حضرت صاحب بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ اچھا یہ بات مجھے لکھ کر دینا۔ اس وقت تک پیر باغ علی شاہ صاحب وصال پا چکے تھے۔ آپ نے فرمایا میرا سلام بھی ان کو پہنچا دینا۔ میں نے عرض کیا وہ انتقال فرما گئے ہیں اور ان کا مزار مبارک میرے سیالکوٹ کے راستے میں ہی ہے تو میں ہمیشہ وہاں سے گزرتے وقت حضرت صاحبؒ کی طرف سے ان کو سلام ہو سے دیا کرتا ہوں۔

میں (مقصود احمد) ایک دن شہر سیالکوٹ گیا ہوا تھا کہ چلو آج بابا جی محمد دین لوہار مجذوب بزرگ کی زیارت کرتے ہیں کیونکہ بابا محمد دین لوہار بہت بڑا قادری بزرگ تھا اور اپنے مکان کے پاس دکان میں بیٹھ کر لوہے کو گرم کر کے اس سے کوئی نہ کوئی چیز بناتا رہتا تھا۔ پھر میرے دل میں خیال آیا کہ حضرت صاحب ہمارے ساتھ ہیں۔ انہیں چھوڑ کر کسی دوسرے بزرگ کے پاس جانے کی کیا ضرورت ہے۔ پھر فوراً ہی دل میں یہ خیال پیدا ہو گیا کہ ہمارے حضرت صاحب چشمہ رحمت ہیں۔ وہاں ہی سے رحمت کا پانی بابا جی لوہار کی طرف بھی اور میری طرف بھی اور تمام جہاں کی طرف آ رہا ہے۔ بابا جی ہمارے پیر بھائی ہیں اس لئے ضرور ان کی خدمت میں جانا چاہئے۔

چنانچہ میں بابا لوہار کی دکان کے پاس جا کر کھڑا ہو گیا تو آپ نے اپنا کام چھوڑ کر بلند آواز سے مجھے فرمایا کہ مولوی جی آگے آ جاؤ۔ حضرت صاحب کر مانوالے "چشمہ رحمت ہیں" وہاں ہی سے رحمت کا پانی میری طرف اور تمہاری طرف اور تمام جہان کی طرف آ رہا ہے میں نے ان کے قریب جا کر ان کے ہاتھ مبارک چوم لئے۔

شہر سیالکوٹ کشمیری محلہ کی جامع مسجد میں حافظ سلمان صاحب رہتے تھے جو کہ بہت بڑے زبردست عالم تھے۔ بے شمار لڑکے ان سے دینی کتب پڑھا کرتے تھے۔ ان کے وصال کے بعد ایک اجنبی آدمی اس محلہ میں آیا اور اس نے لوگوں سے پوچھا کہ حافظ صاحب کا کوئی بیٹا ہے۔ لوگوں نے کہا ہاں ہے۔ اس نے اس سے ملاقات کرنے کی خواہش ظاہر کی۔ جب وہ لڑکا اس اجنبی سے ملا تو اس اجنبی نے اس لڑکے سے کہا کہ سورۃ مزمل اچھی طرح زبانی یاد کر دخواہ ایک ماہ لگے یا دس دن۔ اچھی طرح یاد کر لو۔ چنانچہ چند دن کے بعد حافظ صاحب کے لڑکے نے اس اجنبی سے مل کر کہا کہ میں نے سورۃ مزمل اچھی طرح زبانی حفظ کر لی ہے۔ تو اجنبی نے اسے کہا کہ رات کو عشاء کی نماز کے بعد اپنے مکان کی چھت پر وضو کر کے بیٹھ جانا اور اپنے ارد گرد ایک دائرہ کھینچ لینا اور سورۃ مزمل پڑھنا شروع کر دینا۔ اس کے بعد جو کچھ ہو گا تمہیں پتہ چل جائے گا۔ چنانچہ حافظ صاحب کے بیٹے نے حسب ارشاد سورۃ مزمل چھت پر بیٹھ کر پڑھنی شروع کر دی تو وہ اجنبی حقیقت میں ایک جن تھا جو فوراً اس لڑکے میں داخل ہو گیا۔ اب وہ دن روشن ہونے پر بازار میں ایک دکان کے برآمدہ پر بیٹھ گیا اور جن اس میں بولنے لگا۔ لوگ اکٹھے ہوئے تو اس جن نے کہا کہ میں تبت کے علاقے سے آیا ہوں اور میں نے ان کے والد صاحب سے عربی تعلیم حاصل کی ہے اس لئے میں اس لڑکے کی خدمت کرنے کیلئے آیا ہوں۔ اس لئے جو بات کسی نے پوچھنی ہے مجھ سے پوچھ لو میں بتا دوں گا۔ بہت سے لوگ اس کے پاس جمع ہو جاتے تو کوئی اپنی بیماری ظاہر کرتا تو وہ جن اسے مختلف ادویات کے نام بتا دیتا۔ کہ یہ کھا کر تندرست ہو جاؤ گے۔ اگر کوئی کسی تکلیف کیلئے دعا کراتے اس کے پاس آتا تو وہ دعا کر دیتا۔ تو پھر دعا

کرانے والے لوگوں سے کہتا کہ میں اس لڑکے کی خدمت کرنے کیلئے آیا ہوں کیونکہ میں ان کے والد مرحوم کا شاگرد ہوں۔ اس لئے میرے پاس کچھ نذرانہ رکھ دو۔ اس طرح صبح سے دوپہر تک وہ لڑکا وہاں بیٹھا رہتا اور بہت سے روپے اس کے پاس جمع ہو جاتے تو وہ جن اس سے نکل جاتا اور اس لڑکے سے کہتا کہ یہ رقم تم لے جاؤ۔ اس طرح بہت سے لوگ اس کے پاس آیا کرتے تھے اور اپنی اپنی مشکلات بیان کرتے تھے جنہیں وہ حل کر دیا کرتا تھا۔ ایک دن چند آدمی ایسے آئے جنہوں نے اس کے سامنے اپنی مشکلات بیان کیں تو جن نے جواب دیا کہ تمہارے اس مشکل کام کا حل میرے پاس نہیں' کسی اولیاء اللہ نیک آدمی کی طرف جاؤ' وہ تمہاری مشکل حل کر دے گا۔ ان لوگوں نے کہا' ہمیں تو کوئی پتہ نہیں کہ کس کے پاس جائیں' آپ ہی کسی بزرگ کا پتہ بتائیں' تو اس نے کہا کہ اس وقت شہر اوکاڑہ کے قریب حضرت کرمانوالے شریف میں ایسے حضرت صاحب موجود ہیں جن کا اسم مبارک سید محمد اسمٰعیل شاہ بخاری ہے۔ لوگوں نے پوچھا کہ تمہیں کس طرح ان کی بزرگی کا علم ہوا ہے۔ تو اس نے کہا کہ چند سال ہوئے' جنات کا بادشاہ پہاڑی علاقہ کی طرف سے جنات کا بہت بڑا لشکر ہمراہ لیکر کراچی کی طرف زبردست آندھی کی شکل میں چل پڑا' جس سے راستے میں آنے والے لوگوں کے مکانات گراتے آرہے تھے اور بڑے بڑے باغات اور درخت بھی جڑوں سے اکھاڑ دیئے۔ ہمارا لشکر اوکاڑہ سے ابھی دو تین میل کے فاصلہ پر تھا کہ حضرت صاحب کرمانوالے نے وہاں جا کر ہمارے بادشاہ کو گرفتار کر لیا اور اپنے ڈیرہ مبارک میں لا کر ایک کمرہ میں قید کر دیا۔ ہمارا تمام زور شور اور آندھی وغیرہ ختم ہو گئی۔ ہم حیران ہو کر خاموشی سے بیٹھ گئے۔ پھر ہم چار پانچ جن مل کر روزانہ انسانی شکل میں حضرت صاحب کی خدمت میں جایا کرتے اور نہایت عاجزی سے گڑگڑا کر عرض کرتے کہ ہمارے بادشاہ کو آپ چھوڑ دیں کہ ہم اپنے بادشاہ کے گرفتار ہونے پر بالکل ناکارہ ہو گئے ہیں تو حضرت صاحب فرماتے کہ تم یہاں آ کر ہمارے لنگر سے کھانا کھا لیا کرو اور نمازیں پڑھا کرو۔ مگر تمہارے اس خبیث بادشاہ کو

نہیں چھوڑیں گے کیونکہ اس نے پہاڑوں کی طرف سے آ کر لوگوں کا بہت نقصان کیا ہے۔ راستے میں آنے والے تمام مکانات گرا دیئے اور باغات اجاڑ دیئے ہیں۔ اسے چاہئے تھا کہ پہاڑوں کی طرف ہی رہتا۔ اب توبہ کرے گا کہ میں آئندہ آبادی کی طرف نہیں آؤں گا تو پھر چھوڑیں گے۔ آخر کئی دن کے بعد ہمارے گڑگڑانے اور عاجزی کرنے پر بادشاہ کو قید سے آزاد کیا اور اس کے کان پکڑوائے اور زمین پر ناک سے لکیریں نکلوائیں کہ سچے دل سے توبہ کرو کہ آئندہ آبادی کی طرف نہیں آؤں گا۔ اس نے سچے دل سے توبہ کر لی تو ہم بہت سے جنات آپ کی بیعت میں شامل ہو کر آپ کے مرید بن گئے۔ اس طرح سے مجھے ان کی شان مبارک کا علم ہوا ہے کہ اس زمانہ میں آپ کی شان مبارک کے برابر کوئی دوسرا بزرگ نہیں ہے۔

مجھے سائیں نور محمد بٹالوی بلیاں والی سرکار ؒ نے بتایا کہ میں ایک دفعہ رات کو حضرت صاحب کی خدمت میں اکیلا ہی بیٹھا ہوا تھا تو حضرت صاحب نے فرمایا کہ سائیں نور محمد تم بھی بڑے سمجھدار اور عقل مند آدمی ہو۔ یہ بتاؤ کہ قبلہ شرقپور والی سرکار حضرت میاں شیر محمد ؒ اپنے زمانے کے قطب مدار کے عہدہ پر فائز تھے۔ اب تم بتاؤ کہ ان کے بعد اس عہدے پر کون ہے تو سائیں نور محمد بٹالوی نے نہایت عاجزی سے عرض کیا کہ جناب اپنی عقل اور ہوش کو قائم رکھتے ہوئے میں عرض کرتا ہوں کہ اپنے وقت میں حضرت میاں صاحب قطب مدار تھے۔ ان کے بعد اب آپ اس اعلیٰ عہدہ (قطب مدار) پر ہیں تو آپ تھوڑی دیر سر مبارک نیچا کر کے خاموش ہو گئے تو پھر سائیں نور محمد نے عرض کیا کہ جناب جو کچھ میں نے بیان کیا ہے اس میں کوئی غلطی اور خامی تو نہیں ہے تو جناب نے فرمایا تم نے بالکل ٹھیک کہا ہے۔ اس میں کوئی غلطی اور خامی نہیں ہے۔

بزرگوں نے فرمایا ہے کہ۔

صحبت صالح ترا صالح کند   صحبت طالع ترا طالع کند

اسی طرح اولیاء اللہ کریم کے دوست ہوتے ہیں اس لئے اللہ کریم کی بہت سی صفات ان میں پیدا ہو جاتی ہیں۔ اپنی زبان مبارک سے جو کچھ فرما دیتے ہیں"

وہ پورا ہو جاتا ہے۔ کیونکہ

گفتہ او گفتہ اللہ بود گر چہ از حلقوم عبداللہ بود

میرا ایک بھائی چودھری غلام رسول پٹواری کوٹلی بھٹیاں میں رہتا تھا۔ اس کے دولڑکے اپنے گاؤں کی ایک لڑکی اغوا کر کے نارووال لے گئے اور لڑکی کو تنہا مجسٹریٹ کے سامنے بھیج دیا اور خود باہر کھڑے رہے۔ لڑکی نے مجسٹریٹ سے کہا کہ میرے والدین میری مرضی کے خلاف کسی نالائق اور برے آدمی سے میری شادی کرنا چاہتے ہیں۔ اس لئے آپ مہربانی کر کے میرے والدین کو لکھ دیں کہ جہاں لڑکی چاہتی ہے وہاں اس کی شادی کر دو۔

مجسٹریٹ بڑا سمجھدار تھا۔ اس نے کہا کہ تم اکیلی ہی آئی ہو یا تمہارے ساتھ کوئی اور ہے اس نے کہا میں تنہا ہی آئی ہوں۔ مجسٹریٹ نے کہا کہ تم نے یہ غلط بات کہی ہے۔ تمہارے ساتھ ضرور کوئی نہ کوئی آدمی ہے جو سیالکوٹ چھوڑ کر تمہیں اتنی دور یہاں لے آیا ہے۔ لڑکی کو اپنی حراست میں اندر ہی بٹھالیا اور دو سپاہیوں کو حکم دیا کہ باہر جا کر دیکھیں۔ جو آدمی اس کے ساتھ آیا ہے' اسے پکڑ لیں۔ وہ دونوں لڑکے دروازے کے قریب کھڑے تھے۔ یہ بات سن کر بھاگ گئے۔ چپڑاسی نے جا کر بتایا کہ ہمیں کوئی آدمی نظر نہیں آیا۔ پھر مجسٹریٹ نے لڑکی کو رعب اور غصہ سے کہا کہ تم بالکل سچی بات بتاؤ کہ تمہارے ساتھ کون آیا ہے ورنہ تمہیں بھی قید کر لوں گا۔ لڑکی نے خوف زدہ ہو کر بالکل تمام واقعہ بیان کر دیا کہ میرے ساتھ پٹواری غلام رسول کے دولڑکے آئے ہیں جو مجھے چوری نکال کر یہاں لے آئے ہیں۔ مجسٹریٹ لڑکی کو ہمراہ لیکر کوٹلی بھٹہ میں لڑکی کے والدین کے پاس پہنچ گیا اور غلام رسول اور اس کے لڑکوں کے خلاف لڑکی اغوا کرنے کا مقدمہ درج کر دیا۔ اس میں اپنا بیان بھی بطور شہادت درج کر دیا کہ واقعی یہ مقدمہ صحیح ہے۔ لڑکی اور اس کے والدین اور دوسرے لوگوں نے بھی غلام رسول

کے بیٹوں کے خلاف شہادت دی۔

چنانچہ مجسٹریٹ نے چند دنوں میں ہی مقدمہ کا فیصلہ کر کے غلام رسول پٹواری اور اس کے تمام لڑکوں یعنی آٹھ آدمیوں کو سات سات سال کی سزا سنا دی اور سب کو پکڑ کر حوالات بھیج دیا۔ مجھے پتہ چلا تو میں کوٹلی بسٹ پہنچ گیا اور غلام رسول کی بیوی سے مل کر کہا کہ میں تمہاری پیسوں سے یا کسی قانون سے کوئی مدد نہیں کر سکتا تم جیل خانہ میں اپنے خاوند غلام رسول سے ملاقات کرو اور اسے کہو کہ سچے دل سے دل میں ارادہ کر لے کہ اگر ہماری ضمانت ہو جائے تو میں ضرور قبلہ حضرت کرمانوالے سرکار کی خدمت میں حاضر ہو جاؤں گا۔ چند دن کے بعد ان سب کی ضمانت ہو گئی اور وہ جیل سے باہر آ گئے تو میں غلام رسول پٹواری کے ہمراہ حضرت کرماں والا شریف میں چلا گیا۔ اس وقت محرم شریف کا پہلا ہفتہ تھا۔ حضرت صاحبؒ بابا فرید الدین گنج شکرؒ کے عرس مبارک پر پاک پتن شریف گئے ہوئے تھے۔ میں بھی غلام رسول کو لیکر پاک پتن چلا گیا۔ حضرت صاحبؒ وہاں عیدگاہ میں اپنا قیام رکھتے تھے تو ہم بھی وہاں پہنچ گئے۔

حضرت صاحب علیہ الرحمۃ جس طرح حضرت کرماں والا شریف میں اپنا دربار لگا کر حاضر ہونے والے لوگوں کی مشکلات حل کرتے تھے ویسے ہی وہاں بھی عیدگاہ میں دو تین بار دربار لگاتے اور حاضرین کی مشکلات سن کر کہتے جاؤ اللہ خیر کرے گا۔ مجھے غلام رسول نے بتایا کہ میں بھی ان آدمیوں میں بیٹھتا ہوں۔ آپ ہر ایک سے اس کی بات دریافت کرتے آتے ہیں۔ مگر جب میرے نزدیک پہنچتے ہیں تو مجھے چھوڑ دیتے ہیں اور مجھ سے اگلے آدمی سے بات کرتے ہیں۔ اس لئے میں بڑا حیران ہوں۔ میں نے اسے کہا کہ تمہیں پریشان ہونے کی کوئی ضرورت نہیں۔ تمہارا مقدمہ بہت بڑا ہے جس کا حل انشاء اللہ حضرت صاحب واپس کرماں والا شریف پہنچ کر فرما دیں گے۔ چنانچہ آپ دو یوم کے بعد واپس حضرت کرماں والے شریف تشریف لے آئے اور ہم دونوں بھی آپ کے ساتھ ہی حضرت کرمانوالے شریف آ گئے۔ دوسرے

دن آپ ایک کھلے کمرہ میں چارپائی پر تشریف فرما تھے اور آپ کے سامنے قریباً بیس پچیس آدمی نصف دائرہ کی شکل میں بیٹھے ہوئے تھے۔ غلام رسول کو بھی میں نے وہاں بٹھا دیا اور پہلے اسے سمجھا دیا کہ یہاں پر حضرت صاحب کی خدمت میں بالکل سچی بات کہنا۔ پھر فائدہ ہوگا۔ کیونکہ انسان گناہ کرنے کا اقرار کرنے کے بعد خدا سے معافی مانگتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے معاف کر دیتا ہے۔ جیسا کہ قرآن میں (ربنا ظلمنا انفسنا) آتا ہے۔ اسی طرح بزرگوں کے پاس جو شخص اپنی غلطی کا اقرار کر کے معافی کا طلب گار ہوتا ہے تو بزرگان دین اُسے خدا تعالیٰ سے معافی دلوا دیتے ہیں۔

اس وقت حضرت کرماں والا شریف میں بجلی نہیں تھی۔ میں (مقصود احمد) کھڑا حضرت صاحب کو پنکھا سے ہوا دے رہا تھا تو آپ اپنی سامنے بیٹھے ہوئے ایک آدمی سے اس کا حال پوچھ رہے تھے۔ آپ درست بات کرنے کی تاکید فرماتے اور سچی بات کرنے والے کو فرماتے کہ جاؤ اللہ تعالیٰ خیر کر دے گا۔ جب غلام رسول کے قریب پہنچے تو اس سے بھی حالات دریافت کئے کہ تم کس لئے یہاں آئے ہو۔ اس نے ڈرتے ہوئے بالکل جھوٹی بات کہہ دی کہ جناب ہم نے لڑکی چوری اغوا نہیں کی۔ ویسے ہی ہمارے خلاف مقدمہ ہو گیا ہے۔ آپ جوش میں آگئے اور فرمایا کہ تم بالکل جھوٹ بکتے ہو۔ تمہارے ساتھ آٹھ آدمی کس طرح جیل میں چلے گئے ہیں اور سب کو سات سات سال قید کا حکم ہوا۔ کیونکہ تمہارے بیٹوں نے اپنے گاؤں کی ایک نابالغ لڑکی کو اغوا کیا تھا' جس کی وجہ سے تم سب کو یہ سزا مل گئی ہے۔ مگر غلام رسول نے یہ بات تسلیم نہ کی اور کہا کہ میرے لڑکوں نے کوئی لڑکی اغوا نہیں کی۔ آپ نے سامنے بیٹھے ہوئے بابا بلندے درویش سے کہا کہ جاؤ اس آدمی کو باہر بٹھا دو اور اس سے کہو کہ سچی بات کہے گا تو فائدہ ہوگا۔ میں (مولوی مقصود احمد) نے پانچ چھ منٹ بابا بلندے کے واپس آنے کا انتظار کیا لیکن وہ واپس نہ آیا تو میں نے اپنے دل میں سوچا کہ وہاں جا کر غلام رسول کو سمجھاتا ہوں تو میں نے پنکھا نیچے رکھا اور باہر ان دونوں کے پاس جا بیٹھا۔ میں نے غلام رسول سے کہا کہ مجھے بھی علم ہے کہ تمہارے بیٹوں نے لڑکی کو اغوا کیا تھا

لیکن تم نہیں مانتے۔ جب تک سچی بات کر کے اپنی غلطی کا اقرار نہیں کرو گے کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ کیا یہ صحیح بات نہیں کہ تمہارے لڑکے نے لڑکی کو اغوا کر کے نارووال مجسٹریٹ کے پاس لے گئے تھے۔ اس نے تسلیم کر لیا کہ واقعی میرے لڑکوں نے لڑکی کو اغوا کیا تھا۔

بابا بلندے نے کہا کہ یہ بات تم حضرت صاحب کے سامنے بھی کرو تب فائدہ ہوگا۔ بلندے نے کہا کہ تم یہاں ہی بیٹھو۔ میں خود جا کر حضرت صاحب کو بتاتا ہوں۔ چنانچہ بابا بلندہ اور میں (مقصود احمد) حضرت صاحب کی خدمت میں واپس چلے گئے۔ میں نے پنکھا کرنا شروع کر دیا تو بابا بلندہ نے حضرت صاحب سے عرض کیا کہ غلام رسول نے اپنی غلطی کا اقرار کر لیا ہے کہ واقعی میرے دونوں لڑکوں نے ایک نابالغ لڑکی کو اغوا کیا تھا جس کی وجہ سے ہمیں سات سات سال قید کی سزا ملی ہے۔ اب آپ خاموش ہو گئے اور اپنے پاس بیٹھے ہوئے اٹھارہ بیس آدمیوں سے کہا کہ تم مجھے مجسٹریٹ سمجھو۔ تمہارے مشورہ سے میں فیصلہ کروں گا۔ ان ملزموں نے لڑکی کو اغوا کیا ہے۔ اس لئے ان کے آٹھ آدمیوں کو سات سات سال سزا ہوئی ہے۔ اب ہمارے پاس انہوں نے معافی کی اپیل کی ہے۔ اب اس کے تین فیصلے ہو سکتے ہیں۔

1- پہلا فیصلہ تو یہ ہے کہ سب کو رہا کر دیا جائے۔
2- دوسرا فیصلہ یہ ہے کہ کچھ آدمی رہا کر دیے جائیں اور کچھ کو سزا ہو جائے۔
3- تیسرا فیصلہ یہ ہے کہ ملزمان کی سزا بڑھا دی جائے۔

میں نے تم سب کو اپنا مشیر کار سمجھ لیا ہے۔ تم جو فیصلہ کرو گے میں بھی اس کے مطابق فیصلہ سناؤں گا۔ سب کے شروع میں بابا سمندہ بیٹھا تھا۔ آپ نے اس سے پوچھا کہ بابا سمندہ تم اپنا فیصلہ سناؤ کہ کیا کرنا چاہئے مگر سوچ سمجھ کر ہوش سے بیان کرنا۔ کیونکہ مقدمہ بڑا شدید قسم کا ہے۔ اس نے ہاتھ باندھ کر عرض کیا کہ حضور تمام ملزموں کو بری کرنا چاہئے۔ آپ نے فرمایا کہ تم تو فوراً ہی گر پڑے ہو۔ دوبارہ پھر سوچ کر بتاؤ۔ اس نے دوبارہ بھی وہی جواب دیا کہ جناب تمام کو بری کریں۔ پھر آپ نے دوسرے آدمی کو اشارہ کیا کہ تم بتاؤ۔ اس نے بھی یہی کہا کہ تمام ملزموں کو

بری ہونا چاہیے۔ پھر آپ نے باری باری تمام آدمیوں سے دریافت کیا تو سب نے پہلے آدمی کا سنا دیا کہ سب کو بری ہونا چاہیے۔ حضرت صاحب چارپائی پر بیٹھے ہوئے تھے۔ فوراً سر مبارک نیچے کر لیا اور کہنے لگے تمام آدمیوں نے سب ملزموں کو بری کر دیا ہے۔ اب میں کیا بات کروں۔ کبھی سر کو نیچے کرتے اور کبھی سر کو آسمان کی طرف کرتے اور دو تین بار ایسے کر کے بابا بلندہ سے کہا کہ جاؤ غلام رسول سے کہو کہ تم لاہور اپیل کر دو۔ انشاء اللہ سب بری ہو جاؤ گے۔ بابا بلندہ واپس گیا اور جا کر غلام رسول کو مبارک دی کہ حضرت صاحب نے تمہیں بری کر دیا ہے۔ لہٰذا تم اپیل کر دو اس کے بعد غلام رسول اپنے گاؤں کوٹلی بھٹہ میں واپس آ گیا اور لاہور ہائیکورٹ میں اپیل دائر کر دی۔ دو تین ماہ کے بعد غلام رسول کو حکم ہوا کہ فلاں تاریخ کو ہائی کورٹ پہنچ جاؤ۔ تمہاری اپیل کا فیصلہ کیا جائے گا۔

غلام رسول نے بیان کیا کہ جج اونچی کرسی پر بیٹھا تھا اور مقدمہ کے تمام کاغذات اس کے سامنے پڑے ہوئے تھے۔ سرکاری وکیل آ کر جج کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ اس نے ہم ملزموں کے خلاف باتیں شروع کر دیں۔ جج صاحب وکیل کی بات کو بھی سنتے اور کاغذات کو ساتھ ساتھ پڑھتے جاتے اور کبھی سر کو ہلا دیتے۔ جیسے کہ کہتے ہیں کہ یہ بات غلط لکھی ہے۔ جب سرکاری وکیل اپنے تمام دلائل مکمل کر چکا تو وہ کچہری سے باہر چلا گیا۔ وکیل کے باہر جانے کے تھوڑی دیر بعد مجسٹریٹ نے اپنے چپڑاسی سے کہا کہ وکیل کو باہر سے پکڑ لاؤ۔ جب وکیل اندر آیا تو جج صاحب نے اس سے کہا کہ چوہدری صاحب ملزمان کے خلاف اگر کوئی اور بات ہے تو وہ بھی بیان کر دیں تا کہ پھر آپ کو یہ افسوس نہ رہے کہ میں یہ بات کرتا تو ملزم بری نہ ہوتے۔ جج کے منہ سے وکیل یہ بات سن کر چلا اٹھا اور کہنے لگا کہ کیا آپ ان شدید الزامات والے ملزمان کو بری فرما رہے ہیں۔ جج صاحب نے جواب دیا کہ میرے خیال اور عقل میں غور کرنے سے یہ آیا کہ یہ تمام مقدمہ بالکل غلط اور جھوٹا ہے نہ لڑکی ناروا لگی ہے اور نہ آئی ہے۔ مجسٹریٹ ناروال

کا بیان بناوٹی ہے۔ اس لئے میں ان سب کو بری کرتا ہوں۔ واقعی یہ بات صحیح ہے۔

حدیث: لایرد القضا الا بدعاء الفقراء

ترجمہ "تقدیر کبھی بدل نہیں سکتی مگر بزرگوں کی نظر کرم سے بدل جاتی ہے"۔

فارسی شعر ہے۔

اولیاء را ہست قدرت از الہ　　　　تیر جستہ باز گردانند از راہ

حضرت صاحب کا ارشاد کبھی غلط نہیں ہو سکتا تھا۔ آپ تمام روئے زمین میں قطب مدار کے درجے پر فائز تھے۔ اسی طرح بہت سے قتل وغیرہ کے مقدمات آیا کرتے تھے جنہیں آپ صحیح حالات سن کر بری فرمادیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ کسی درویش نے عرض کیا کہ آپ بڑے بڑے ظالموں اور قاتلوں کو بری کردیتے ہیں تو آپ نے فرمایا کہ ہمارے پاس صرف رحم کی اپیل آتی ہے۔ اس لئے ہم سزا دینے کی بجائے معاف کردیتے ہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ ہمارے پاس وہی لوگ آتے ہیں جنہیں خدا نے بری کرنا ہوتا ہے۔

شروع پاکستان میں میں نے اخبار میں پڑھا کہ علامہ یعقوب نے مفتی حبیب کا نکاح ایک لڑکی سے کردیا۔ لڑکی کے وارثوں نے مفتی حبیب پر مقدمہ کردیا جس پر اسے دو سال کی سزا مل گئی۔ اخبار میں ساتھ یہ بھی لکھا تھا کہ علامہ یعقوب صاحب نے چونکہ یہ نکاح کیا ہے اس لئے ان پر بھی مقدمہ چلایا جائے گا۔ مجھے یہ بات پڑھ کر بڑی فکر ہوگئی کہ علامہ صاحب ہمارے مذہب اہلسنت و جماعت کے بہت بھاری واعظ اور مقرر ہیں۔ ان کو سزا ہوگئی تو ہمارا ستیاناس ہوجائے گا۔ اس لئے میں سائیکل لیکر اسی دن علامہ صاحب کی خدمت میں سیالکوٹ شہر حاضر ہوکر بیان کیا کہ میں نے اخبار میں یہ الفاظ پڑھے ہیں۔ علامہ صاحب نے کہا کہ واقعی میں نے بھی پڑھا ہے۔ اس لئے بڑی پریشانی ہے۔

میں نے کہا آپ نے اس بات کا کیا علاج سوچا ہے۔ علامہ صاحب نے جواب دیا کہ مجھے تو کوئی سمجھ نہیں کہ میں کیا کروں۔ میں نے کہا کہ میں تمہیں بزرگوں کا پتہ بتاتا ہوں۔ کہنے لگا آپ بتادیں۔ میں نے بتایا کہ حضرت صاحب کرماں والے

شریف والے موجود ہیں۔ آپ ان کی خدمت میں جائیں۔ کہنے لگا کہ تم بھی میرے ساتھ چلو تو پھر میں انشاء اللہ وہاں چلا جاؤں گا۔ چنانچہ چند دنوں کے بعد ہم دونوں حضرت کرماںوالے شریف پہنچ گئے۔ ابھی جامع مسجد کی تیاری نہیں ہوئی تھی۔ آپ کیکر کے سایہ میں بیٹھے ہوئے تھے اور لوگ آپ کے سامنے بیٹھے ہوئے تھے۔ ہم دونوں بھی حضرت صاحب کے سامنے لوگوں کے پاس بیٹھ گئے۔ اسی وقت اوکاڑہ سے چند لڑکے آ کر آپ کے سامنے بیٹھ گئے۔ یہ تمام لڑکے اوکاڑہ میں دینی تعلیم حاصل کر رہے تھے۔ عربی گرائمر کی کتب اور دوسری مشکل مسائل کی کتب پڑھ رہے تھے۔ آپ نے ان سے گرائمر کا ایک سوال پوچھا۔ وہ جواب نہ دے سکے۔ علامہ صاحب نے عرض کیا حضور میں جواب دوں تو آپ نے کہا مجھے معلوم ہے کہ تمہیں ہر مسئلہ یاد ہے اور پڑھا ہوا ہے۔ پھر علامہ صاحب نے اپنے مقدمے کا حال عرض کرنا شروع کر دیا اور کہا کہ میرے دل میں بہت خطرہ پیدا ہو گیا ہے کہ مجسٹریٹ مفتی حبیب کی طرح مجھے بھی سزا نہ سنا دے تو حضور نے یہ بات سن کر فرمایا کہ اس مجسٹریٹ کو جو تمہیں سزا سنائے تھپڑ مار کر اڑا دیں گے۔ تمہاری ہوا تک بھی اسے نہ پہنچے گی اور مفتی حبیب بھی اچھا آدمی ہے۔ وہ بھی اپیل کرنے پر بری ہو جائے گا۔ اس کے بعد ہم دونوں واپس سیالکوٹ آ گئے۔ ہم نے چند روز کے بعد اخبار میں یہ پڑھ لیا کہ مفتی حبیب بھی بری ہو گئے ہیں۔ اس کے بعد جب بھی علامہ صاحب سے میری ملاقات ہوتی تو آپ بہت خوش ہو کر مجھے ملتے اور حضرت صاحب کی تعریف کرنا شروع کر دیتے۔ کہتے تھے آدمی کا ولی اللہ بننا کوئی مشکل نہیں۔ تھوڑی سی ریاضت کرنے پر اللہ کا ولی بن سکتا ہے مگر آدمی کا عالم بننا بہت مشکل ہے۔ ولی اللہ تو میں نے بہت دیکھے ہیں لیکن قبلہ حضرت کرماںوالے روحانیت کی طرح علم میں بھی اعلیٰ فضیلت کے مالک ہیں۔ آپ بہت زبردست عالم دین ہیں۔ علامہ صاحب اپنے جمعہ مبارک کے واعظ میں حضرت صاحب کا ذکر کرتے رہے۔

پاکستان قائم ہونے کے شروع میں میں آپ کی خدمت میں چلا گیا۔ آپ صبح

کی نماز کے بعد صحن میں چارپائی پر بیٹھے تھے۔ میں بھی آپ کے پاس نیچے بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک نوجوان میرے پاس آ بیٹھا۔ حضرت صاحب نے اسے دیکھ کر فرمایا مولوی مقصود احمد یہ شخص وہابی ہے۔ اس نے فوراً کہا حضور اب میں وہابی نہیں ہوں۔ آپ ہر وقت میرے ساتھ ہوتے ہیں۔ یہ میرا ایمان بن گیا ہے۔ آپ نے فرمایا کیسے تمہیں یقین ہے کہ میں تمہارے ساتھ ہوں تو اس نے بتایا کہ موسم گرما میں میں اپنے گھر کے بڑے کمرے میں دوپہر کو چارپائی پر سو گیا اور سونے کی حالت میں میرا ستر ننگا ہو گیا تو آپ نے فوراً میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے جگایا تو فرمایا بیٹا اپنا کپڑا درست کرو۔ تمہارے اردگرد تمہاری مائیں' بہنیں پھر رہی ہیں۔ میں نے آنکھیں کھول کر دیکھا تو واقعی میں ننگا ہو گیا تھا تو پھر کپڑے کو درست کرنے لگا۔ اتنے میں حضور کمرہ سے باہر تشریف لے گئے تو میں جلدی سے چارپائی سے اٹھ کر جناب کے پیچھے بھاگ کر گیا لیکن آپ مجھے کہیں نظر نہ آئے۔

اسی طرح آپ کی تلاش میں میں کبھی کمرہ کے اندر آتا اور پھر کمرہ سے بھاگ کر باہر جاتا۔ میری والدہ صاحبہ نے پوچھا بیٹا کیا ماجرا ہے کہ کبھی کمرہ میں آتے اور کبھی باہر جاتے ہو۔ میں نے جواب دیا کہ کمرے میں حضرت صاحب کرمانوالے شاہ صاحب تشریف لائے تھے اور مجھے جگا کر فوراً کمرہ سے باہر تشریف لے گئے۔ میں اس لئے دوڑ کر باہر آیا کہ شاید مجھے نظر آ جائیں والدہ نے کہا لیکن مجھے نظر نہیں آئے۔ میں نے والدہ سے کہا تمہیں اگر نظر نہیں آئے تو نہ سہی۔ آپ تو میرے پاس کھڑے ہو کر اور مجھے بیدار کر کے باہر چلے گئے ہیں۔

دوسرا واقعہ اس نے یہ بتایا کہ قرآن شریف کی آیت مبارکہ وما ارسلنک الا رحمۃ اللعالمین کی تفسیر اور ترجمہ کا متلاشی تھا مگر کسی عالم نے میری تسلی نہ کی تو ایک رات نماز عشاء کے بعد جب میں سو گیا تو سوتے ہی میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک جلسہ لگا ہوا ہے اور بے شمار لوگ بیٹھے ہوئے ہیں اور جناب ایک اونچے منبر پر تشریف فرما ہیں اور مندرجہ بالا آیت کی تفسیر اور ترجمہ لوگوں کو سنا رہے ہیں۔ میں تمام رات جلسہ سنتا

رہا جس سے میرا پختہ یقین ہو گیا کہ حضور میرے ساتھ ہی ہیں۔ میں نے کہا کیا تو نے یہ حدیث مبارک تمہیں سنی ہے کہ جناب نے مجھے فرمایا کہ مولوی مقصود احمد جلد ہی اس کو وہ حدیث سناؤ۔ میں نے پڑھا قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من عرفہ نفسہ فقد عرفہ ربہ و من عرفہ ربہ افلا یخفہ علیہ شیء یعنی حضور کی حدیث مبارکہ ہے کہ جس شخص نے نفس امارہ کی شرارتوں کو پہچان لیا اور اس سے محفوظ ہو گیا تو اس نے اپنے رب کو پہچان لیا اور جس نے رب کو پہچان لیا اس پر کوئی چیز پوشیدہ نہیں رہتی۔ تو حضرت صاحب نے فوراً اپنا ہاتھ بلند کر کے اور آسمان کی طرف اشارہ کر کے فرمایا:

فلا یخفہ علیہ شیء ولا فی السماء ولا فی الارض (آل عمران پارہ 3)

"یعنی زمین اور آسمان کی کوئی چیز اس سے پوشیدہ نہیں رہتی"۔

ایک دفعہ مولانا عنایت اللہ صاحب مرحوم سانگلاہل والے عرس مبارک کے موقعہ پر حدیث شریف انا مدینتہ العلم و علی بابہا یعنی حضور انورؐ نے فرمایا کہ میں علم کا شہر ہوں اور حضرت علیؓ اس علم کے شہر کا دروازہ ہیں۔ انہوں نے بتایا کہ آؤ پہلے دروازے کے علم کا حساب لگاتے ہیں کہ کس قدر ہے۔ پھر اس سے حضور انورؐ کے مکمل علم غیب کا پتہ چل جائے گا۔ چنانچہ ایک دفعہ حضرت علی کھلے میدان میں کھڑے تھے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام سمندر سے مچھلی کا ایک چھوٹا سا بچہ اپنے ہاتھ کی مٹھی میں بند کر کے حضرت علیؓ کے پاس آ گئے اور پوچھا کہ جناب بتایئے کہ میرے ہاتھ میں کیا ہے۔ دو منٹ کی خاموشی کے بعد آپ نے فرمایا کہ میں نے تمام زمینوں اور آسمانوں کا چکر لگایا ہے تو ایک جگہ سمندر میں ایک مچھلی اپنے چھوٹے بچے کی تلاش میں پھر رہی ہے اور یہ کہہ رہی تھی کہ شاید کوئی میرا بچہ پکڑ کر لے گیا ہے تو جبرئیل علیہ السلام نے مٹھی کھول کر بتایا کہ واقعی یہ مچھلی کا بچہ ہی ہے۔ پھر جبرئیل علیہ السلام نے دوبارہ فرمایا کہ آپ اب بتائیں کہ جبرئیل کہاں ہیں تو پھر حضرت علیؓ نے دو منٹ کی خاموشی کے بعد فرمایا کہ میں نے تمام آسمانوں اور زمینوں کا چکر لگا کر دیکھا ہے اور مجھے جبرئیل علیہ السلام کہیں

نظر نہیں آیا۔ معلوم ہوتا ہے ہم دونوں میں سے ایک شخص جبرئیل علیہ السلام ہے۔ خواہ میں ہوں یا آپ ہیں۔ سبحان اللہ! کتنا عظیم علم غیب حضرت علیؓ کا تھا تو اس سے ثابت ہوا کہ حضور نبی کریم ﷺ کے بے حساب علم غیب کا ہم اندازہ نہیں کر سکتے۔

اسی طرح شروع پاکستان میں جب حضرت صاحبؒ پکا چک یعنی حضرت کرماں والہ شریف میں تشریف فرما ہوئے تو ایک نوجوان لڑکا اپنے باہر جنگل میں کنوئیں پر بیٹھ کر خوش الحانی سے نعتیں پڑھ رہا تھا تو اسے ایک جن اٹھا کر اپنے ملک تبت میں لے گیا۔ اس کے والدین لڑکے کی تلاش کرتے رہے۔ دو سال کے بعد ہمارے ایک پیر بھائی نے اس لڑکے کے متعلق اس کے والدین سے دریافت کیا تو انہوں نے کہا ہم نے بہت تلاش کیا لیکن ہمیں کوئی پتہ نہیں چلا تو ہمارے پیر بھائی نے ان کو بتایا کہ یہاں سے تین میل کے فاصلے پر موضع پکا چک میں حضرت کرماں والے تشریف فرما ہیں۔ تم لوگ آج ہی وہاں جا کر حضور سے یہ بات بیان کرو انشاء اللہ لڑکا آپ کو مل جائے گا تو وہ آدمی عصر کے وقت حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہو گئے اور اپنے گم شدہ لڑکے کی بات بیان کر دی تو حضرت صاحب نے بتایا کہ اب تم واپس اپنے گھر چلے جاؤ۔ صبح سورج طلوع ہونے پر یہاں آ جائیں۔ جب وہ لوگ دوسرے دن آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے دیکھ لیا کہ ان کا گم شدہ لڑکا حضرت صاحبؒ کے پاس بیٹھا ہوا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اس کو جن اٹھا کر فلاں علاقہ میں لے گیا تھا اور اس کا نکاح اپنی بیٹی سے کر دیا تھا جس سے اس لڑکے کا بیٹا بھی اس لڑکی کے ہاں پیدا ہو گیا ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک درویش نے آ کر حضرت صاحب کو بتایا کہ باہر ڈیوڑھی کے اندر ایک داڑھی والا بلند قد شخص اور ایک برقعہ پوش لڑکی کھڑی ہے۔ جس نے اپنا بیٹا اٹھایا ہوا ہے۔ اس آدمی نے مجھے کہا ہے کہ حضرت صاحب ہمارا ایک آدمی اٹھا لائے ہیں۔ اس لئے شاہ صاحب سے کہو کہ وہ آدمی ہمارے حوالے کر دے تو آپ نے ہنس کر اپنے پاس بیٹھے ہوئے آدمیوں کو بتایا کہ یہ وہی جن ہے جو لڑکے کو لے گیا تھا۔ اب وہ اپنی بیٹی کے ہمراہ آ گیا ہے تو آپ نے پیغام لانے والے درویش سے کہا کہ تم جا کر ان سے کہو کہ تم لوگ آتشی ہو اور وہ لڑکا خاکی ہے۔

اس لئے وہ تمہارے ساتھ نہیں رہ سکتا۔ یہاں سے فوراً چلے جاؤ اور اپنی بیٹی کا نکاح دوسرے جن سے کرو تو اس جن نے زمین پر زور سے پاؤں مار کر کہا کہ ہم ایسے ہی خالی نہیں جائیں گے۔ جب تک لڑکے کو اپنے ہمراہ نہ لے جائیں تو حضرت صاحب نے کمرہ سے باہر نکل کر مسجد کے چبوترہ پر کھڑے ہو کر نہایت غصہ سے فرمایا کہ تم یہاں سے جاتے ہو یا میں ابھی تمہیں جلادوں تو وہ فوراً بھاگ گیا اور غائب ہو گیا۔ اس واقعہ سے حضرت صاحب کے علم غیب کا پتہ چلا کہ آپ نے بھی تمام ملکوں کا چکر لگا کر دیکھ لیا کہ وہ لڑکا کہاں ہے۔

حضور اپنے وعظ مبارک میں بیان فرمایا کرتے تھے کہ جب پرندہ ہد ہد حضرت سلیمان علیہ السلام کا خط لیکر ملکہ بلقیس کو پہنچا کر واپس آیا تو اس نے بتایا کہ بلقیس کے پاس ایک بہت بڑا خوبصورت سونے چاندی کا بنا ہوا تخت ہے جو کہ بیس گز چوڑا اور تیس گز لمبا اور بیس گز اونچا ہے اس تخت کو بلقیس نے سات مقفل کمروں میں بند کر دیا ہے اور خود آپ کی طرف چل پڑی ہے تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے درباریوں سے کہا کہ کوئی ایسا آدمی تم میں ہے جو اس تخت کو بلقیس کے یہاں پہنچنے سے پہلے میرے پاس لے آئے تو آپ کے ایک درباری جن جس کا نام عفریت نے کہا کہ میں آپ کی کچہری چھوڑنے تک یعنی تین چار گھنٹوں کے بعد تخت یہاں لے آؤں گا تو آپ نے اس کی بات سے نفرت کا اظہار کیا تو پھر آپ کے درباری ایک آدمی نے جو کتاب کا علم جانتا تھا کھڑے ہو کر آپ سے فرمایا کہ میں اس تخت کو جناب کی آنکھ جھپکنے سے پہلے یہاں لے آتا ہوں۔ چنانچہ آپ نے دیکھا تو وہ تخت آپ کے سامنے پڑا ہوا ہے تو آپ نے فرمایا اس میں تھوڑی سی تبدیلی کر دو تا کہ دیکھیں ملکہ بلقیس اس کو پہچانتی ہے یا کہ نہیں۔ جب شہزادی آپ کے پاس آئی تو تخت دیکھ کر بولی کہ یہ تخت تو میرا ہی ہے تو اس نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی طاقت کا اندازہ لگایا۔ فوراً مسلمان ہو کر آپ کے نکاح میں آ گئی تو اس کے بعد حضرت صاحب فرمایا کرتے تھے کہ کیا اس تخت کو آدمی اٹھا کر لایا تھا؟ نہیں نہیں! بلکہ اللہ کریم نے قرآن شریف میں فرمایا ہے کہ جب ہم کسی کام کے کرنے کا ارادہ کرتے ہیں تو کن کا لفظ پکارتے ہیں تو فیکون (وہ کام فوراً ہو جاتا ہے) اسی طرح اولیاء اللہ کی شان ہے

کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے درباری ولی اللہ نے تخت کو دیکھ کر کن فیکون کا لفظ پکارا تو تخت وہاں سے گم اور یہاں پر ظاہر ہو گیا۔ تو اسی طرح قبلہ حضرت صاحبؒ نے اس نوجوان کا پتہ کر کے لفظ کن فرمایا تو وہ لڑکا وہاں سے گم ہو گیا اور یہاں مسجد میں ظاہر ہو کر بیٹھ گیا۔ سبحان اللہ! حضرت صاحب کی یہ شان کیسی اعلیٰ تھی! جس کا شمار ہی نہیں ہو سکتا۔

اسی طرح ایک دفعہ جناب اپنے چند مریدوں کے ساتھ کراچی گئے۔ روزانہ مختلف بازاروں میں آپ چکر لگایا کرتے تھے۔ ایک دن آپ اپنے دو تین مریدوں کے ہمراہ بازار میں گئے تو ایک مکان پر ایک بوڑھا آدمی پریشان کھڑا دیکھا۔ اس کے پاس جا کر پوچھا کہ تم پریشان کیوں ہو۔ اس نے روتے ہوئے کہا کہ میرا ایک ہی بچہ تھا جو کہ کئی سال سے گم ہے۔ آپ نے فرمایا کہ ہم بھی اپنے رب تعالیٰ کی تلاش میں ہیں۔ آؤ ہمارے ساتھ ساتھ دونوں مل کر تلاش کرتے ہیں۔ نزدیک ہی ایک مسجد آ گئی۔ آپ نے فرمایا کہ تم (بوڑھا آدمی) اندر جا کر بیٹھو۔ ہم وضو کر کے اندر آتے ہیں۔ جب آپ وضو کر کے گئے تو دیکھا کہ وہ لڑکا اپنے باپ کے پاس بیٹھا ہے۔ بوڑھے نے کہا کہ حضور مبارک ہو کہ میرا گم شدہ لڑکا مل گیا ہے۔ لڑکے سے پوچھا کہ تم کس طرح آئے ہو۔ اس نے کہا مجھے جن اٹھا کر کشمیر کے پہاڑوں پر لے گیا تھا۔ میں وہاں مختلف پھل کھا کر گزارا کیا کرتا تھا۔ آج یہ حضرت صاحب مجھے دکھائی دیئے تھے۔ میرے پاس جا کر فرمانے لگے بیٹا تم فلاں آدمی کے بیٹے ہو۔ میں نے عرض کیا کہ ٹھیک میں اسی آدمی کا بیٹا ہوں۔ پھر آپ نے مجھے فرمایا کہ آنکھیں بند کرو۔ جب میں نے آنکھیں کھولیں تو اپنے آپ کو یہاں مسجد میں کھڑا پایا۔ سبحان اللہ آپ کا یہ عمل بھی کن فیکون کے عمل سے ہوا۔

میرا بڑا لڑکا انوار احمد بھٹہ گورنمنٹ ہائی سکول چونڈہ میں جماعت دہم میں پڑھتا تھا اور ایک رشتہ دار کے گھر قیام پذیر تھا۔ وہ رخصت پر گاؤں آیا ہوا تھا تو ایک رات مجھ (مولوی مقصود احمد بھٹہ) سے ناراض ہو کر گھر سے نکل گیا۔ میں نے دوسرے دن چونڈہ جا کر پتہ کیا۔ انہوں نے کہا کہ اپنے کپڑوں کی گٹھڑی اٹھا کر چلا گیا ہے۔ پتہ

نہیں کہاں گیا ہے۔ میری یہ حالت تھی کہ جب کوئی مشکل پیش آتی تو قبلہ حضرت صاحب کی خدمت میں جوابی لفافہ تحریر کر کے بھیج دیا کرتا تھا۔ یہ واقعہ پاکستان بننے سے قبل کا ہے۔ میں دوسرے دن بذریعہ گاڑی حضرت صاحب کی خدمت میں حضرت کرموں والا شریف میں پہنچ گیا۔ آپ ایک چارپائی پر آرام فرما رہے تھے۔ میں نے اپنے بیٹے کے گم ہونے کا واقعہ عرض کر دیا۔ آپ نے چارپائی پر آرام کرتے ہوئے پہلو بدل کر اپنے چہرے کا رخ دوسری طرف کر لیا اور تین چار منٹ کے بعد فرمایا مولوی مقصود احمد واپس چلے جاؤ۔ لڑکا آپ کو مل جائے گا مگر اس کو غصے نہ ہونا۔ جب میں بذریعہ ریل گاڑی لاہور پہنچا تو گاڑی سے اتر کر میں مسافر خانے میں گیا تو وہاں ایک بنچ پر انوار احمد کو بیٹھے ہوئے دیکھا۔ میری اس سے ملاقات ہوگئی۔ میں اسی وقت ریل گاڑی پر سوار کر کے اسے اپنے ہمراہ سیالکوٹ لے آیا اور گاؤں (باجرہ گڑھی) میں واپس جا کر اس سے سفر کے حالات دریافت کیے۔ اس نے بتایا کہ میں رات کو قریبی مسجد میں جا کر سویا کرتا تھا اور دن کو بازار میں پھرتا۔ آج میں ایک دکان کے قریب کھڑا تھا کہ حضرت صاحب کی شکل وصورت کا ایک آدمی میرے پاس آیا اور مجھے پوچھا کہ بیٹا تم گھر سے ناراض ہو کر آئے ہو۔ اب کیا ارادہ ہے۔ وہ بزرگ مجھے ایک عجائب گھر کی طرف لے گئے اور دو روپے کا ٹکٹ مجھے اپنی جیب سے خرید کر دے دیا اور عجائب گھر کے دروازے پر جا کر مجھے کہا کہ یہ گٹھڑی مجھے دے دو۔ تم اندر جا کر ایک ایک چیز غور سے دیکھتے جاؤ۔ میں گٹھڑی انہیں دے کر اندر چلا گیا۔ ابھی دو تین منٹ ہی میں اندر رہا تو میرے دل میں خیال آیا کہ میں دیکھوں کہ وہ آدمی گٹھڑی لے کر نہ چلا جائے تو وہ وہاں دروازے پر نہیں تھے۔ گٹھڑی گم ہونے پر میں پریشان ہو گیا اور سیالکوٹ واپس آنے کیلئے اسٹیشن پر پہنچ گیا۔ اس طرح آپ نے مجھے دیکھ لیا اور اپنے ہمراہ لے آئے۔ اس واقعہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے چارپائی پر لیٹے لیٹے شہر سیالکوٹ اور لاہور میں اپنی روحانی طاقت سے چکر لگا کر دیکھ لیا کہ لڑکا کہاں کھڑا ہے اور اپنا حلیہ بدل کر لڑکے کے پاس پہنچ گئے۔ سبحان اللہ ان مذکورہ واقعات

سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ اپنی روحانی قوت سے تمام روئے زمین اور آسمانوں پر چکر لگالیا کرتے تھے۔ اس طرح گم شدہ چیز کو تلاش کرلیا کرتے تھے۔ جس طرح قرآن شریف میں حضرت سلیمان کے ایک درباری کا بلقیس کا تخت پلک جھپکنے میں لانے کا ذکر ہے تو حضور نبی اکرم ﷺ کے اولیاء اللہ حضرت سلیمان کے امتی درباریوں سے زیادہ طاقت رکھتے ہیں۔

میرے لڑکے انوار احمد بھٹہ نے جب میٹرک کا امتحان پاس کرلیا تو میں نے اسے محکمہ نہری میں بھرتی کروادیا۔ میں چنددن کے بعد قبلہ حضرت صاحب کی موجودہ جگہ پر پہنچا تو آپ نے مجھے دیکھتے ہی فرمایا مولوی مقصود احمد تم نے انوار احمد کو بھرتی کروادیا ہے۔ ابھی اسے مزید پڑھانا تھا بھرتی کیوں کروایا۔ حضرت صاحب اپنے غلاموں کی اولاد اور والدین سے بھی محبت رکھتے تھے۔ چنانچہ اس دن نماز ظہر تک یہی بات فرماتے رہے کہ ابھی انوار احمد کو ملازم نہیں کرنا تھا۔ آخر آخری بار فرمایا کہ کیا اس کی تنخواہ چھ سات ہزار لگ جائے گی۔ میں نے عرض کیا حضور کی نظر کرم سے لگ جائے گی۔ حالانکہ اس وقت وہ 60 روپے پر تعینات ہوا تھا اور آخر کار ملازمت کے دوران تین چار ہزار تنخواہ حاصل کرتا رہا۔ پھر ریٹائرڈ ہو کر قطر چلا گیا اور وہاں جا کر بہت زیادہ تنخواہ لیتا رہا اور اپنی حاصل کردہ تنخواہ سے میری اور اپنے تمام بہن بھائیوں کی مالی مدد کرتا رہا۔

پاکستان بننے کے تھوڑے عرصہ بعد میں جسمانی بیماری مرض خارش سے شدید بیمار ہو گیا۔ بہت علاج کیا لیکن کوئی فائدہ نہ ہوا۔ اپنے بیٹے منور احمد بھٹہ کو حضرت صاحب کی خدمت میں بھیج دیا۔ میری والدہ صاحبہ انہی دنوں وفات پا چکی تھیں۔ میں نے اپنے دل میں کہا یہ کیا ہی اچھا ہو کہ قبلہ حضرت صاحب میری والدہ مرحومہ سے متعلق کوئی خوش خبری سنادیں۔ منور احمد سے یہ بات نہ کہی۔ صرف دل میں سوچا منور احمد نے واپس گاؤں آکر بتایا کہ جب میں دوسرے لوگوں کے ہمراہ حضرت صاحب کے سامنے بیٹھا تھا تو ہر ایک آدمی سے پوچھتے تھے کہ تم کہاں سے آئے ہو اور کیا کام ہے۔ ہر ایک کو فرماتے اللہ تعالیٰ رحم کردیں گے۔ مگر مجھے دیکھتے ہی فرمایا بیٹا! تمہاری

دادی صاحبہ وفات پا چکی ہیں۔ میں نے عرض کیا جی ہاں! ٹھیک ہے۔ وہ فوت ہو چکی ہیں۔ پھر آپ نے فرمایا کہ آپ بہت پڑھی ہوئی تھیں کہ ہر وقت قرآن شریف اور دیگر فارسی کتب پڑھتی رہتی تھیں اور جو کوئی مرد و عورت رشتہ دار انہیں ملنے کیلئے آتا تو اپنے پاس بٹھا کر بہت سے شریعت کے مسائل بتاتی رہتی تھیں۔ (یہ بات حضرت صاحب نے بالکل درست فرمائی تھی) پھر فرمایا ان کا اپنا ایک عمل بھی بہت تھا مگر میرے بیٹے منصور احمد کا انہیں بہت فائدہ پہنچا ہے۔ اس کے بعد منور احمد سے میرا حال پوچھا کیا تمہارے والد صاحب بیمار ہیں تو منور نے کہا جی حضور! بیمار ہیں تو آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ بہت جلدی صحت عطا کر دیں گے۔ چنانچہ منور احمد کے واپس آنے کے بعد میں سیالکوٹ مشن ہسپتال میں برائے علاج داخل ہو گیا۔ وہاں ایک انگریز ڈاکٹر تھا تو اس نے مجھے دیکھتے ہی کہا کہ کم از کم ایک ماہ یہاں داخل رہو تو پھر صحت یاب ہو گے۔ تو وہ روزانہ دو وقت بیماروں کو دیکھتا تھا۔ اس نے جو نسخہ تجویز کیا اس کے کھانے اور استعمال کرنے سے میں پہلے تین روز میں ہی بالکل صحت یاب ہو گیا اور جسم پر بیماری کا کوئی نام و نشان بھی نہ رہا۔ جب وہ چوتھے دن راؤنڈ پر آیا تو اس کے ساتھ انگریز عورتیں بھی تھیں۔ میں نے اپنے بازو اور ٹانگیں ننگی کر کے اسے دکھایا کہ جناب میں اب بالکل تندرست ہو گیا ہوں۔ مجھے آپ چھٹی دے دیں۔ میں گھر جا کر آپ کا نسخہ استعمال کرتا رہوں گا۔ تو وہ مجھے تندرست دیکھ کر پہلے بہت حیران ہو گیا۔ پھر خوش ہو گیا اور مجھے چھٹی دے دی اور یہاں سیالکوٹ میں میرے بچوں کی خالہ مسمات رفاقت بی بی جو ہماری پیر بہن بھی تھیں! اسے رات خواب میں میری مرحومہ والدہ صاحبہ کی زیارت ہوئی تو اس نے پوچھا اماں جی! کیا حال ہے۔ انہوں نے خواب میں بتایا کہ پڑھا اور سنا بھی تھا کہ قبر میں منکر نکیر صرف تین سوالات پوچھتے ہیں۔ ما ربک وما دینک وما تقول فی ھذا الرجل یعنی تمہارا رب کون ہے اور تمہارا مذہب کیا تھا اور سامنے کھڑے بزرگ کے متعلق کیا جانتے ہو؟

منکران سوالات کے علاوہ اور کئی سوالات کرتے ہیں۔ سب کے صحیح جوابات دیئے

رہی۔ ایک سوال کا جواب میں نے درست نہ دیا تو ان فرشتوں نے آنکھیں سرخ کرلیں اور جوش میں آ گئے۔ میں دل میں ڈر گئی کہ اب ان سے مجھے کون چھڑائے گا تو اسی وقت حضرت صاحبؒ وہاں میرے پاس پہنچ گئے اور فرشتوں سے فرمانے لگے کہ یہ آمنہ بی بی تو ہماری بیٹی ہے۔ یہ بات سن کر فرشتے فوراً غائب ہو گئے اور میری قبر انتہائے نظر تک فراخ ہو گئی اور قبر میں اوپر کی طرف بجلی کا بلب سا روشن ہو گیا۔ اس لئے اب میں بہت آرام سے ہوں۔ یہ بات اس بات کا ثبوت ہے کہ قبلہ حضرت صاحب اپنے غلاموں کے والدین کا بھی بہت زیادہ خیال اور ہمدردی فرماتے تھے۔

میری بیٹی غلام صدیقہ اپنے گاؤں باجڑہ گڑھی سے پانچ چھ میل کے فاصلے پر موضع مست پور میں لڑکیوں کے سکول میں پڑھاتی تھی۔ وہ وہاں گئی ہوئی تھی کہ 1965ء میں اسی رات ہندوستانی فوج نے ہمارے علاقے پر حملہ کر دیا۔ حملہ ہونے کے بعد ہم تمام لوگ بالکل خالی ہاتھ اپنے گھروں سے نکل کر سیالکوٹ شہر آ گئے۔ اور میری لڑکی اپنے وہاں اپنے گھر والوں کے ساتھ رہی۔ اس کے متعلق ہمیں علم نہ تھا کہ وہ زندہ ہے یا وفات پا چکی ہے مگر مست پور والے رشتہ داروں نے اپنے وہاں کے رشتے داروں کی فاتحہ خوانی بھی کی اور ختم بھی دلوا دیئے۔ میں نے یہ بات سن کر کہا کہ میں تو ابھی اس قسم کی کوئی بات نہیں کرتا۔ میں قبلہ حضرت صاحب کی خدمت میں جاؤں گا اور وہاں سے دریافت کروں گا۔ چنانچہ جنگ بند ہونے کے بعد میں حضرت کرمانوالے شریف میں چلا گیا اور میں نے اپنے دل میں سوچا ہوا تھا کہ حضور کے سامنے ہوتے ہی زور زور سے رونے لگ جاؤں گا تو آپ پوچھیں گے کہ کیا بات ہے تو میں عرض کروں گا کہ جناب نہ ہمارا گھر رہا نہ گھاٹ۔ دشمن نے تمام گھر اور سامان کو آگ لگا کر جلا دیا ہے۔ ان دنوں حضرت صاحب کچھ بیمار تھے اور کوٹھی کے درمیان بڑے کمرے میں لیٹے رہتے تھے۔ میں جب باقی ساتھیوں کو چھوڑ کر تنہائی میں کوٹھی کے برآمدہ میں کھڑا ہو گیا تو میرے کھڑے ہوتے ہی آپ نے ابراہیم سے (جو آپ کے پاس کھڑا تھا) دریافت کیا کہ کون ہے تو اس نے عرض کیا کہ مولوی مقصود احمد باجڑہ

گڑھی والے۔ آپ نے یہ بات سنتے ہی اپنا ہاتھ اونچا کر کے بلند آواز سے فرمایا کہ یہ بادشاہ ہو گئے ہیں' بادشاہ ہو گئے ہیں۔ بادشاہ ہو گئے ہیں۔ آپ نے یہ جملہ تین دفعہ فرمایا تو یہ فرمان سنتے ہیں میری تمام پریشانیاں ختم ہو گئیں تو اس بات کا یہ نتیجہ نکلا کہ میرے بڑے لڑکے انوار احمد نے پیسے بھیج کر پہلے گاؤں کا عالیشان مکان بنایا اور پھر تمام بہن بھائیوں کی مالی امداد کر کے سب کو علیحدہ علیحدہ پختہ مکانات شہر سیالکوٹ میں بنوا دیئے۔ چنانچہ انوار احمد کے اپنے دو مکان کراچی میں ہیں اور یہاں سیالکوٹ میں منور احمد' مختار احمد اور ان کی ہمشیرہ غلام صدیقہ ان سب کے علیحدہ علیحدہ پختہ مکانات بن گئے ہیں۔ چھوٹی لڑکی لاہور میں ہے۔ اس نے لاہور میں ہی ایک پختہ مکان ڈیڑھ لاکھ میں خرید لیا ہے۔ میری اولاد میں پانچ لڑکے اور دو لڑکیاں ہیں جن میں سے سب کے علیحدہ علیحدہ مکانات بن گئے ہیں۔ صرف ایک لڑکے فتح اللہ کا مکان ابھی نہیں بنا۔ اس نے بھی سیالکوٹ میں پلاٹ خرید کر لیا ہوا ہے۔ وہ بھی انشاء اللہ جلدی مکان تیار کرے گا۔ دیگر بات یہ ہے کہ میں نے بھی حج کر لیا ہے اور میرے چاروں لڑکوں اور ایک بیٹی نے بھی حج کر لیا ہے۔ صرف ایک بیٹا اور بیٹی نے حج نہیں کیا۔ انشاء اللہ وہ بھی قبلہ حضرت صاحب کی نظر کرم سے حج کر لیں گے۔ اب رات کو نماز عشاء کے بعد کمرہ کے اندر حضرت صاحب کی خدمت میں چلا گیا۔ وہاں دو آدمی حاجی شفیق احمد اور عبدالغنی کھڑے تھے۔ ایک طرف ابراہیم بھی کھڑا تھا تو آپ نے فرمایا کہ مجھے اٹھاؤ۔ جب آپ کو اٹھایا جاتا تو آپ فرماتے حاجی شفیق ان ظالم ہندوؤں نے ہم پر حملہ کیا ہے۔ ان کو بودھیوں سے پکڑ کر پانی میں غرق کر دو اور تمام برہمن اور ہندو عورتوں کو پکڑ لاؤ۔ پھر فرماتے لٹا دو۔ پھر چند منٹ پر فرماتے مجھے اٹھاؤ اور پھر وہی الفاظ دہراتے کہ عبدالغنی ان کافروں نے ہم پر حملہ کیا۔ ان تمام برہمنوں اور ہندوؤں کو بودھیوں سے پکڑ پکڑ کر پانی میں ڈبو دو اور ان کی تمام عورتیں پکڑ لاؤ تو عبدالغنی نے سن کر عرض کیا کہ اتنی عورتوں کو ہم کیا کریں گے۔ آپ نے فرمایا عورتوں کو مسلمان کر کے چار چار کو تمہارے ساتھ نکاح کر دیں گے۔ میں نے بھی اپنی بیٹی صدیقہ کے

متعلق عرض کیا کہ غلام صدیقہ کے متعلق بھی آپ فرمائیں کہ کیا وہ زندہ ہے۔ یا شہید ہوگئی ہے تو آپ نے فرمایا کہ وہ زندہ ہے اور ہم اس کے ساتھ ہیں اور بالکل آرام سے رہتی ہے۔ میں نے عرض کیا پھر اس کو واپس لانے کیلئے مہربانی فرمائیں۔ آپ نے فرمایا جلدی آجائے گی فکر نہ کرو۔ چنانچہ جب ہم واپس سیالکوٹ آئے تو چند دن کے بعد ریڈیو میں غلام صدیقہ نے اعلان کر دیا کہ میرا نام غلام صدیقہ ہے۔ میرے والد صاحب کا نام مولوی مقصود احمد بھٹہ ہے اور میں موضع باجرہ گڑھی کی رہنے والی ہوں۔ چنانچہ ایک دو ماہ میں وہ کراچی آگئی۔ جب وہ واپس گھر آئی تو ہم نے اس سے تمام حالات دریافت کئے تو اس نے بتایا کہ گاؤں کے تمام لوگ چونڈہ کی طرف بھاگ گئے تھے۔ ہم دس بارہ مرد عورتیں ایک گھر میں ہی اکٹھے تھے۔ دشمن کی فوج مست پورے آگے جنوب کی طرف بہت دور آگے نکل گئی تھی تو چھ سات دن وہاں ہی رہے تو ایک دن ہمارا ایک آدمی گائے کو پکڑ کر پانی پلانے کیلئے تالاب پر لے گیا تو ہندوستانی فوج کے ایک مسلمان افسر نے اسے دیکھ لیا اور پوچھا کہ تم یہاں ہی ہو۔ اس نے کہاں ہاں ہم یہاں ہی ہیں۔ اس نے کہا اگر میں تمہیں چونڈہ یا سیالکوٹ کی طرف بھیجوں تو اس طرف دونوں طرف سے فائر ہو رہے ہیں۔ اس نے ٹرک بھیج دیا جس پر ہم سب عورتیں اور مرد بیٹھ گئے۔ ٹرک پر آگے دو سکھ ڈرائیور بیٹھے تھے۔ انہوں نے کہا کہ ہم براستہ جموں دہلی جائیں گے۔ صدیقہ بتاتی ہے کہ ابھی گاؤں سے تھوڑی دور کھلے میدان میں ہم گئے تھے کہ پاکستان کی طرف سے ایک ہوائی جہاز آتا نظر آیا۔ وہ دونوں ڈرائیور ٹرک سے اتر کر سڑک سے دور ایک مورچہ میں جا کر چھپ گئے۔ جب ہوائی جہاز ہماری طرف نہ آیا ہم سے دور فاصلے پر گولہ باری کر کے چلا گیا تو دونوں سکھ ڈرائیور آ کر کہنے لگے کہ معلوم ہوتا ہے کہ تم میں سے کوئی سید ہے جس کی وجہ سے اس ٹرک کی طرف جہاز نے رخ ہی نہیں کیا تو وہ ہاتھ جوڑ کر کہنے لگے کہ ہمارے لئے دعا کریں کہ ہم بھی تمہارے ساتھ محفوظ رہیں۔ تو پھر انہوں نے ہمارے آگے ٹرک پر چادر باندھ کر پردہ کر دیا تو یہ واقعہ حضرت صاحب کے اس فرمان مبارک کا پہلا ثبوت

ہے کہ ہم ان کے ساتھ ہیں اور آپ کی بیٹی غلام صدیقہ راضی خوشی ہے۔ پھر ہم جموں سے ہوتے ہی دوسرے دن صبح دہلی جیل خانہ میں چلے گئے اور ٹرک سے اتر کر مرد علیحدہ کمرہ میں اور عورتیں علیحدہ کمرے میں چلی گئیں۔ تھوڑی دیر بعد جیل کا داروغہ جو برہمن تھا ہمارے کمرے میں آیا۔ اس کے پاس ہم سب کے ناموں کی فہرست تھی۔ اس نے فہرست کو دیکھ کر کہا کہ غلام صدیقہ استانی کون ہے تو غلام صدیقہ نے کہا کہ میرا نام غلام صدیقہ ہے تو داروغہ صاحب نے کہا کہ "بیٹی مجھے چچاجی کے نام سے پکارا کرو اور جس چیز کی خواہش ہو یا کوئی تکلیف ہو تو مجھ سے بیان کر دیا کرو۔ جب وہ چلا گیا تو میں اور دوسری عورتیں کمرے سے باہر نکلیں تو وہاں ہندو پاگل عورتیں جیل خانہ میں پھر رہی تھیں۔ جب کسی ہندو لڑکی سے ہمارا کپڑا لگ جاتا تو وہ ہندو لڑکیاں بہت ناراض ہوتیں اور کہتیں یہ مسلمان عورتیں کہاں سے آ گئی ہیں۔ ہمارے ساتھ چھو کر ہمارے کپڑے بھرشٹ (پلید) کر دیئے ہیں۔ میں بہت پریشان ہوئی۔ اتنے میں رات کا کھانا آ گیا جس میں روٹیاں اور دیگچی میں دال پڑی ہوئی تھی اور دال میں تیل کا تڑکا لگا ہوا تھا جس میں ہم نے ذرا برابر بھی دال نہیں کھائی۔ صبح جب داروغہ دورہ کرتے ہوئے ہمارے کمرے میں آئے تو میں نے کھڑے ہو کر کہا چچاجی ہمیں تیل کے تڑکے والی بھاجی کھانے کی عادت نہیں ہے۔ اس لئے ہمارے حصہ کا سالن میں تڑکہ نہ لگایا کریں۔ داروغہ صاحب میری بات سن کر بہت ہنسے اور کہنے لگے کہ جیل میں تو تیل کا ہی تڑکہ ملتا ہے اور اب میں کوئی دوسرا انتظام کروں گا۔ جب دوسرے وقت کا کھانا آیا تو داروغہ صاحب نے ہمارے حصہ کا سالن دیگچی میں ڈال کر اس میں دیسی گھی گرم کروا کر ڈال دیا جب ہمارے پاس روٹی اور سالن آیا تو ہم نے دال میں پڑے ہوئے دیسی گھی سے روٹیاں چوپڑیں اور دال بھی کھالی۔ جب ہندو عورتوں کو یہ پتہ چلا کہ ان کی دال میں دیسی گھی کا تڑکا لگا ہوا ہے تو وہ اپنے برتن لے کر میرے پاس آ گئیں اور کہنے لگیں کہ ہمیں معلوم ہوا ہے کہ تمہارے سالن میں دیسی گھی پڑا ہوا ہے تو میں نے سب کی پیالیوں میں تھوڑی تھوڑی بھاجی (سالن) ڈال دی تو وہ بہت خوش ہوئیں۔

پھر جب میں کمرہ سے باہر جاتی تو وہ بڑی محبت سے ملتیں اور میرا ہاتھ پکڑ کر چومتیں اور میرے بیٹھنے کیلئے کپڑا زمین پر بچھا دیتیں تو وہ جیل خانہ ہمارے لئے ایک گھر بن گیا۔ یہ واقعہ قبلہ حضرت صاحب کے ان کے ہمراہ ہونے کا دوسرا ثبوت ہے۔ پھر جب دونوں ملکوں میں سمجھوتا ہوا تو قیدی اپنے اپنے ملک میں واپس چلے گئے تو میری بیٹی اور اس کے ساتھی بھی بذریعہ بحری جہاز کراچی آ گئے۔

ڈاکٹر نذیر احمد بھٹہ شہر سیالکوٹ رنگ پورہ میں رہنے والا میرا پھوپھی زاد بھائی تھا۔ وہ جب بھی مجھے ملتا تو حضرت صاحب کی کرامات سن کر بہت خوش ہوتا۔ ایک دفعہ پشاور سے مجھے خط لکھا کہ میں فلاں تاریخ کو گھر آ رہا ہوں۔ آپ مجھے قبلہ حضرت صاحب کی خدمت میں اپنے ہمراہ لے چلیں۔ رنگ پورہ میں ان کے گھر کے قریب ہی وہابیوں کی ایک جامع مسجد تھی جس میں وہابیوں کا بہت بڑا عالم حکیم محمد صادق سیالکوٹی نماز کی امامت کراتا اور درس دیتا تھا۔ ڈاکٹر نے ایک دن اس کا درس سن لیا۔ جب میں اس کے پاس پہنچا تو وہ میرے ساتھ ٹال مٹول کرنے لگا۔ مجھے بہت غصہ آ گیا۔ میں نے کہا مجھے معلوم تھا کہ تم ضرور حکیم محمد صادق کے پاس بیٹھ کر اپنے خیالات بھول جاؤ گے۔ میں تمہیں ہمراہ لیکر جاؤں گا تو وہ خاموش ہو گیا اور کہنے لگا آپ مجھے غصہ نہ ہوں۔ میں ضرور آپ کے ساتھ حضرت صاحب کی خدمت میں جاؤں گا۔ ان دنوں قبلہ حضرت صاحب موجودہ قیام گاہ حضرت کرمانوالہ شریف میں نہیں آئے تھے بلکہ پاکپتن شریف کی عیدگاہ میں ہی قیام فرما تھے۔ ہم نماز عشاء کے بعد وہاں پہنچے تو حضرت صاحب آرام فرما رہے تھے اور باقی لوگ بھی سوئے ہوئے تھے۔ ہم بھی نماز پڑھ کر سو گئے۔ جب صبح کی نماز باجماعت پڑھ لی حضرت صاحب ایک علیحدہ چارپائی پر جا کر بیٹھ گئے تو ہم دونوں بھی آپ کے نزدیک جا کر بیٹھ گئے۔ ڈاکٹر کے پاس سٹیتھوسکوپ تھی۔ اسے دیکھ کر آپ نے فرمایا مولوی مقصود احمد مجھے معلوم ہوتا ہے کہ تمہارا یہ ساتھی ڈاکٹر ہے۔ میں نے کہا کہ یہ پشاور کے سب سے بڑے ہسپتال میں انچارج ہے تو آپ نے ڈاکٹر سے فرمایا ڈاکٹر صاحب! آؤ میری

نبض دیکھ کر بتاؤ کہ میں کون کون سی بیماری میں مبتلا ہوں۔ ڈاکٹر صاحب نے اٹھ کر آپ کے جسم کے مختلف حصوں پر ٹوٹی لگا کر ملاحظہ کیا اور پھر آ کر میرے پاس بیٹھ گیا تو آپ نے فرمایا مولوی مقصود احمد کاپی اور قلم لے کے میرے پاس بیٹھ جاؤ اور ڈاکٹر صاحب نے میرے جسم کے تمام حصوں کو اچھی طرح سے دیکھ لیا ہے۔ جو جو بیماری یہ بتاتے ہیں' لکھتے جاؤ لیکن ڈاکٹر بالکل خاموشی سے بیٹھا رہا۔ اس نے کوئی بات نہ کہی تو پھر آپ نے ڈاکٹر سے فرمایا ڈاکٹر صاحب تم نے بڑی اچھی طرح سے دیکھا ہے۔ میری جو بیماری آپ نے دیکھی ہے' وہ کیوں تحریر نہیں کرواتے تو ڈاکٹر کہنے لگا کہ جناب میں نے آپ کے جسم کا ہر حصہ نہایت غور سے دیکھا ہے۔ مجھے آپ کے جسم مبارک میں ذرا بھر بھی کوئی بیماری نظر نہیں آئی۔ آپ نے فرمایا کہ میرا تو بال بال بیماری میں مبتلا ہے۔ ڈاکٹر نے کہا کہ جناب وہ بیماری دوسری ہے جو ہمارے دیکھنے میں نہیں آ سکتی۔

ایک آدمی آپ کیلئے صبح کا ناشتہ لیکر آ گیا جس میں ایک تھالی میں کھچڑی اور لسی کا جگ تھا اور اس میں مکھن بھرا ہوا تھا۔ آپ نے فرمایا مقصود احمد ڈاکٹر صاحب کو کمرہ میں بٹھا کر یہ کھانا اسے دے دیں۔ ڈاکٹر صاحب نے چونکہ اسی وقت واپس جانا تھا' اس لئے حضرت صاحب نے اسے علیحدہ بٹھا کر تمام ذکر اذکار بتا دیئے تو ڈاکٹر اسی دن واپس سیالکوٹ آ گیا اور میں وہاں ہی رہا۔ پھر ڈاکٹر جب تک زندہ رہا' حضرت صاحب کی خدمت میں پچاس روپے ماہوار بذریعہ ڈاک نذرانہ بھیجتا رہا۔

میرا ایک پیر بھائی ملتان شریف کا رہنے والا ڈاکٹر عبداللہ جو پہلے سیالکوٹ میں رہتا تھا۔ پھر وہ منٹگمری میں چلا گیا تھا۔ اس نے مجھے کہا کہ بھائی مقصود احمد تم سیالکوٹ سے یہاں میرے پاس آ جاؤ۔ وہاں دشمن کا حملہ عنقریب ہونے والا ہے۔ میں تمہیں یہاں ملازمت دلوا دوں گا۔ میں نے اس سے کہا کہ آپ حضرت صاحب سے میرے یہاں آنے کا ذکر کریں۔ اگر حضرت صاحب نے یہاں آنے کی اجازت دی تو میں آپ کے پاس آ جاؤں گا۔ ظہر کے بعد اس نے مجھے بتایا کہ میں نے تین دفعہ حضرت صاحب سے تمہارے یہاں آنے کے متعلق سوال کیا۔ تیسری دفعہ پوچھنے پر آپ نے

فرمایا کہ ڈاکٹر صاحب کیلئے ہو گئے ہو۔ کیوں اس غریب کو قبل از وقت مہاجر بناتے ہو۔ ہم نے تو اس گاؤں کو قیامت تک نہیں چھوڑنا۔ میری تسلی ہو گئی تو میں آرام سے وہاں رہنے لگا۔ جب 1965ء میں دشمن کے حملہ کرنے پر تمام لوگ گاؤں سے نکل آئے تو ہم بھی شہر سیالکوٹ آ کر دو تین سال تک قیام پذیر رہے اور پھر گاؤں واپس جا کر عالیشان مکان تیار کرایا اور اب ہر سال وہاں حضرت صاحب کا سالانہ عرس ہوتا ہے جس میں حضرت بابا جی میر طیب علی شاہ صاحب سجادہ نشین حضرت کرماں والے شریف تشریف لایا کرتے ہیں تو باجرہ گڑھی اور گردونواح کے دیہات سے بے شمار لوگ حضرت صاحب کی بیعت میں شامل ہو گئے ہیں۔

ہمارے گاؤں سے نزدیک دوسرا گاؤں موضع سلیم ہے جس سے ایک لڑکا منظور احمد قبلہ حضرت صاحب سے بیعت کر کے دس بارہ سال تک حضرت کرما نوالے شریف میں رہا۔ پھر اس کا والد چراغ دین بھی آپ کی بیعت میں شامل ہو گیا مگر اس کا دادا مسمی برکت علی کسی دوسرے بزرگ کا مرید تھا جو شکر گڑھ کی طرف سے ان کے گاؤں آیا کرتا تھا۔ بابا برکت علی نے بتایا کہ میں ایک دفعہ کسی کام کیلئے گجرات گیا تھا۔ وہاں جا کر میرے دل میں خیال آیا کہ بابا کرم الٰہی (کانواں والی سرکار) کی زیارت کرنی چاہئے۔ میں اس کے ڈیرا مبارک پر چلا گیا۔ بابا کرم الٰہی کے سامنے بے شمار لوگ بیٹھے ہوئے تھے۔ میں بھی ان میں جا کر بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر بعد سرکار نے فرمایا سب آدمی چلے جاؤ کوئی یہاں نہ رہے۔ تو تمام آدمی فوراً اٹھ کر چلے گئے چند آدمی بیٹھے رہے۔ میں بھی ان کے ساتھ بیٹھا رہا۔ تو پھر سرکار نے فرمایا کہ تم بھی چلے جاؤ ورنہ تمہارا بوٹا اکھاڑ دوں گا۔ پھر باقی تمام لوگ چلے گئے صرف میں تنہا بیٹھا رہا۔ پھر تیسری دفعہ سرکار نے غصہ سے کہا کہ میں نے تمہارا بوٹا اکھیڑ دیا ہے۔ اس بات کا مجھ پر ایسا اثر ہوا کہ میری تمام روحانی اور جسمانی طاقت ختم ہو گئی ہے۔ جب میں گاؤں واپس آیا تو نماز پڑھنے کیلئے مسجد میں جانے کے لئے دل نہیں چاہتا تھا' ہر وقت پریشان رہتا تھا۔ میرے چند پیر بھائی اسے ہمراہ لیکر حضرت کرما نوالہ شریف میں

حضور کی خدمت میں حاضر ہو گئے تو انہوں نے تمام واقعہ بابے کرم الٰہی والا حضرت صاحب کی خدمت میں بیان کر دیا۔ تو آپ نے نہایت ہی عمدہ مثال دیکر فرمایا کہ رات کو جب بچے باہر کھیلتے ہیں تو ایک لڑکا اٹھ کر خشک لکڑیاں پکڑ کر زمین میں گاڑنا شروع کر دیتا ہے تو دوسرے لڑکے اسے پوچھتے ہیں کہ کیا کر رہے ہو تو وہ کہتا ہے کہ میں باغ لگا رہا ہوں۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک دوسرا لڑکا اٹھ کر ان لکڑیوں کو زمین سے اکھیڑنا شروع کر دیتا ہے تو دوسرے لڑکے اسے پوچھتے ہیں کہ تم کیا کر رہے ہو تو وہ جواب دیتا ہے اس کے باغ میں لگائے ہوئے پودے اکھیڑ رہا ہوں۔ تو جناب نے فرمایا' اسی طرح ایک بچے نے تمہارا پودا لگایا تھا اور دوسرے بچے نے تو فوراً اکھیڑ کر اسے پھینک دیا ہے اگر کسی مرد نے لگایا ہوتا تو پھر کوئی نہ اکھاڑتا۔ اب جدھر مرضی ہے جاؤ کوئی تمہارا بال بھی بیکا نہیں کرے گا۔ تو پھر ہم نے دیکھا کہ بابا برکت علی دن رات ہی مسجد میں رہ کر اللہ اللہ کا ذکر کرتا رہتا تھا۔ جب اس کا آخر وقت آیا تو اس رات ہمارے چند پیر بھائی اس کے پاس بیٹھے ہوئے تھے تو اس نے تہجد کے وقت اٹھ کر پہلے وضو کیا اور پھر چارپائی پر لیٹ کر ہاتھ زیر ناف ہاتھ باندھ لئے۔ جب صبح غسل دینے لگے تو اس کے بازو دھونے کیلئے حرکت کرتے تھے۔ جب ہاتھوں کو اٹھاتے تو خود بخود جسم پر آ کر لگ جاتے۔ جب غسل دینے کے بعد لاش کو اٹھا کر چارپائی پر رکھا اور کفن دینے کے لئے بازوؤں کو سیدھا کرنا چاہا تو انہوں نے بالکل حرکت نہ کی۔ بالکل ایسا معلوم ہوتا تھا جیسا کہ کسی نے رسی سے انہیں باندھ دیا ہے۔ پھر اسی حالت میں کفن پہنا دیا گیا تو بابا برکت علی مرحوم کے انتقال کے وقت بالکل وہ حالت ہوئی جیسے کہ حضرت مجدد الف ثانی کی انتقال کے وقت ہوئی تھی۔ آپ نے بھی اسی طرح اپنے آخری وقت میں تیمم کر کے چارپائی پر لیٹ کر اپنے ہاتھ زیر ناف باندھ لئے تھے۔ اور غسل دینے کے وقت ادھر ادھر حرکت کرتے رہے مگر جب کفن پہناتے وقت بازوؤں کو سیدھا کرنا چاہا تو اس طرح زیر ناف بازو باندھے رہے اور بالکل سیدھے نہ ہوئے۔ سبحان اللہ یہ حضرت صاحب کے فرمان مبارک کا

مکمل ثبوت ہے کہ اب جہاں مرضی ہے جاؤ تمہارا بوٹا کوئی نہیں اکھیڑے گا۔

حضرت صاحب کرمانوالے کا درجہ قطب مدار کا تھا۔ اس لئے آپ کے سامنے ہر وقت مختلف مشکلات والے لوگ آ کر بیٹھے رہتے تھے۔ آپ نے کبھی کسی سے یہ بات نہ کہی کہ یہ تمہارا واقعہ میرے بس کا نہیں بلکہ ہر ایک سائل کی بات سنتے اور فرماتے کہ جاؤ داڑھی رکھ لو نماز پنجگانہ پڑھا کرو اللہ کریم رحم فرمادیں گے۔

ہمارے ضلع سیالکوٹ میں ایک نیا ڈپٹی کمشنر آ گیا اور اس نے آتے ہی محکمہ تعلیم کے دفتر میں حکم دے دیا کہ جو سکول ماسٹر اپنے گاؤں سے پانچ میل کے فاصلہ پر ہے۔ ان سب کو پندرہ پندرہ میل کے فاصلہ پر تبدیل کر دیا جائے تو میں یہ بات سن کر قبلہ حضرت صاحب کی خدمت میں موجودہ مقام حضرت کرمانوالہ شریف میں پہنچ گیا۔ آپ کے سامنے آدمی بیٹھے ہوئے تھے۔ میں سامنے جا کر کھڑا ہو گیا۔ حضور فرمانے لگے مولوی جی خیر ہے۔ میں نے کہا جی خیر ہے۔ تو آپ نے جذبہ سے فرمایا بیٹھ جاؤ خیر ہی ہو جائے گی۔ تھوڑی دیر کے بعد آپ کے قریب ہو کر عرض کی کہ حضور میرا تبادلہ کر دیا گیا ہے۔ آپ نے فرمایا اللہ خیر کرے گا کس نے تمہارا تبادلہ کیا ہے اس کا اپنا تبادلہ ہو جائے گا۔ چنانچہ تین ماہ کے بعد ڈپٹی کمشنر سید حسنات احمد صاحب آ گئے اور انہوں نے تمام ملازمین کو جو گھروں سے دور تبدیل کئے گئے تھے۔ ان سب کو واپس اپنے پہلے سکولوں میں بھیج دیا اور پہلا ڈپٹی کمشنر جس نے تبادلے کئے تھے ڈپٹی کمشنر سے نیچے گر کر دیہاتی یونین کونسلوں کا چیئرمین بن گیا۔ پہلے جب وہ اپنے دورہ پر آتا تو علاقے کے تمام معزز لوگ اور سکول ماسٹر اس کا نہایت شاندار طریقے سے استقبال کرتے مگر اب اسے کوئی دیکھتا تک نہیں تھا کہ یہ کون آ رہا ہے۔ اب یونین کونسلوں کے سیکرٹری کے پاس اکیلا چند گھنٹے بیٹھ کر واپس چلا جاتا۔ یہ سب حضرت صاحب کی کرم فرمائی تھی جو ہم لوگوں پر ہوئی۔

میری تنخواہ 36 روپے تھی اور یہ تنخواہ ملازم ہونے کے بعد تیرہ چودہ سال یہی رہی۔ ایک دفعہ میں اپنے چند پیر بھائیوں کے ساتھ حضرت کرمانوالے شریف میں

گیا۔ مغرب کی نماز کے بعد میں اکیلا ہی آپ کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ تو جناب نے مجھ سے پوچھا کہ مولوی جی تنخواہ کیا ہے۔ میں بتانے لگا تو آپ نے فوراً فرمایا کیا بتاتی ہے؟ بہت ہے گھاٹا (نقصان) نہیں ہوگا۔ اس بات کو اب 60 سال گزر چکے ہیں۔ تنخواہ بھی بڑھتی رہی اور تمام بچوں کو اعلیٰ تعلیم دلوائی۔ سب کی شادیاں بھی کیں مگر کسی سے ادھار یا قرضہ لینے کی ضرورت نہیں پڑی بلکہ مجھ سے زیادہ آمدنی والے رشتہ دار مجھ سے ادھار مانگ لیا کرتے تھے۔ میں نے ایک دفعہ رات کو جناب کی خدمت میں بیٹھے ہوئے عرض کیا کہ اب تک تمام ملازم 60 سال کی عمر کے بعد ریٹائر ہوتے تھے مگر اب حکومت ریٹائرمنٹ کی عمر 55 سال کر رہی ہے۔ آپ نے فرمایا تم فکر نہ کرو تم 60 سال تک ملازمت کرو گے۔ چنانچہ 60 سال کی عمر پر مہر لگ گئی اور اب تک 60 سال کی عمر تک ملازمین ریٹائرڈ ہوتے رہے۔ پھر میں نے ریٹائر ہونے کے قریب عرض کیا کہ جناب میں اب ریٹائر ہونے والا ہوں مگر ہماری پنشن نہیں ہے میں کیا کروں گا تو جناب نے فرمایا کوشش کرو پنشن لگ جائے گی۔ چنانچہ ریٹائر ہونے کے بعد میں نے ریٹائرڈ مدرسین کو پہلے چونڈہ میں اور پھر پسرور میں جلسہ کے لئے جمع کیا اور پھر بعد مشورہ کے ریٹائرڈ مدرسین نے لاہور میں دو دفعہ جلوس نکالا۔ پاکستان کے تمام مدرسین نے اکٹھا ہو کر ایوب خاں کے دور میں اسلام آباد جا کر جلوس نکالا تو ہماری پنشن آغاز ملازمت سے منظور ہوگئی۔ ریٹائر ہوتے پر میری تنخواہ 235 روپے تھی اس لئے میری پنشن 150 روپے مقرر ہوئی اس کے بعد تنخواہیں بڑھنی شروع ہو گئیں تو ہماری پنشن میں بھی اضافہ ہوتا رہا۔ چنانچہ اب میں تین چار سال سے 900 روپے ماہوار پنشن حاصل کر رہا ہوں۔ اب سب ملازمین کی پنشن لگ جاتی ہے۔ یہ سب قبلہ حضرت صاحب کی کرم فرمائی اور عنایت کا نتیجہ ہے۔

شروع پاکستان میں جب حضرت صاحب کو یہاں آئے ہوئے ابھی چار پانچ سال ہوئے تھے تو میں (مولوی مقصود احمد) باہر صبح سویرے سڑک پر چل رہا تھا تو ایک سائیکل سوار مشرقی جانب سے مغرب کو جا رہا تھا۔ وہ میرے پاس آ کر سائیکل سے اتر

کر کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا کہ آپ حضرت صاحب کے پاس سے آئے ہوئے ہو تو کہنے لگا میں تمہیں حضرت صاحب کی شان مبارک سناتا ہوں کہ میری بیوی سنگرینی (آنتوں کی بیماری) میں مبتلا تھی۔ لاہور ہسپتال میں کئی ماہ تک داخل رکھا۔ آخر ہسپتال والوں نے لاعلاج کر کے نکال دیا تو میں اپنی بیوی کو اپنے ساتھ گھر لے آیا۔ پیٹ کی وجہ سے میری بیوی کو سخت درد ہوتی تھی اور ذرا بھر حرکت بھی نہ کر سکتی تھی۔ ہم دونوں اکیلے بیٹھے رو رہے تھے اور خدا کی جناب میں دعائیں کر رہے تھے کہ روتے ہوئے مجھے نیند آ گئی اور اسی وقت یہ حضرت صاحب میرے سامنے تشریف لے آئے اور فرمایا کہ صبح میرے پاس حضرت کرمانوالہ شریف میں پہنچ جاؤ۔ اللہ کریم خیر فرما دیں گے۔ میں اپنی بیوی کو چارپائی پر بٹھا کر یہاں حضرت صاحب علیہ الرحمۃ کی خدمت میں پہنچ گیا۔ آپ نے دیکھتے ہی فرمایا آ گئے ہو جاؤ اپنی بیوی کو پانی ہی پلاؤ۔ اللہ خیر کرے گا۔ جب میں چار پانچ گھنٹوں کے بعد اپنے گھر میں پہنچا تو میں نے دیکھا کہ میری بیوی مکان کے اندر چلتی پھرتی ہے اور کمرہ اسہالوں سے بھرا ہوا ہے۔ میں نے پوچھا کیا بات ہوئی۔ کہنے لگی کہ مجھے نہ کبھی پیاس لگی تھی اور نہ کبھی اسہال وغیرہ آیا تھا۔ شدید قبض تھی پیٹ پھولا ہوا تھا۔ تمہارے جانے کے بعد مجھے پیاس معلوم ہوئی تو میں نہ کھڑی ہو سکتی تھی اور نہ چل سکتی تھی۔ پانی والا برتن چارپائی سے دور پڑا ہوا تھا۔ میں بڑی مشکل سے پیٹ کے بل رینگتی ہوئی اس کے پاس پہنچ گئی اور پیالہ بھر کر پانی پی لیا۔ تو دو تین منٹ کے بعد مجھے بہت بڑا اسہال آیا جس سے میرا پیٹ ہلکا ہو گیا اور میں کھڑی ہونے کے قابل ہو گئی۔ پھر دو تین منٹ بعد مجھے پیاس لگی تو پیالہ پانی کا پیا۔ پھر اسہال آیا۔ اس طرح میں پانی پیتی رہی اور اسہال آتے رہے جس سے میرے پیٹ کی تمام بیماریاں ختم ہو گئیں۔ اب میں نے آسانی سے چلنا پھرنا شروع کر دیا ہے۔ اس آدمی نے بتایا کہ یہ حضرت صاحب کی ظاہرہ کرامت کا نتیجہ ہے کہ اب میری بیوی بالکل تندرست ہے۔ اسی طرح ایک بیمار آدمی جناب کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ میں پیٹ کی بیماری میں مبتلا رہا ہوں۔ کئی ماہ تک لاہور ہسپتال میں

داخل رہا ہوں۔ انہوں نے لاعلاج کر کے نکال دیا۔ آپ کے پاس آیا تو آپ نے فرمایا کہ اللہ اور رسول نے تمہیں لاعلاج نہیں کیا اور گھر سے روٹی منگا کر اس کے آگے رکھ دی تو اس نے کھانے سے انکار کر دیا کہ مجھے ایک دو لقمہ کھانے پر ابھی پاخانہ آ جائے گا اور میں یہاں نہ بیٹھ سکوں گا تو آپ نے فرمایا تم کھانا بے فکر ہو کر کھاؤ۔ یہ سرکاری ہسپتال نہیں بلکہ اللہ اور اس کے رسول کا ہسپتال ہے۔ جب وہ کھانا کھا چکا تو جناب نے فرمایا کہ تمہارے اندر ریسمنٹ کر دیا ہے۔ واقعی ہم نے دیکھا کہ وہ شام تک ادھر ادھر کام کرتا رہا اور اسے اسہال نہ آیا۔

پاکستان قائم ہوتے سے چند سال پہلے دو آدمی آپ کی خدمت میں آئے۔ انہوں نے کہا کہ ہم آپ کو اپنے ہمراہ لے جانے کیلئے آئے ہیں۔ آپ نے فرمایا اچھا جاؤ میں تمہارے ساتھ ہی ہوں۔ وہ چلے گئے۔ پھر جب وہ ایک دو ماہ بعد حج سے واپس آئے آپ کے پاس بیٹھ گئے تو آپ نے فرمایا کہ تم فلاں تاریخ کو کراچی پہنچے تھے اور اتنے دن کراچی ٹھہرے رہے۔ پھر بحری جہاز پر سوار ہوئے۔ انہوں نے کہا جی ہاں ٹھیک ہے۔ پھر فرمایا کہ راستہ میں ایک جگہ بحری جہاز کو ڈوبنے کا خطرہ پیدا ہو گیا تھا تو تمام لوگ اللہ کا ذکر کرنے لگے۔ کیا یہ بات ٹھیک ہے۔ انہوں نے کہا جناب بالکل ٹھیک ہے۔ پھر فرمایا کہ فلاں تاریخ کو جدہ شریف پہنچے اور پھر فلاں تاریخ کو مکہ شریف جا کر طواف کیا۔ انہوں نے کہا ٹھیک ہے۔ پھر فرمایا کہ فلاں تاریخ کو مدینہ منورہ پہنچے اور ایک ہفتہ تک وہاں قیام کیا۔ انہوں نے کہا ہاں ٹھیک ہے۔ تو آپ نے فرمایا میرے بتانے پر ہی تم جواب دیتے ہو۔ اپنی طرف سے بھی کوئی بات بتاؤ۔ انہوں نے کہا کہ جناب ہر جگہ تین چار آدمیوں کے فاصلہ پر ہمارے پاس آپ موجود رہتے تھے۔ ہم جب آپ کو ملنے کی کوشش کرتے تو پھر آپ نظر نہ آتے تھے۔ اس لئے ہر متبرک مقام پر ہم جناب کی طرف ہی دیکھتے رہے۔ ہم نے کبھی کسی دوسری طرف دیکھا ہی نہ تھا۔

اسی طرح پاکستان بننے کے بعد ایک معلم کا خط آپ کی خدمت میں مکہ مکرمہ سے آیا جس نے لکھا تھا کہ جناب نے اس دفعہ مجھے اپنا معلم بنایا تھا اور میرے ساتھ

مل کر حج مبارک کیا تو مجھے بے حد برکت ہوئی۔ آئندہ بھی مجھے اپنا معلم مقرر فرمائیں تو آپ نے اپنے پاس بیٹھے ہوئے مولوی اکرام صاحب اور دوسرے آدمیوں سے پوچھا کیوں بھائی کیا میں نے تمہارے ساتھ یہاں عید نہیں پڑھی تو سب نے کہا ٹھیک ہے۔ آپ نے ہمارے ساتھ ہی عید کی نماز پڑھی ہے۔ تو پھر یہ معلم کیا لکھتا ہے کہ آپ نے یہاں حج کیا ہے۔ اچھا جانے دو اس بات کو ختم کرو۔ شکلوں سے شکلیں مل جاتی ہیں۔ کوئی اور آدمی ہوگا۔ ویسے آپ نے بظاہر حج نہیں کیا تھا۔ مگر ہمارا عقیدہ ہے کہ آپ پنجگانہ نماز وہاں مکہ مکرمہ یا مدینہ منورہ میں ہی ادا کیا کرتے تھے۔ جس طرح جناب حضرت نظام الدین اولیاء دہلی کے متعلق فرمایا کرتے تھے کہ بظاہر وہ حج کرنے کیلئے نہیں گئے تھے مگر آپ کے چند غلام مکہ مکرمہ میں جا کر کھڑے ہوئے تو ایک آدمی ان کے پاس آیا تو پوچھنے پر اس نے بتایا کہ میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ مجھے اتنے سال ہو گئے ہیں کہ میں نے جناب نظام الدین اولیاء کو یہاں خانہ کعبہ میں فجر کی نماز پڑھتے دیکھا ہے۔ کبھی غیر حاضر نہیں ہوتے۔ اسی طرح دوسرے آدمی نے نماز ظہر کی شہادت دی۔ اس طرح پانچ مختلف آدمی آئے جنہوں نے پانچوں نمازوں کے وہاں پڑھنے کی شہادت دی۔ اسی طرح ہمارا ایمان ہے کہ حضرت صاحب بھی پنجگانہ نماز بھی مکہ مکرمہ یا مدینہ منورہ میں ادا کرتے تھے۔

پاکستان بننے کے بعد ہمارے گاؤں کے پیر بھائی چوہدری فقیر سائیں نے مجھے بتایا کہ ہم دابڑوں سے مٹی بھر بھر کے باہر سے مٹی لا کر کوٹھی میں ڈال رہے تھے تو ایک نوجوان آدمی آپ کی خدمت میں آ بیٹھا۔ جناب نے اس سے دریافت کیا کہ کدھر آئے ہو کیسے آئے ہو۔ اس نے کہا کہ میں ولی بننا چاہتا ہوں۔ آپ مجھے ولی بنا دیں۔ آپ نے فرمایا کوئی اور بات کرو یہ بات چھوڑ دو مگر وہ اسی بات کو تکرار کرنے لگا کہ میں دل سے یہ عہد کر کے آیا ہوں جب تک آپ مجھے ولی نہ بنائیں گے میں واپس نہ جاؤں گا تو چوہدری فقیر سائیں نے مجھے بتایا کہ ہم چار پانچ آدمی دابڑوں سے مٹی لا رہے تھے۔ آپ نے اُس سے کہا کہ اب تم یہاں سے کس سٹیشن پر جانے کا

ارادہ رکھتے ہو۔ جب اس نے بتایا تو آپ نے ایک آدمی سے کہا اس سٹیشن کا ٹکٹ لیکر اِس کی جیب میں ڈال دو۔ پھر فرمایا اسے مارنا شروع کر دو۔ ہم نے مکوں، ہاتھوں اور داہڑوں سے اس کے سر پر مارا تو اس کے ناک اور منہ سے خون جاری ہو گیا اور وہ بے ہوش ہو کر گر پڑا تو پھر آپ نے فرمایا کہ دو تین آدمی اسے پکڑ کر آہستہ آہستہ اسے چلا کر سٹیشن کی طرف لے جاؤ۔ جب ریل گاڑی آئے تو اسے کسی ڈبے میں پکڑ کر چڑھا دینا۔ چودھری فقیر سائیں مرحوم نے فرمایا کہ جب وہ گاڑی میں بیٹھ گیا تو گاڑی چلنے کیلئے تیار ہو گئی تو اس نے ہماری طرف دیکھ کر خوش ہو کر فرمایا کہ تمہیں مبارک ہو کہ میں کامیاب ہو کر جا رہا ہوں۔

پاکستان قائم ہونے سے پہلے کی یہ بات ہے کہ آپ پاک پتن شریف میں باوا صاحب کے عرس پر گئے ہوئے تھے۔ جب وہاں سے واپس کار پر بیٹھ کر آ رہے تھے تو راستے میں ایک عورت بیٹھی دکھائی دی۔ جناب نے مولوی اکرام صاحب سے کہا کہ اس عورت سے پوچھو کہ یہاں کیوں بیٹھی ہو۔ مولوی اکرام صاحب نے اس سے پوچھا تو اس نے بتایا کہ کیا یہ کار حضرت صاحب کر ما نوالے کی ہے۔ انہوں نے فرمایا ٹھیک ہے۔ عورت نے کہا مجھے کسی نے بتایا تھا کہ حضرت کر ما نوالے سرکار اس راستے سے گزریں گے تو اپنے لئے دعا کروا لیتا میرے ہاں لڑکیاں ہیں لڑکا کوئی نہیں تو آپ نے مولوی اکرام صاحب سے فرمایا کہ اس سے کہو اللہ کریم تمہیں لڑکا عطا کر دیں گے۔ لہٰذا راستہ چھوڑ دو۔ کار کے قریب ہی کھیت میں ایک وہابیہ عورت کھڑی تھی۔ اس نے یہ بات سن کر بلند آواز سے اس عورت سے کہا کہ ان شہدوں سے کیا مانگتی ہو۔ اللہ سے مانگو وہی سب کچھ دیتا ہے۔ تو جناب نے اس وہابیہ عورت کو دیکھ کر فرمایا کہ تم دیکھتہ کرو۔ تمہارے ہاں بھی لڑکا پیدا ہو جائے گا۔ اس وہابیہ عورت نے غصہ سے کہا میرے ہاں اگر بچہ ہوگا تو اللہ کی طرف سے دیا ہوا ہوگا۔ آپ کا اس میں کیا تعلق ہے تو پھر جناب نے فرمایا کہ یہ بات بالکل ٹھیک ہے کہ اللہ نے ہی دینا ہے مگر اللہ سے لیکر میں نے تمہیں دینا ہے۔ تو پھر اس عورت نے کہا کہ میں نے کئی ایسے جعل ساز دیکھے ہیں۔

میں تمہاری بات کو نہیں مانتی تو جناب نے فرمایا کہ اگر تمہارے اس نومولود بچے میں میرا تعلق نہ ہوا تو وہ پورے 9 ماہ کے بعد پیدا ہوگا۔ اگر میرا تعلق ہوگا تو پھر بچہ 12 ماہ کے بعد پیدا ہوگا۔ یہ بات فرما کر آپ وہاں سے آگے روانہ ہو گئے۔ جب نومہینے کا وقت قریب آیا تو عورت کے رحم میں دردزہ شروع ہو گیا۔ ڈاکٹروں نے آ کر دیکھا تو کہا کہ ابھی پیدائش کی کوئی علامت ہی نظر نہیں آتی۔ اس طرح اس عورت کو تین چار دن روتے اور چلاتے گزر گئے۔ پھر اسے حضرت صاحب کا فرمان یاد آ گیا کہ بچہ 12 ماہ کے بعد پیدا ہوگا۔ میں تو اس وقت تک مر جاؤں گی۔ اس لئے گاؤں سے پانچ چھ آدمی حضرت صاحب کے مرید تلاش کر لئے گئے اور ان سے اس عورت نے کہا کہ میں نے حضرت صاحب کرمانوالی سرکار کے ساتھ بے ادبی کے الفاظ کہے ہوئے ہیں۔ آپ لوگ میری طرف سے جا کر معافی مانگیں۔ میں آرام آنے پر انشاء اللہ جناب کی خدمت میں حاضر ہو کر سچے دل سے معافی مانگ لوں گی اور حضرت صاحب کے خادموں میں شامل ہو جاؤں گی تو جب وہ قافلہ حضرت کرمانوالے شریف حضرت صاحب کی خدمت میں پہنچا تو آپ نے فرمایا وہ بہت بے ادب عورت ہے۔ اسے یہ درد تین ماہ تک ہوتی ہی رہے گی۔ آخر ان لوگوں کی نہایت عاجزانہ التماس پر آپ نے فرمایا کہ جاؤ آج کے بعد یہ دردزہ نہ ہوگا۔ مگر بچہ 12 ماہ کے بعد ہی پیدا ہوگا۔ (سبحان اللہ)

گفته او گفته الله بود   گرچه از حلقوم عبدالله بود

قرآن شریف میں خدا کا فرمان ہے کہ میرے سوا ان پانچ باتوں کا علم کسی کو نہیں۔ (1) قیامت کب آئے گی۔ (2) بارش کب ہوگی۔ (3) عورت کے پیٹ میں لڑکا ہے یا لڑکی (4) کل کیا کام کرنا ہے۔ (5) میری موت کب اور کس جگہ ہوگی۔

جناب حضرت صاحب کرمانوالے ان آیات مبارکہ کے متعلق فرمایا کرتے تھے کہ مجھے صرف قیامت کا مکمل علم نہیں مگر باقی چاروں باتوں کا علم اللہ تعالیٰ کی عنایت اور رحمت سے مجھ پر بالکل عیاں اور ظاہر ہے۔ چنانچہ میرا بیٹا مختار احمد بھٹہ (جو اس

واقعہ کو خود لکھ رہا ہے) 12 سال کی عمر میں ہمارے قافلہ کے ساتھ موجودہ حضرت کرمانوالے شریف میں گیا ہوا تھا کہ نماز فجر کے بعد آپ کا دربار لگ گیا۔ بہت سے آدمی جناب کے سامنے بیٹھ گئے مگر میں (مولوی مقصود احمد) کوٹھی سے باہر بیٹھا ہوا تھا تو جناب نے ہر ایک آدمی سے دریافت کرنا شروع کر دیا کہ تمہیں کیا کام ہے اور کہاں سے آئے ہو۔ جب میرے بیٹے مختار احمد کی باری آئی تو اس سے فرمایا کہ ارے بیٹے تم کتنے بھائی ہو۔ مختار احمد نے جواب دیا حضور ہم چار بھائی ہیں تو جناب نے اس کی بات سن کر فرمایا کہ تم پانچ بھائی ہو۔ اس پر مختار احمد نے کہا کہ نہیں جی ہم تو چار بھائی ہیں۔ پھر جناب نے فرمایا کہ تم پانچ ہی بھائی ہو۔ پانچویں کو کہاں چھوڑتے ہو۔ مختار احمد کے قریب بیٹھے ہوئے ہمارے گاؤں باجوہ گڑھی کے ایک پیر بھائی صوفی محمد دین (مرحوم) سے فرمایا کہ محمد دین مختار احمد کو سمجھاؤ کہ تم پانچ بھائی ہو اور خاموش رہو۔ چنانچہ اس بات سے 5 ماہ بعد میرے ہاں پانچواں لڑکا مسمی ضیاء احمد پیدا ہوا۔ الحمد للہ یہ حضور انور کی محض کرم فرمائی تھی اور بس۔

شروع پاکستان میں ایک نوجوان آدمی مسمی عنایت اللہ حجام سے میری ملاقات حضرت کرمانوالے شریف میں ہوئی تو اس نے بتایا کہ میں ہر اتوار کو یہاں آیا کرتا ہوں۔ ہمارے محلہ میں ایک بہت بڑا عالم وہابی مسلک کا ہے۔ جب میں اس کے سامنے جاتا تو وہ مجھے کہتا کہ بھائی عنایت اللہ تم ہر اتوار کو حضرت کرمانوالے شریف کیا لینے جاتے ہو۔ کیوں اتنا خرچ کرتے ہو۔ جو مسئلہ پوچھنا ہے مجھ سے پوچھ لیا کرو۔ اس طرح میری اور اس کی بات چیت ہوتی رہی۔ آخر میرے دل اور دماغ میں قبلہ حضرت صاحب نے روشنی پیدا کر دی تو میں نے اسے جواب دیا کہ میں آپ کے پاس حضرت کرمانوالے شریف میں حاضر ہونے کی کیفیت بیان نہیں کر سکتا۔ آپ میرے ساتھ وہاں چلیں تو آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ میں کیوں وہاں جاتا ہوں اور مجھے کیا حاصل ہوتا ہے۔ آخر میں نے اسے اس بات پر مجبور کر دیا۔ اس نے کہا کہ میرا بیٹا بابو عطاء اللہ جو ایم اے پاس ہے اور محکمہ ریلوے میں اعلیٰ آفیسر ہے۔ وہ تمہارے

ساتھ وہاں جائے گا۔ میں نے کہا بہت اچھا۔ جب میں اتوار کو یہاں حضرت کرمانوالے شریف آنے لگا تو بابو عطاء اللہ صاحب کو بھی اپنے ہمراہ لے لیا تو راستے میں بابو عطاء اللہ مجھے کہنے لگا کہ بھائی عنایت اللہ میں تمہارے حضرت صاحب کی بیعت کرنے کیلئے نہیں جا رہا۔ میں نے جواب دیا میں نے کب کہا ہے کہ آپ وہاں بیعت کریں۔ میں تو اس لئے آپ کو اپنے ہمراہ لایا ہوں تا کہ آپ دیکھ لیں کہ میں وہاں سے کیا چیز حاصل کرتا ہوں۔ آخر کار ہم دونوں قبلہ حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے تو اس نے دیکھا کہ بیشمار آدمی حضرت صاحب قبلہ کی خدمت میں بیٹھے ہوئے ہیں اور بعض کو آپ سبق بھی دیتے ہیں۔ سارا دن ہم آپ کی خدمت میں رہے۔ شام کو واپس لاہور آ گئے تو بابو عطاء اللہ دوسرے دن سوموار کو ہی میرے پاس پہنچ گیا کہ بھائی عنایت اللہ حضرت کرماں والے شریف کب جانا ہے۔ میں نے کہا کہ ابھی تو چھ دن باقی ہیں۔ اس طرح بابو عطاء اللہ اگلے اتوار تک میرے پاس تین چار دفعہ آیا۔ جب اتوار آیا تو پھر وہ میرے ساتھ حضرت کرمانوالے شریف آ گیا اور سارا دن حضور کی گفتگو سنتا رہا۔ راستے میں بابو عطاء اللہ نے اپنے دل میں کہا کہ میں بھی آج حضرت صاحب سے کچھ پڑھنے کیلئے پوچھوں گا مگر لوگوں کے سامنے نہیں۔ جب آپ علیحدہ ہوں گے پھر پوچھوں گا۔ جب حضرت صاحب کی خدمت میں پہنچے تو آپ نے ہمارے بیٹھتے ہی فرمایا کہ ہم نے تو بھائی صاحب قیامت میں بھی علیحدہ نہیں بیٹھنا ہے۔ اسی طرح ہمارے سامنے لوگوں کی مجلس لگی رہے گی۔ اس بات سے عطاء اللہ کو کچھ سمجھ آ گئی کہ میرے متعلق بات ہوئی ہے۔ آخر آپ تھوڑی دیر بعد اٹھے اور بابو عطاء اللہ سے کہا کہ بابو صاحب یہ میرا پانی والا لوٹا پکڑ لو۔ میں غسل خانہ میں جا رہا ہوں۔ جب مجلس سے تھوڑی دور گئے تو آپ کھڑے ہو گئے۔ بابو عطاء اللہ نے حضرت صاحب سے عرض کی کہ جناب مجھے بھی پڑھنے کیلئے کوئی وظیفہ بتا دیں تو آپ نے فرمایا جو تم استغفر اللہ کا ورد کر رہے ہو کیا یہ وظیفہ نہیں ہے تو یہ بات سن کر روتا ہوا وہ آپ کے قدموں میں گر پڑا۔ حضور مجھے معافی دی جائے۔ میں آئندہ نہیں پڑھوں

گا۔نوٹ: وہابی لوگ جب کسی بزرگ کے پاس جاتے ہیں تو یہ استغفر اللہ کا ورد کرتے رہتے ہیں۔ تاکہ ہم پر اس بزرگ کے جادو کا اثر نہ ہو۔ ابوجہل کی طرح یہ لوگ بھی اولیاء اللہ کو جادوگر سمجھتے ہیں۔ حضرت صاحب نے بابو عطاء اللہ کو اٹھا کر اپنے گلے کے ساتھ لگا لیا اور فرمایا کہ فکر نہ کریں۔ آپ کو سب کچھ بتا دیں گے۔ پھر غسل خانے سے واپس آ کر آپ نے بابو عطاء اللہ کو سبق دے دیا اور اپنی بیعت میں شامل کر لیا اور آپ نے فرمایا کہ بابو جی ہم اپنے مریدوں کو داڑھی رکھواتے ہیں۔ مگر تم ابھی داڑھی نہ رکھنا۔ کیونکہ تمہیں کورس پاس کرنے کیلئے لندن میں بھیجنا ہے تو میں (مولوی مقصود احمد) نے خود بابو عطاء اللہ کو دیکھا ہے کہ وہ ہمیشہ شروع زمانہ میں لاہور سے بالکل ننگے پاؤں عاجز ہو کر حضرت کرمانوالے شریف میں آتا تھا اور دوسرے درویشوں کے ساتھ مل کر وہاں ہر طرح کے کام اور خدمت سرانجام دیتا تھا اور نہایت عشق و محبت سے تمام پیر بھائیوں سے ملتا تھا۔ آخر دو تین سال کے بعد اس کو باہر جانے کا حکم مل گیا جناب نے فرمایا بابو عطاء اللہ وہاں ہوٹل میں ان کا پکا ہوا گوشت نہ کھانا۔ سبزیات اور دال وغیرہ سے روٹی کھانا۔ اگر گوشت کھانے کی خواہش ہو تو اپنا علیحدہ مرغا خرید کر ذبح کر کے پکا کر کھانا۔ بابو عطاء اللہ نے ولایت سے واپس آ کر بتایا کہ ایک دن میں باہر کا دورہ کر کے ایک بجے کے قریب ہوٹل میں کھانا کھانے کیلئے جا بیٹھا اور ہوٹل کے ملازم نے میرے سامنے روٹی اور برتن میں سالن ڈال کر رکھ دیا۔ میں نے دیکھا کہ سالن کا شوربہ بالکل گوشت کے رنگ کا ہے اور اس پر گھی کی تری بھی اسی رنگ کی ہے تو میں نے دل میں سوچا کہ کم بخت ملازم میرے سامنے جان بوجھ کر گوشت کا سالن لے آیا ہے۔ میں نے کھانا کھانے سے ہاتھ کھینچ لیا اور خاموش ہو کر بیٹھ رہا۔ اتنے میں کیا دیکھتا ہوں کہ قبلہ حضرت صاحب اور حاجی نظام الدین صاحب وہ دونوں میرے کمرے کے دروازے پر آ کر کھڑے ہو گئے تو حضرت صاحب نے حاجی نظام الدین سے فرمایا کہ حاجی جی اندر جا کر دیکھو کہ سالن میں گوشت کی تری ہے یا گھی کی تری ہے۔ حاجی صاحب نے اندر آ کر چمچ بھر کر شوربہ پیا اور کہا کہ حضور

یہ گوشت نہیں ہے بالکل گھی کی تری ہے تو جناب نے فرمایا بابو عطاء اللہ بیٹا کھانا کھالو۔ بھوکے نہ رہو اور یہ بات فرما کر دروازے سے پرے چلے گئے اور میری نظروں سے غائب ہو گئے اور میں بہت دیر تک حضور کی محبت میں روتا رہا کہ حضور نے کتنی مہربانی فرمائی ہے۔ اگر آپ تشریف نہ لاتے تو میں بھوکا ہی رہتا تو یہ حضور کی ایک ظاہرہ کرامت ہے کہ حضرت کرمانوالے شریف میں بیٹھے ہوئے ہزاروں میل دور بیٹھے ہوئے بابو عطاء اللہ کو پریشان دیکھ کر فوراً اس کے پاس پہنچ گئے اور اسے پریشانی سے بچا لیا۔ اس کے بعد بابو عطاء اللہ حضرت کرمانوالے شریف میں جب حاضر ہوتا تھا تو امیرانہ لباس کی بجائے درویشانہ لباس پہن کر آتا تھا اور نہایت عشق و محبت سے حضور انور کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا۔ اس کی باتوں سے اور حالات سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اب یہ حضرت صاحب کی نظر کرم سے صحیح ولی اللہ بن گیا ہے۔ (سبحان اللہ)

این سعادت بزور بازو نیست

تا نہ بخشند خدائے بخشندہ

پاکستان بننے پر میرا قریبی رشتہ دار بابو غضنفر علی کوئٹہ سے آتا ہوا اوکاڑہ کے سٹیشن پر اترا۔ اس نے بتایا مجھ سے تھوڑے فاصلے پر حضرت میاں غلام اللہ صاحب (حضرت میاں شیر محمدؒ کے چھوٹے بھائی) بھی گاڑی سے اترے۔ ان کے ارد گرد بہت سے آدمی کھڑے تھے۔ انہوں نے فرمایا کہ کوئی آدمی حضرت کرمانوالے شریف میں حضرت صاحب کی خدمت میں جانے والا ہے۔ میں نے جواب دیا میں (غضنفر علی بھٹہ) ان کی خدمت میں حاضر ہونے والا ہوں تو آپ نے فرمایا کہ حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر میرے متعلق یہ بتانا کہ کل دوپہر کا کھانا میں اور میرا ایک مرید آپ کے ہاں کھائیں گے۔ میں رات کو حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے حضرت ثانی صاحب کی بات آپ کی خدمت میں عرض کر دی تو 14 یا 15 آدمی حضور کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے تو آپ نے ان سے فرمایا کل میرے میاں صاحب یہاں تشریف لانے والے ہیں اور دوپہر کا کھانا یہاں تناول فرمائیں

گے۔ تم سب دوست علیحدہ علیحدہ بتاؤ کہ ان کیلئے کیا کچھ پکایا جائے تو تمام حاضرین نے اپنی اپنی خواہش کے مطابق علیحدہ علیحدہ کھانے بتا دیئے۔ کسی نے کہا مرغ کا بھنا ہوا گوشت اور نمکین پلاؤ ہونا چاہئے جس میں گوشت بھی پڑا ہوا ہو۔ دوسرے نے زردہ پکانے کی تجویز بتائی۔ کسی نے سوجی کا حلوہ بتایا' کسی نے بکرے کا گوشت ڈال کر چاول کا پلاؤ بتایا۔ کسی نے سویاں میٹھی بتائیں' کسی نے چاول کی کھیر دودھ والی بتائی۔ اس طرح تمام حاضرین نے علیحدہ علیحدہ کھانے والی چیزوں کا نام بتایا تو جناب نے فرمایا کہ اب گھر میں پیغام بھیج دیتے ہیں کہ کل دوپہر کا کھانا حضرت میاں صاحب اور آپ کے ایک ہمراہی یہاں آ کر تناول فرمائیں گے۔ بس گھر میں اتنا پیغام ہی کافی ہے۔ اب تم بھی یہاں رہو اور میں بھی تمہارے پاس ہوں۔ اب میاں صاحب کی کرامت تو دیکھنا کیا یہ سب قسم کے کھانے تیار ہو کر جناب میاں صاحب کی خدمت میں پہنچتے ہیں یا کہ نہیں۔ اب صبح ہوئی تو آپ نے نماز فجر ادا فرمائی تو ایک کمرہ کی اچھی طرح سے صفائی کر دی گئی اور اس میں سفید چادریں بیٹھنے کیلئے بچھا دیں اور ایک طرف پلنگ رکھ کر اس پر بستر کر دیا۔ ایک بجے کے قریب حضور میاں صاحب اپنے دوسرے آدمی کے ہمراہ لائے اور کمرہ میں تھوڑی دیر حضرت صاحب اور میاں صاحب دونوں ہی اکیلے بیٹھے رہے۔ دوسرا آدمی باہر دوسرے کمرے میں رہا۔ تقریباً آدھ گھنٹہ جناب میاں صاحب نے پلنگ پر آرام فرمایا۔ بابو غضنفر کمرہ میں حاضر تھا۔ کیونکہ حضرت صاحب نے فرمایا تھا کہ تم نے حضرت میاں صاحب کی خدمت میں رہنا ہے اور کھانا بھی تم نے ان کے سامنے رکھنا ہے۔ چنانچہ جناب میاں صاحب پلنگ سے نیچے اتر کر بیٹھ گئے اور دوسرا آدمی بھی آپ کے پاس بیٹھ گیا۔ گھر سے کھانا مختلف پلیٹوں اور برتنوں میں رکھا ہوا آنا شروع ہو گیا تو بابو غضنفر علی بھٹہ نے بتایا کہ میں کھانا باہر سے برتنوں میں پکڑ کر کمرہ کے اندر حضرت میاں صاحب کے سامنے رکھتا جاتا تھا۔ یہاں تک کہ وہ تمام اقسام کے کھانے جو رات کو تجویز کیے گئے تھے وہ سب کے سب پلیٹوں اور برتنوں میں رکھے ہوئے آ گئے۔ یہاں تک کہ تمام کمرہ اس سے پر ہو گیا۔ حضرت

میاں صاحب ہنستے ہوئے فرماتے کہ حضرت صاحب نے حد کر دی ہے کہ بے شمار اقسام کے کھانے تیار کرا لئے ہیں۔ مثلاً گوشت تین اقسام کا (مرغ' بکرا اور مچھلی) کا تھا تو بابو غضنفر ان کے سامنے رکھ کر کمرہ سے باہر آ گیا۔ جب آپ کھانا تناول فرما چکے تو میں کمرہ کے اندر گیا تو جناب میاں صاحب نے فرمایا کہ ہم کچھ کھانا بطور تبرک اپنے گھر بچوں کیلئے بھی لے جاتے ہیں۔ چنانچہ آپ نے دو پلیٹیں پلاؤ کی ایک بڑی پلیٹ میں ڈال کر اس کے اوپر دوسری پلیٹ رکھ کر ایک دستر خوان میں باندھ لیا اور دوسرے دستر خوان میں مرغ کا بھنا ہوا گوشت' مچھلی کے گوشت کا برتن (یہ دونوں سالن) باندھ کر رکھ لئے اور پھر آپ دعا مانگ کر باہر تشریف لے آئے اور دستر خوان میں باندھا ہوا سامان اپنی کار میں رکھوا لیا تو پھر حضرت صاحبؒ نے کمرہ میں آ کر دیکھا اور بہت خوش ہوئے۔ بابو غضنفر علی نے بتایا کہ دو پلیٹیں پلاؤ کی اور مرغی اور مچھلی کا گوشت بھی میاں صاحب نے بطور تبرک اپنے بچوں کیلئے دستر خوانوں میں باندھ کر کار میں رکھ لیا تو حضرت صاحب بہت ہی خوش ہوئے اور بابو غضنفر سے کہا تم نے کہنا تھا کہ تمام کھانا باندھ لو۔ پھر رات والے تمام آدمیوں کو کھانے والا کمرہ دکھایا کہ آ کر دیکھو کہ جو جو اشیاء تم لوگوں نے بتائی تھیں' کیا وہ گھر میں بتائے بغیر تیار ہو کر آ گئی ہیں یا نہیں۔ سب لوگ دیکھ کر حیران ہو گئے اور یہ قبلہ حضرت صاحب کی ایک اعلیٰ کرامت کا اظہار تھا۔

ہمارے گاؤں باجڑہ گڑھی میں پاکستان بننے کے بعد اہل شیعہ محرم میں اپنا ماتمی جلوس لیکر ہماری جامع مسجد میں داخل ہو کر ماتم کرنے لگے اور تین چار سال کے بعد میں نے ان کے خلاف محکمہ پولیس اور ڈی سی کی خدمت میں درخواست دے دی' جس سے حکومت نے ان کا جلوس مسجد میں داخل ہونا بند کر دیا۔ جلوس نے دوسرا راستہ اختیار کر لیا اور اس راستے میں بھی ہمارا ڈیرا آتا تھا۔ جلوس والے راستہ چھوڑ کر ڈیرے میں پہنچ گئے تو وہاں پر ہمارے دو لڑکوں نے وہاں کھڑا ہوتے اور ماتم کرنے سے انہیں منع کیا تو جلوس والوں نے انہیں بہت مارا پیٹا اور تمام جلوس والے خود وہاں پر بیٹھ گئے اور یہ بہانہ بنایا کہ ہمارے جلوس پر دوسرے لوگوں نے حملہ کر دیا ہے اور بذریعہ پولیس

ہم پر مقدمہ دائر کر دیا اور مجھے (مقصود احمد) اور میرے تین عزیزوں اور دیگر مسلمانوں سے 15,14 آدمی گرفتار کر کے سیالکوٹ حوالات میں بند کر دیا۔ ہر سات دن کے بعد ہمیں ہتھ کڑیاں لگا کر کچہری میں لے جاتے اور برآمدے میں دوپہر تک بٹھائے رکھتے تاکہ یہ لوگ شرمسار ہو کر معافی مانگ لیں۔ جب مجسٹریٹ کے سامنے حاضر ہوتے تو وہ مجسٹریٹ بھی شیعہ مسلک کا تھا۔ ہر بار ہمیں کہتا کہ تم صلح کی درخواست دے دو۔ سب بری ہو جاؤ گے۔ ہم میں ایک میرا عزیز مسمی عنایت اللہ صاحب اس قسم کے تمام قوانین سے واقف تھا۔ وہ مجسٹریٹ کو جواب دیتا کہ ہم صلح کی درخواست کیوں کریں۔ ہم انشاء اللہ مقدمہ لڑیں گے تو وہ خاموش ہو جاتا۔ آخر ایک دفعہ ہمارا وکیل شہر سے نزدیکی گاؤں میں اہل شیعہ کی مجلس سننے کیلئے وہاں چلا گیا اور 12 بجے تک نہ آیا۔ مجسٹریٹ نے کہا کہ تمہارے صدر مولوی مقصود احمد درخواست لکھ کر دیں کہ ہمارا وکیل بیمار ہو گیا ہے اس لئے ہمیں تاریخ دی جائے۔ وہ کاغذ وکیل کے منشی سے لکھوایا گیا (اس سے پہلے کی بات یہ ہے کہ ہم کچہری کے برآمدہ میں ہتھ کڑیاں سمیت بیٹھے ہوئے تھے تو ہمارا ایک پیر بھائی مسمی محمد دین ہمارے پاس کھڑا ہو کر رونے لگا تو میں نے اسے کہا کہ رونے کی ضرورت نہیں۔ ابھی حضرت کرمانوالے شریف حضرت صاحب کی خدمت میں پہنچ جاؤ اور جا کر ہماری طرف سے عرض کرو کہ ہمیں پورا مہینہ ماہ جون کا جیل خانہ میں گزر گیا ہے۔ ہماری ضمانت کیوں نہیں ہوتی۔ اس سے پہلے کی یہ بات ہے کہ ہم جیل خانہ سے عدالت میں آنے کیلئے بیرونی دروازہ میں آ کر کھڑے ہو گئے اور سپاہیوں نے ہمیں ہتھ کڑیاں لگانا شروع کر دیں تو ان آدمیوں میں سے ایک آدمی نے کہا کہ یہی مولوی مقصود صاحب ہیں جن پر دیگر بہت سی شدید دفعات کے ساتھ جرم کی فلاں دفعہ بھی عائد کر دی گئی ہے تو میں نے ہنس کر جواب دیا کہ کوئی سخت دفعہ ہی ہو گی تو وہ تمام جیل خانہ کے آدمی چننے لگے کہ مولوی صاحب نے ٹھیک کہا ہے کہ یہ سخت دفعہ ہے۔ مگر یہ گھبرایا تک نہیں، خوش رہا ہے اور ہمیں ہتھ کڑی لگا کر کچہری میں آ گئے۔ محمد دین حضرت صاحب کی خدمت میں پہنچ گیا

تو جناب نے فرمایا کہ ابھی جیل میں جانے والے دوستوں کی ضمانت نہیں ہوئی۔ محمد دین نے کہا جناب نہیں ہوئی تو آپ نے کہا فکر نہ کرو ہو جائے گی تو جناب کے فرمان کے مطابق اسی دن دیگر وکلاء نے ہمارے متعلق ڈی سی کی خدمت میں درخواست دے دی کہ ان کی ضمانت کیوں نہیں ہوتی۔ انہوں نے کون سا شدید جرم کیا ہے تو اسی دن ہمیں ضمانت کروانے کا حکم مل گیا اور ہماری ضمانت ہوگئی تو میں قبلہ کی خدمت میں جا حاضر ہوا تو آپ نے مجھے دور سے دیکھتے ہوئے بلند آواز سے فرمایا کہ جیل میں کوئی عورتیں جاتی ہیں' مرد ہی جاتے ہیں۔ بہت سے پہلے بزرگ جیلوں میں رہے ہیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام 12 سال جیل میں رہے ہیں اور امام اعظمؒ اور حضرت مجدد صاحب شیخ احمد سرہندی' یہ سب بزرگ کئی کئی سال جیل خانوں میں بند رہے ہیں۔ تم مولوی مقصود احمد جیل خانہ میں رہ کر آ گئے ہو تو ہماری طرف سے بھی یہ سنت ادا ہوگئی۔ تو میں نے عرض کیا کہ جناب سنت تو ادا ہوگئی' ٹھیک ہے مگر جن لوگوں کے ساتھ مقدمہ ہے' وہ بھی شیعہ ہیں اور محکمہ پولیس کا ایس پی بھی شیعہ ہے۔ جس نے ہم پر مقدمے بنا دیئے ہیں۔ اور جس مجسٹریٹ کے سامنے عدالت میں ہم جاتے ہیں' وہ بھی شیعہ ہے۔ آپ نے فرمایا اچھا اب تم کیا چاہتے ہو۔ میں نے عرض کیا کہ جناب ان سب کا تبادلہ کیا جائے۔ آپ نے فرمایا فکر نہ کرو' بہت جلدی تبادلہ ہو جائے گا۔ چنانچہ چند دن کے بعد ایس پی کا تبادلہ صوبہ سندھ میں ہو گیا اور پھر مجسٹریٹ اپنے عہدہ سے علیحدہ ہو کر ملتان شریف میں بسوں کے اڈا پر بسوں کا وقت بتانے والا سیکرٹری بن گیا اور ہمارا مقدمہ ایک مسلمان مجسٹریٹ راجہ محمد ایوب خان کی عدالت میں چلا گیا جو ملزموں کو سزائیں دینے میں بڑا سخت تھا مگر اس نے اہل شیعہ سے دوبارہ بیانات لے کر ہم سب کو بالکل بری کر دیا۔ سبحان اللہ یہ بھی حضرت صاحب کی ایک کرامت ہے جب کہ پولیس والوں نے ہم پر اتنی شدید دفعات لگوائی ہوئی تھیں' جن کے مطابق ہمیں دس بارہ سال کی سزا مل سکتی تھی مگر وہ سب دفعات حضور کی رحمت سے خود بخود ختم ہو گئیں اور ہماری مسجد میں بھی اہل شیعہ کا جلوس آنا بند ہو گیا۔

آج سے سات آٹھ سال پہلے اپنی مسجد میں یہ درود شریف لکھوایا تھا:

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ

وعلی آلک واصحابک یا حبیب اللہ

کہ اہل شیعہ کے چند لڑکے وہاں آ گئے۔ انہوں نے کہا یہ مسجد مشترکہ ہے۔ اس پر ہم اصحابک نہیں لکھنے دیں گے تو انہوں نے سیڑھی پر چڑھ کر لفظ اصحابک پر سیاہی پھیر دی۔ ہمارے چند آدمی مسجد میں آ گئے۔ انہوں نے ان کو مارنے کا کہا لیکن میں (مولوی مقصود احمد) نے انہیں لڑنے سے منع کیا۔ میں نے ایک عریضہ تحریر کر کے بذریعہ ڈاک حضرت باباجی میر طیب علی شاہ صاحب سجادہ نشین حضرت کرماں والا شریف" کی خدمت میں ارسال کر دیا۔ اس میں یہ تمام واقعہ مفصل تحریر کر دیا گیا تو میرا خط ملتے ہی حضرت باباجی میر طیب علی شاہ صاحب پانچ چھ آدمیوں کو ہمراہ لیکر اپنی کاروں پر بیٹھ کر تیسرے دن ہی مسجد میں آ گئے اور آ کر مسجد میں اعلان کر دیا کہ ہم یہ سب عبارت لکھوانا چاہتے ہیں۔ جو آدمی روکنا چاہتا ہے وہ آ جائے۔ ہم آ گئے ہیں مگر کوئی شیعہ وہاں نہ آیا اور حضرت باباجی نے وہ درود شریف اسی طرح مکمل لکھوا دیا اور واپس چلے گئے اور پھر میں نے دوسرے دن اصحابہ کرام سے تعلق رکھنے والے تمام فارسی اشعار مسجد کی پیشانی پر خوشخط تحریر کروا دیے۔ مثلاً:

بندہ پروردگارم امت احمد نبی

دوست دار چار یارم تابع اولاد علی

مذھب حنفیہ دارم ملت حضرت خلیل

خاکپائے غوث اعظم زیر سایہ ھر ولی

دوسری جگہ یہ شعر لکھوایا:

سگ درگاہ ہراں شو چوں خواہی قرب ربانی

کہ بر شیراں شرف دارد سگ درگائے جیلانی

کسی شیعہ نے اس طرف دیکھا تک نہیں۔ یہ بھی حضرت باباجی میر طیب علی شاہ

صاحب کی ایک ظاہرہ کرامت ہے۔ حدیث شریف شان متعلقہ چار یار حضور انور ﷺ
قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انا مدینۃ العلم وابوبکرؓ بنیانہا وعمرؓ حیطانہا وعثمانؓ سقفہا وعلیؓ بابہا
ترجمہ: فرمایا "میں علم کا شہر ہوں اور صدیق اکبرؓ اس کی بنیاد ہیں اور حضرت عمرؓ شہر کی چار دیواری اور احاطہ ہیں اور حضرت عثمانؓ ذوالنورین شہر کی چھت ہیں اور حضرت علیؓ اس شہر کا دروازہ ہیں"۔ تفسیر: بنیاد مقصود ہونے سے مکان مضبوط ہوتا ہے اور چار دیواری سے شہر کی حفاظت ہوتی ہے اور چھت کے بغیر مکان کھنڈر کہلاتا ہے اور دروازہ لگنے سے عمارت خوبصورت اور فائدہ مند ہو جاتی ہے اس لئے حضور انور ﷺ کے چار خلفائے راشدین پر صحیح ایمان رکھنے پر کلمہ طیبہ پر صحیح ایمان ہو سکتا ہے اور اگر چاروں خلفاء پر ایمان نہ رکھیں تو ایمان قائم ہی نہیں رہتا۔ جس طرح حضور انور علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے میرے حبیب کسی سائل کو خالی نہ بھیجو ہر ایک کی التجا پوری کیا کریں۔ مثلاً حضرت صاحب کرانوالے شریف کی یہ بات مبارک تھی کہ روزانہ سینکڑوں اور ہزاروں قسم کے لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور اپنا اپنا سوال پیش کرتے تو آپ ہر ایک کا مطلب پورا کر کے بھیجتے۔ کبھی کسی کو خالی نہیں بھیجا اور نہ کبھی یہ فرمایا کہ تمہارا سوال میری طاقت سے باہر ہے۔ کسی دوسرے بزرگ کے پاس جا کر حل کرلو۔ بڑے بڑے ڈاکو اور چور اور قاتل حضور انور کی خدمت میں پیش ہوتے اور پہلے اپنے جرم کا اقرار نہ کرتے ہوئے معافی کی خواستگار ہوتے تو حضور انور فرماتے عزیز دین لو یہ سرکاری عدالت نہیں، جس میں ملزم کو اپنا جرم کے اقرار کرنے پر سزا مل جاتی ہے۔ یہ اللہ رسول کی عدالت ہے۔ اس میں اپنے جرم کا اقرار کرنے اور آئندہ توبہ کرنے پر معافی ہو جاتی ہے تو پھر لوگ صحیح طور پر اپنے جرم کا اقرار کر کے معافی مانگتے تو جناب خوش ہو کر فرماتے کہ جاؤ نماز پڑھا کرو اور آئندہ ایسا کام نہ کرنا۔ اللہ کریم رحم کریں گے جیسے کہ اس سے پہلے پٹواری غلام رسول سیالکوٹی کی حکایت تحریر کی گئی ہے۔ میں مسمی مقصود احمد ایک دفعہ رات نماز عشاء کے بعد جب کہ حضور اپنے کمرہ میں فرما تھے حضور کے سامنے بے شمار آدمی بیٹھے ہوئے تھے۔ اس

وقت میرے دل میں چھ سات سوال تھے جو میں نے کھڑے ہو کر پہلا سوال عرض کیا۔ میرا سوال پورا ہونے پر جناب نے فرمایا اگلی بات کرو۔ پھر میں نے دوسری بات عرض کر دی۔ اس طرح میں اپنی ساتوں باتیں باری باری بیان کرتا رہا اور آپ ہر بار فرماتے رہے کہ دوسری بات کرو۔ یعنی پہلی بات منظور ہو چکی ہے۔ دوسری کرو۔ میرے نزدیک سائیں نور محمد صاحب بٹالوی مرحوم بیٹھے ہوئے تھے۔ میرے کپڑے کو ہاتھ لگا کر فرمایا موقعہ نہایت مبارک بنا ہوا ہے۔ میری بھی بات کرو تو میں نے حضرت صاحب کی خدمت میں عرض کیا کہ حضور سائیں نور محمد میرا دوست ہے اور مجذوبانہ طبیعت رکھتا ہے۔ کوئی کام وغیرہ کرنا نہیں جانتا۔ اسے کسی سے کچھ مانگنا نہ پڑے لوگ خود بخود اس کی خدمت کر دیا کریں تو جناب نے فرمایا کسی سے مانگنے کی کیا ضرورت ہے۔ لوگ خود بخود اس کی خدمت کر دیا کریں گے۔ پھر چند ماہ کے بعد میری اور اس کی ملاقات ہوئی تو سائیں صاحب نے فرمایا کہ جب سے تو نے میرے حق میں دعا کروائی ہے میں چارپائی پر لیٹا ہوا ہوتا ہوں تو لوگ میرے سرہانے کے نیچے دس دس اور پچاس پچاس روپے کے نوٹ رکھ جاتے ہیں۔ میری جیب کبھی خالی نہیں ہوئی تو عرض ہے کہ میں نے بھی جو چھ سات سوال حضور انور کی خدمت میں پیش کیے تھے وہ تمام کے تمام مکمل طور پر حل ہو گئے۔ سبحان اللہ۔

ہر مشکل کی کنجی یارو ہتھ مرداں دے آئی
جس ول نظر کرم دی کردے مشکل رہے نہ کائی

پاکستان قائم ہونے کے دس بارہ سال بعد میرے پاس موضع کروڑ کا ایک بوڑھا آدمی آیا جس نے داڑھی استرے سے منڈوائی ہوئی تھی۔ میں اس وقت اپنے سکول رسول پور میں موجود تھا۔ وہ میرا نام پوچھ کر میرے پاس آ بیٹھا اور کہنے لگا میں بڑے بزرگوں کے پاس گیا ہوں مگر مجھے اطمینان قلب حاصل نہیں ہوا تو مجھے آپ کے دوست مولوی اللہ رکھا کروڑ والے نے تمہارے پاس بھیجا ہے۔ اللہ رکھا راولپنڈی والے بزرگوں کا مرید تھا۔ مجھے اس آدمی کی بات سمجھ میں آ گئی تو میں نے اس کا نام

اور پورا ایڈریس اپنے پاس تحریر کرلیا اور میں نے اس سے کہا کہ جب میں آپ کو خط لکھوں گا کہ فلاں تاریخ کو تم سیالکوٹ لاری اڈے پر پہنچ جاؤ تو آپ وہاں آجائیں تو پھر تمہارے ساتھ حضرت صاحب کی خدمت عالیہ میں حاضر ہو جاؤں گا تو انشاءاللہ آپ کا مقصد پورا ہو جائے گا۔ چنانچہ قریباً ایک ماہ کے بعد اسے خط تحریر کردیا کہ میں فلاں تاریخ کو حضرت صاحب کی خدمت میں جا رہا ہوں آپ لاری اڈے پہنچ جائیں تو پھر ہم اکٹھے حضرت کرمانوالہ تشریف چلے جائیں گے۔ مگر مجھے اس تاریخ پر اچانک کوئی کام پڑ گیا تو میں سیالکوٹ نہ جاسکا۔ پھر دس بارہ دن بعد میں نے اسے دوبارہ خط لکھا کہ آپ فلاں تاریخ کو سیالکوٹ پہنچ جاؤ میں بھی انشاءاللہ آجاؤں گا۔ جب میں سیالکوٹ لاری اڈا پر گیا تو وہ آدمی بھی آپہنچا تو مجھے دیکھتے ہی رونے لگا اور اس پر پوری رقت جاری ہو گئی۔ میں نے کہا کہ تم انشاءاللہ کامیاب ہو گئے ہو۔ بتاؤ کیا بات ہے۔ اس نے بتایا کہ میں حضرت صاحب کی خدمت میں گزشتہ تاریخ پر پہنچ گیا۔ آپ سے سبق بھی حاصل کرلیا ہے۔ جب اجازت لیکر آنے لگا تو میرے ساتھ اجازت لینے والے دو تین آدمی اور بھی تھے۔ ان میں سے کسی ایک نے جوتا پہننے کے بعد پھر آپ کی خدمت میں بات کردی تو حضور نے نہایت غصہ سے فرمایا دفع ہو جاؤ" چلے جاؤ۔ اس طرح حضور ہم پر ناراض ہو گئے تھے۔ ساتھ ہی روتا جاتا تھا اور بات کرتا جاتا تھا اور کہتا جاتا تھا کہ مجھے جناب سے معافی حاصل کرادیں تو میں نے اس سے کہا کہ حضرت صاحب بالکل کسی سے ناراض نہیں ہوتے۔ آپ کا یہ غصہ سے بولنا بھی کسی خاص مقصد کیلئے ہوتا ہے۔ تمہیں مبارک ہو کہ جس مقصد کیلئے تم وہاں گئے تھے وہ مقصد تمہارا انشاء اللہ پورا ہو گیا ہے۔ میں نے دیکھا کہ اس نے داڑھی پر بھی استرا نہیں لگوایا۔

☆تمنا ہے درد دل کی تو کر خدمت فقیروں کی
نہیں ملتا یہ گوہر بادشاہوں کے خزینوں سے
☆گر ترا عقل است با دانش قرین
باش درویش و بدرویشاں نشین

☆یک زمانہ صحبت با اولیاء
بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا
حدیث: لایرد القضاء الا بدعا الفقراء

میں نے اس آدمی کو ہمراہ نہ لیا خود اکیلا ہی حضرت صاحب کے پاس چلا گیا۔ جب جناب کی خدمت میں حاضر ہوا تو جناب نے فرمایا مولوی مقصود احمد کل تمہارا ایک بیلی یہاں آیا تھا۔ آج وہ تمہیں کیا کہتا تھا کہ حضرت صاحب ناراض ہو گئے ہیں مجھے معافی لے دو۔ تمہیں اسے کہنا چاہئے تھا کہ جناب کبھی کسی سے ناراض نہیں ہوتے تو اس کے بعد مذکورہ بالا آدمی مجھے گاہے بگاہے ملتا رہتا تھا اور اپنی مکمل داڑھی شریعت کے مطابق رکھ لی تھی اور مجھے نہایت محبت اور عاجزانہ طریقہ سے ملا کرتا تھا۔

پانچویں قسط

ایک دفعہ باجرہ گڑھی سے چند آدمی حضرت صاحب کے عرس پر حضرت کرمانوالے رحمۃ اللہ علیہ شریف گئے ہوئے تھے تو عرس ختم ہونے کے بعد حضرت چھوٹے پیر جی سید میر طیب علی شاہ صاحب سجادہ نشین آستانہ عالیہ حضرت کرمانوالہ شریف نے سپیکر پر اعلان فرمایا کہ آئندہ موضع باجرہ گڑھی میں 9 نومبر سالانہ عرس ہوا کرے گا۔ میں نے گاؤں آ کر اپنے پیر بھائی اور قریبی رشتے دار بابو غضنفر علی مرحوم سے یہ بات کہی تو انہوں نے کہا کہ بہت اچھا میرا فلاں پانچ کنال رقبہ کا کھیت جو گاؤں کے قریب ہی ہے اس عرس کیلئے وقف کرتا ہوں چنانچہ تاریخ مقررہ پر حضرت بڑے پیر صمصام علی شاہ صاحب لے گئے اس عرس سے ایک ماہ پہلے برادرم بابو غضنفر علی صبح کی نماز مسجد میں پڑھتے ہوئے فوراً ہی انتقال فرما گئے تو حضرت بابا جی بہت سے اپنے غلاموں کے ہمراہ گلیوں سے گزرتے ہوئے کسی دوسرے گھر میں جا رہے تھے اس سے پہلے کبھی گاؤں نہیں آئے تھے تو بابو غضنفر علی مرحوم کے مکان کے نزدیک پہنچے ہی فوراً کھڑے ہو گئے اور اپنے ساتھیوں سے فرمانے لگے کہ یہاں فاتحہ پڑھنا ہے۔ تو اندر جا کر سب آدمیوں نے فاتحہ خوانی کی سبحان اللہ یہ بات آپ کی روحانی روشنی کا

اظہار بھی اسی طرح آپ عرس کے بعد ایک کھلے مکان میں فرماتے اور آپ کے سامنے دس بارہ فٹ کے فاصلے پر پندرہ بیس آدمی آپ سے سبق لینے کیلئے بیٹھے ہوئے تھے تو آپ نے سب کو اکٹھا ہی سبق دے دیا تو ان میں سے ایک آدمی مسمی لال دین ساکن موضع آنولہ اس عرس کے چند ماہ بعد حضرت کرمانوالے شریف کسی دوسرے عرس پر حاضر ہوا تو اس نے مجھے بتایا کہ میں نے دیکھا کہ ایک کمرہ میں بہت سے آدمی حضرت باباجی صمصام علی صاحب سے سبق حاصل کرنے کیلئے بیٹھے ہوئے ہیں تو میں بھی کمرہ کے اندر جا کر سبق لینے کیلئے ان میں بیٹھنے لگا تو مجھے دیکھتے ہی حضرت سید پیر صمصام علی شاہ صاحب نے کہا بھائی صاحب تم نے باجڑہ گڑھی میں مجھ سے سبق نہیں لیا تھا دوبارہ پھر آ گئے ہو تو میں حیران ہو کر فوراً باہر آ گیا سبحان اللہ آپ کو کتنی روحانی روشنی حاصل ہے کہ مجھے فوراً پہچان لیا۔

میرا ایک بیٹا مسمی فتح اللہ ہوائی فوج میں ملازم تھا میں مذکورہ عرس ختم ہونے کے بعد حضرت بابا صمصام علی شاہ صاحب کی خدمت میں اجازت لینے کیلئے حاضر ہوا اور ساتھ ہی میں نے اپنے بیٹے فتح اللہ کے باہر سعودی عرب جانے کی درخواست کر دی تو آپ نے بلند آواز سے فرمایا کہ ایک دفعہ ہی سارے جہاں کو وہاں بھیج دیا جائے۔ تو میں آپ کی یہ بات سن کر خاموش ہو گیا دوبارہ کوئی بات نہ کی اور دل میں کہا کہ انشاء اللہ فتح اللہ کو باہر جانے کا موقع ضرور ملے گا چنانچہ اس بات کے چار پانچ سال بعد فتح اللہ نے درخواست دے کر پنشن حاصل کر لی اور گاؤں آ گیا اور پھر پنشن حاصل کرنے کے ایک سال بعد اسے سعودی عرب جانے کا حکم آ گیا جب وہ حکم حاصل کرنے کیلئے اپنے فوجی افسران کے پاس پہنچا تو انہوں نے حیران ہو کر کہا کہ بڑی حیرانگی کی بات ہے کہ پنشن حاصل کرنے کے بعد تمہیں باہر کا حکم آ گیا یہ بھی حضرت باباجی صمصام علی شاہ صاحب کی کرامت تھی۔

ہمارے گھر باجڑہ گڑھی سے چھوٹے باباجی حضرت میر طیب علی شاہ صاحب کے مرید ملک امداد حسین کے چار سالہ بیٹے کی گردن پر ایک شدید قسم کی پھنسی نکل آئی جسے

دو تین ڈاکٹروں نے دیکھ کر کہا کہ یہ آپریشن کے قابل ہے مگر یہ پھنسی جڑوں والی ہے اس لئے اس کا آپریشن بھی بڑا خطرناک ہوگا۔ امداد حسین اپنے بچے کو ہمراہ لیکر لاہور گڑھی شاہو حضرت باباجی میر طیب علی شاہ صاحب کی خدمت میں چلا گیا تو آپ نے بچے کو دیکھ کر فرمایا کہ اسے فلاں ڈاکٹر کے پاس لے جاؤ یہ دیکھو کہ وہ کیا کہتا ہے پھر میرے پاس لے آنا ملک امداد حسین بچے کو واپس لاکر آپ کی خدمت میں پیش ہو گیا اور کاغذ جس پر ڈاکٹر نے اپنا مشورہ لکھا ہوا تھا پیش کر دیا۔ ڈاکٹر نے لکھا کہ آپریشن کے علاوہ اس کا علاج ناممکن ہے مگر آپریشن خطرناک ہوگا جس سے بچے کی جان جانے کا خطرہ ہے آپ نے وہ کاغذ پڑھ کر نیچے رکھ دیا اور ملک امداد حسین سے فرمایا بچے کو لے کر گھر چلے جاؤ۔ اب کسی دیگر ڈاکٹروں کو دکھانے کی ضرورت نہیں اللہ کریم رحم فرما دیں گے۔ بس امداد حسین بچے کو لیکر گاؤں آ گیا۔ تو چھ ماہ کے بعد وہ پھنسی آہستہ آہستہ خود ہی مٹ گئی اور بچہ بالکل تندرست ہو گیا۔ قبلہ حضرت صاحب سے بیعت کرنے کے پانچ چھ ماہ بعد چونڈہ کے قاضی مولوی عبداللہ صاحب مرحوم سے میری ملاقات ہوئی اس نے بتایا کہ میں ایک دفعہ شرقپور شریف میں اعلیٰ حضرت میاں شیر محمد صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر تھا کہ ایک آدمی آیا اس نے آپ کے سامنے تھیلی سے ایک ہزار روپیہ الٹ کر رکھ دیا جب اس نے واپس جانے کی اجازت لی مجھے بھی اجازت مل گئی تو آپ نے اس آدمی سے فرمایا کہ یہ روپے اپنی تھیلی میں ڈال لو اور واپس لے جاؤ جب وہ دونوں لاری پر اکٹھے بیٹھ گئے تو اس نے تھیلی سے ایک سو روپیہ نکال کر مجھے دے دیا تو میں نے اس سے پوچھا کہ یہ تمہارے نذرانہ رکھنے اور واپس لے جانے کی کیا بات ہے تو اس نے بتایا کہ میں ہندوستان میں مختلف بڑے بڑے شہروں میں ٹھیکہ پر عمارتیں بناتا ہوں اس کام میں مجھے خسارہ پڑنا شروع ہو گیا اور کام کرتے کرتے لاکھوں روپے مجھ پر قرض ہو گیا آخر کار میں حضرت داتا علی گنج بخش رحمتہ اللہ علیہ کے دربار میں دعا کرنے کیلئے حاضر ہو گیا تو وہاں بیٹھے ہوئے ایک آدمی نے میری باتیں سن کر مجھے یہ مشورہ دیا کہ تم شرقپور شریف میں حضرت میاں

صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر اپنی فریاد کرو تو اس کے بعد میں یہاں شرقپور شریف میں حاضر ہوا اور اپنی التجا پیش کر دی تو آپ رحمتہ اللہ نے فرمایا کہ جاؤ اللہ خیر کر دے گا میں جب واپس اپنے گھر آ گیا تو ہفتہ عشرہ کے بعد میرے پاس ایک قرض خواہ کی میرے قرضے کی وصولی کی رسید میرے پاس پہنچ گئی اسی طرح دوسرے تیسرے ہفتے تک تمام قرض خواہوں کی رسید وصولی مجھے مل گئیں تو میں نے ان میں سے ایک دو کے پاس جا کر پوچھا کہ یہ روپیہ تم نے کہاں سے لیا تو انہوں نے بتایا کہ ایک بزرگ آدمی اس حلیہ کا ہمارے پاس آیا وہ تمام حلیہ اعلیٰ حضرت میاں صاحب رحمتہ اللہ علیہ کا تھا اور آپ نے میرے پاس آ کر مجھ سے پوچھا کہ فلاں آدمی کے قرض کا حساب نکالو میں نے رجسٹر نکال کر دکھایا کہ اتنا قرض ہے تو جناب کے ہمراہ ایک دوسرا آدمی تھا جس نے تھیلی میں روپے اٹھائے ہوئے تھے تو آپ نے اسے کہا کہ اتنا روپیہ گن کر اس قرض خواہ کو دے دو جب میں نے روپیہ وصول کر لیا تو آپ نے فرمایا کہ قرضے کے نیچے قرض وصول کرنے کی تاریخ لکھ دو اور ایک وصولی کی دوسری علیحدہ تحریر کر کے اس مقروض آدمی کے نام پر بذریعہ ڈاک بھیج دو اسی طرح دیگر آدمیوں سے میں نے دریافت کیا تو سب نے یہی بات بتائی تو قرض سے فارغ ہو کر میں نے دوبارہ کام شروع کیا تو مجھے لاکھوں روپے منافع ہونا شروع ہو گیا میں اب ہر ہفتہ عشرہ کے بعد جناب میاں شیر محمد صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں ایک ہزار روپے لیکر بطور نذرانہ حاضر ہوتا ہوں تو آپ خوش ہو کر تمام روپیہ مجھے واپس کر دیتے ہیں اور مجھے پھر اس نے ایک سو روپیہ دے دیا لاہور شاہی مسجد کے قریب آ کر وہ لاری سے اتر گیا اور مجھے کہا کہ اب میں داتا صاحب کے دربار سے ہو کر اپنے گھر جاؤں گا اور یہ تمام روپیہ حضرت میاں صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی طرف سے بطور نذرانہ تقسیم کر کے جاتا ہوں سبحان اللہ اللہ والوں کی کیا عجیب شان ہے جس کی مثال ملنا مشکل ہے۔

سائیں نور محمد صاحب بٹالوی سیالکوٹ شہر کے قریب دو تین مقامات پر تنہائی اور مجذوبی حالت میں بیٹھا رہا تو میں مولوی مقصود احمد اس کے پاس جایا کرتا تھا آخر وہ

مجذوبی حالت چھوڑ کر میرے ہمراہ حضرت کرموں والا شریف ضلع فیروزپور میں چلا گیا اب وہ جب چاہتا مجھے پکڑ کر باہر لے جاتا تو میں کہتا کہ میں نے چار پانچ سال اس کی خدمت کی ہے اس لئے میں اس سے علیحدہ خود بخود نہیں ہو سکتا ہاں اگر حضرت صاحب فرمائیں تو علیحدہ ہو جاؤں گا تو ایک دن مغرب کی نماز کے بعد فوراً ہی مسجد سے باہر دور چلے گئے تو حضرت صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے میرے گاؤں کے میرے پیر بھائی محمد دین سے فرمایا کہ مقصود کہاں ہے محمد دین نے کہا وہ سائیں نور محمد کے ساتھ باہر چلا گیا ہے تو آپ نے فرمایا کہ جاؤ جا کر اسے بلاؤ مگر سائیں نور محمد کو ہمراہ نہ لانا جب میں جناب کی خدمت میں آ کر بیٹھا تو جناب نے فرمایا کہ چچا کی خواہ بے شک خدمت کی جائے۔ خدمت کرنے والے کو اس کی وراثت کا حصہ نہیں ملتا۔ **نوٹ**: چونکہ سائیں نور محمد نے بھی اعلیٰ حضرت شیر ربانی شرقپوری رحمتہ اللہ علیہ سے بیعت کی تھی اس لئے حضرت صاحب نے اسے میرے لئے چچا کے نام سے پکارا کیونکہ وہ اس لحاظ سے آپ کا پیر بھائی تھا۔ مولوی مقصود احمد تمہیں جو کچھ ملنا ہے وہ میری جائیداد سے حصہ ملے گا۔ میں خوش ہو گیا اور دل میں کہا کہ الحمد اللہ قبلہ حضرت صاحب نے اپنی جانب سے کیسا اعلیٰ انعام عطا فرمایا ہے چنانچہ بزرگوں کا فرمان ہے "یک در گیر و محکم بگیر" اس کے بعد پھر میں نے اس کے ساتھ فوراً باہر جانا بند کر دیا مگر پھر بھی میری اس کی ملاقات ہوتی رہی اور اس کی جو بات میری قبول کرنے کیلئے ہوتی تو میں اسے اپنی مرضی سے مانتا یا نہ مانتا۔ اب لاہور بھاٹی دروازہ کے قریب اس کا مزار مبارک نہایت شاندار گنبد کے ساتھ بنایا گیا ہے۔ اور بلیاں والی سرکار کے نام سے مشہور ہے۔

میری ہمشیرہ کلاں کے پیٹ میں بہت بڑی رسولی پیدا ہو گئی تھی میں نے اپنی ہمشیرہ کو مشن ہسپتال سیالکوٹ میں دکھایا تو لیڈی ڈاکٹروں نے دیکھ کر کہا کہ یہ تو بہت بڑی رسولی بن گئی ہے اس کا علاج اب آپریشن ہی ہے دوسرا کوئی علاج فائدہ مند نہیں ہو سکتا تو اس بات سے ہمشیرہ بہت ڈر گئی اور پیٹ کی تکلیف سے ہمشیرہ ہر وقت ہائے ہائے کرتی اور روتی رہتی تھی میں نے قبلہ حضرت صاحب کی خدمت میں اس کا ذکر کر دیا تو

جناب نے فرمایا کہ آپریشن کی کوئی ضرورت نہیں مندرجہ ذیل نسخے جات پر عمل کرو۔

(1) پیپل کی کونپلیں مٹھی بھر لے کر رات کو پیالہ بھر پانی میں بھگو دیا کریں صبح کو ایک دو ماشہ قلمی شورہ لیکر اس میں ڈال کر پیپل والا پانی پی لیا کریں۔

(2) نوشادر' قلمی شورہ' پھٹکری' سہاگہ' سالٹ۔

پہلی چاروں اشیاء ایک ایک تولہ اور سالٹ 10 تولے یہ سب چیزیں ہمام دستہ یا کونڈی میں کوٹ کر ایک نیلے رنگ کی بوتل میں ڈال دیا کریں اور پھر اس بوتل کو پانی سے بھر لیا کریں اور بوتل کے منہ پر ہاتھ رکھ کر زور زور سے ہلائیں تا کہ دوا دویات پانی میں حل ہو جائیں جب وہ حل ہو جائیں تو تیزاب نمک (HCL) چھوٹی چمچی ایک دو ماشہ کے قریب ڈال کر بوتل میں ملا لیا کریں اور پھر بوتل کو ہاتھ رکھ کر حرکت دیں تا کہ تیزاب پانی میں اچھی طرح مل جائے۔ اب یہ دوائی بالکل تیار ہے اس سے روزانہ صبح روٹی کھانے سے ڈیڑھ یا ایک گھنٹے کے بعد چینی کی پیالی تین چار گھونٹ کی دوائی ڈال کر پی لیا کریں اس کے بعد پاس پڑا ہوا سادہ پانی بھی تھوڑا سا پی لیا کریں۔ تا کہ منہ کی کڑواہٹ ختم ہو جائے اس طرح جب ایک دو بوتلیں پی لیں تو اللہ کریم رحم کر دے گا یہ دوائی میری ہمشیرہ ہمیشہ استعمال کرتی رہتی تھی اور میں نے دیکھا کہ رسولی دو تین سال کے اندر بالکل ختم ہو گئی اور اس کا نام و نشان تک بھی پیٹ میں نہ رہا۔ اب یہ کڑوے پانی کی بوتل بہت مفید تھی محلہ میں جس کسی عورت یا مرد کے پیٹ میں شدید درد ہوتی یا اگر کبھی بدہضمی سے گیس سے پیٹ پھول جاتا تو بوتل والی دوائی چند دن پلانے سے بالکل آرام آ جاتا۔ عام طور پر اکثر بیماروں کو یہ فرماتے کہ اولے (آملے) جانتے ہو؟ رات کو تھوڑے سے اولے لیکر ایک گلاس یا آدھے گلاس میں بھگو دیا کریں صبح کو وہ پانی علیحدہ کر کے پی لیا کریں اور اولے توے پر رکھ کر گھی نمک مرچ ملا کر تڑک لیا کریں اور اس سے صبح کا ناشتہ کیا کریں۔ اللہ کریم رحم کر دیں گے تمام امراض ختم ہو جائیں گے۔ کئی سال تک اسی دوائی کا سلسلہ جاری رہا پھر آپ نے

آنے والے لوگوں کو فرمایا کہ شیریں جانتے ہو؟ اس کے پتے چٹکی بھر پیچ صبح وشام پانی سے کھالیا کریں۔ یہ سلسلہ بھی کئی سال تک چلتا رہا ہمارے گاؤں باجڑہ گڑھی کے قریب موضع ہرپال کا ایک آدمی خون کی خرابی میں کئی ماہ بیمار رہا پھر ہمارے چند پیر بھائی اسے ہمراہ لیکر حضرت کرمانوالے شریف چلے گئے۔ اور حاضر خدمت ہو کر عرض کی کہ یہ آدمی کئی ماہ سے بیمار ہے بہت خرچ کر چکا ہے اب یہ خرچ کرنے کے قابل نہیں رہا تو جناب نے اسے فرمایا کہ کیا تم کاشتکاری کرتے ہو اس نے عرض کیا جی ہاں میں کاشتکاری کرتا ہوں تو فرمایا کہ اپنے مویشی کے سامنے بھوسہ چارہ کے طور پر ڈالتے ہو اس نے عرض کی جی ہاں تو پھر آپ نے فرمایا کہ اس چارہ سے جو بچ جاتا ہے جسے مویشی نہیں کھاتے تو رات کو کسی برتن میں ایک مٹھی بھر وہ موٹا ڈال کر پھر اس برتن میں دو تین سیر پانی ڈال دیا کرو اور پھر دوسرے دن صبح سے لیکر شام تک وہی بھوسہ والا پانی پی لیا کرو اللہ کریم رحم فرمادیں گے۔ چنانچہ اس آدمی نے گاؤں میں آکر یہ دوائی شروع کر دی تو دو تین ہفتوں میں ہی اسے مکمل شفا حاصل ہو گئی۔ سبحان اللہ ایک دفعہ ایک بڑا افسر حاضر خدمت ہوا اس نے عرض کیا کہ میں معدہ کی بیماری میں مبتلا ہوں انگریزی اور دیسی بے شمار علاج کیا ہے لیکن کوئی فائدہ نہیں ہوا تو حضور نے فرمایا کہ یہاں ہمارے پاس چند دن رہائش رکھو اور لنگر کھانے کے وقت جب تمام لوگ کھانے سے فارغ ہو جائیں اور روٹی کے ٹکڑے اور وہ سالن والے برتن ابھی وہاں پڑے ہوں تو تم وہاں جا کر روٹی کے ٹکڑے اکٹھے کر لو اور برتنوں میں جو تھوڑا سا سالن لگا ہو اس کے ساتھ روٹی کے ٹکڑے کھا لیا کرو چنانچہ اس نے چند دن ایسا کیا تو بالکل صحت یاب ہو گیا۔

ہمارے گاؤں باجڑہ گڑھی سے ایک لڑکا مسمی تاج محمد موچی سابقہ کرموں والا شریف میں حاضر خدمت ہوا تو اس نے بتایا کہ حضور ہمیشہ مغرب کی نماز مسجد سے باہر کھلے میدان میں پڑھایا کرتے تھے اور دعا مانگنے کے بعد اکیلے ہی مسجد میں آ کر چار پائی پر لیٹ جاتے ایک دن آپ کے وہاں سے آنے کے تھوڑی دیر بعد میں بھی آپ کے پاس آ گیا تو میں نے دیکھا کہ دو آدمی آپ کے پاس بیٹھے ہوئے ہیں میں بڑا

حیران ہوا کہ جناب تنہا ہی آئے ہیں دوسرا کوئی آدمی ساتھ نہیں آیا یہ دو آدمی کہاں سے آ گئے ہیں (دل میں سوچا) تو جناب نے ارشاد فرمایا کہ تاج محمد تم نے جن کبھی دیکھے ہیں؟ تاج محمد نے عرض کیا کہ نہیں۔ تو جناب نے فرمایا کہ یہ دونوں آدمی جن ہیں کیا ان جنات کو تیرے ماتحت کر دیں تو یہ تیرے جوتے سی دیا کریں گے اور دیگر تمام کام بھی کر دیا کریں گے تو اس نے عرض کیا کہ جناب مجھے صرف آپ ہی چاہئیں مجھے جنات نہیں چاہئیں پھر آپ نے فرمایا کہ آنکھیں بند کرو میں نے آنکھیں بند کیں میرے بند کرنے کے بعد فرمایا کہ آنکھیں کھول لو تو میں نے دیکھا کہ وہ دونوں غائب ہو گئے تھے۔ تو آپ نے فرمایا کہ تاج محمد میں مکان شریف میں شاہ حسین رحمتہ اللہ علیہ بھورے والے مزار کے پاس بیٹھ کر رات کو مراقبہ کیا کرتا تھا۔ ان جنات نے مختلف اشکال میں میرے پاس آ کر مجھے ڈرانا چاہا کبھی شیر اور بھیڑیے کی شکل میں آ جاتے کبھی زہریلے سانپ کی شکل میں آ کر میری پشت پر چڑھ جاتے اور کبھی میرے سامنے آ کر بیٹھ جاتے میں اعلیٰ حضرت میاں شیر محمد صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے ارشاد کردہ مراقبہ میں ایسا مشغول تھا کہ مجھے ان چیزوں کا بالکل خوف نہیں آتا تھا۔ آخر یہ جنات میری بیعت میں شامل ہو کر میرے خادم بن گئے۔ اور دیگر جنات بھی ان کے ہمراہ آ کر میری بیعت میں شامل ہو گئے ہیں۔ تاج محمد نے بتایا کہ حضور اجمیر شریف کے عرس مبارک میں شامل ہونے کیلئے تیار ہو گئے اور اپنے ہمراہ مجھے جانے کا حکم ارشاد فرمایا اور ریل میں ایک سالم ڈبہ حضور نے اپنے نام پر ریزرو کروا لیا اور اس میں اپنے ساتھ ایک مٹی کے تیل والا چولہا اور دو دیگچیاں ایک دو پالیاں اور دو تین چمچے۔ دودھ ڈالنے والا ایک ڈول یہ سامان اپنے ہمراہ رکھ لیا اور میں راستے میں کسی بڑے اسٹیشن پر اتر کر دودھ خرید لیا کرتا اور پھر حسب ضرورت آگ پر گرم کر کے اور چینی ڈال کر حضرت صاحب بھی پی لیا کرتے اور میں بھی پی لیا کرتا۔ دوسری بات یہ ہے کہ جس اسٹیشن پر بھی جا کر ریل گاڑی کھڑی ہوتی ہزاروں کی تعداد میں جناب کے مریدین وہاں موجود ہوتے اور نعرہ تکبیر اور نعرہ رسالت اور حضرت صاحب کرمانوالے زندہ باد

کے نعرے لگاتے ہوئے ہمارے ڈبہ کے سامنے آجاتے اور حضور انور دروازہ پر کھڑے ہو کر سب کو دعائیں دیتے اور فرماتے اللہ کریم خیر کرے گا۔ تو گاڑی چل پڑتی اسی طرح اجمیر شریف تک تمام اسٹیشنوں پر خلوق آ کر حضور انور سے فیض حاصل کرتی رہی ایک سٹیشن پر گاڑی کے چلنے پر بالکل برہنہ آدمی دوڑ کر ڈبہ میں آ کر کھڑا ہو گیا جس نے سر پر بودی رکھی ہوئی تھی اور کانوں میں مرکیاں پڑی تھیں اور نشہ بھی کیا ہوا تھا تو کھڑا ہو کر کبھی اپنے سر پر ہاتھ لگاتا اور کہتا کہ یہ ہندو اور پھر پیشاب کی جگہ ہاتھ کرتا اور کہتا یہ مسلمان اور اسی طرح کہتا جاتا زور زور سے کہ یہ ہندو یہ مسلمان آخر اس کے پانچ چھ منٹ کھڑا ہونے کے بعد حضور انور اپنی جگہ سے کھڑے ہو گئے اور اس کے نزدیک جا کر اسے دونوں کانوں سے پکڑ کر اوپر اٹھایا اور پھر زور سے نیچے مارا اسی طرح چند بار کرنے سے اس کے ناک اور منہ سے خون جاری ہو گیا اور وہ بیہوش ہو گیا پھر آپ اپنی جگہ پر لے آئے جب آدھ گھنٹہ کے بعد دوسرا اسٹیشن آیا تو وہ خود بخود کھڑا ہو کر جلدی سے باہر بھاگ گیا تو جناب نے فرمایا کہ تاج محمد بالٹی میں پانی ڈال کر اس جگہ کو دھوڈالو۔ میں نے پانی سے جگہ کو صاف کر دیا تو جناب نے فرمایا کہ تاج محمد تمہیں پتہ ہے کہ یہ کیا کہتا تھا میں نے عرض کیا کہ حضور مجھے معلوم نہیں تو آپ نے فرمایا کہ یہ پہلے سر کی طرف ہاتھ لگاتا تھا کہ یہ میری بودھی ہے اور کانوں کی بالیاں لیں ہندوؤں نے میرے کان میں ڈالی ہیں لیکن مجھے کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوا پھر پیشاب کی طرف ہاتھ لگا کر کہتا مسلمانوں نے میرا ختنہ کر دیا پھر بھی مجھے کوئی فائدہ حاصل نہ ہوا اور میں کئی سال سے اسی حالت میں مبتلا ہوں تو حضور نے فرمایا کہ میں نے اٹھ کر اسے پکڑ کر زور سے نیچے مارا اور اس نے میری سختی کو خوشی سے برداشت کر لیا جس سے اسے کئی سال کی ریاضت اور شب بیداری کا فائدہ حاصل ہو گیا اور وہ خوش ہو کر باہر نکل گیا اگر وہ میری دی ہوئی تکلیف کو برداشت نہ کرتا اور گاڑی سے اتر کر بھاگ جاتا تو اسے کوئی فائدہ نہ ہوتا مگر اب اسے مکمل روحانی دولت حاصل ہو گئی ہے اور وہ کامیاب ہو کر خوشی سے چلا گیا ہے سبحان اللہ جناب کا کتنا اعلیٰ مرتبہ ہے کہ ایک آدھ گھنٹہ میں اسے تھوڑی تکلیف دے کر کئی سال کی

شب بیداری ریاضت کا پھل عطا فرمادیا۔ (**سبحان اللہ**)

یہ شان حضرت کرمانوالے رحمتہ اللہ علیہ حضرت صاحب کی تھی جناب اپنی بیعت والے اشخاص کو فرماتے کہ داڑھی مبارک نہ کٹانا اور حقہ نوشی بھی نہ کرنا اور پابند صوم و صلوٰۃ بھی ہو جاؤ۔ چنانچہ آپ کے مریدین کی شناخت کی علامت داڑھی ہی ہے اور نماز میں پہلی صف میں مکمل داڑھی والا آدمی ہی کھڑا ہو سکتا ہے اور آج تک وہاں بھی قانون چلا آتا ہے اور جناب کے غلاموں میں سے کوئی آدمی بھی مفلس اور نادار نظر نہیں آتا۔ مسمی محمد اسحاق ساکن رڑکی ضلع سیالکوٹ کو چھ سات سال کی عمر میں اس کے والدین اسے میرے پاس باجڑہ گڑھی لائے کہ اسے مرگی کی بیماری ہے بہت علاج کیا مگر فائدہ نہیں ہوا میں نے انہیں کہا کہ اسے حضرت کرمانوالے شریف حضرت صاحب کے پاس لے جاؤ چنانچہ محمد اسحاق کے والدین اسے حضرت کرمانوالے شریف میں جناب کی خدمت میں چھوڑ آئے محمد اسحاق تندرست ہونے کے بعد دس بارہ سال وہاں ہی جناب کی خدمت کرتا رہا اور جب جناب کی خدمت میں بیٹھتا تو عرض کرتا کہ جناب میرے والدین بہت ہی نادار اور مفلس ہیں تو جناب فرماتے محمد اسحاق تم بہت بڑے مالدار اور دولتمند ہوا پنے مفلس ہونے کی بات نہ کیا کرو۔ چنانچہ دس بارہ سال کے بعد اجازت لیکر گاؤں آیا اور فوج میں بھرتی ہو گیا۔ اور بہت جلد ہی حضور انور کی نظر کرم سے ترقی کرتے صوبیدار بن گیا اور پھر ملازمت چھوڑ کر اپنے گاؤں میں آ گیا اور سعودی عرب اور دیگر ممالک سے ویزے منگوا کر لوگوں کو دینے لگا جس سے ویزا حاصل کرنے والے کو بھی بہت فائدہ حاصل ہوتا اور اس کے اپنے دو بھائی بھی باہر چلے گئے تو یہ دس بارہ سال میں بہت ہی دولتمند بن گیا اور اس نے موضع کا موکے میں 25 یا 30 گھماؤں زمین خرید لی۔ اور کئی ٹیوب ویل بھی لگا دیے۔

اسی طرح موضع سکھیکے چک کا ایک غریب اور بالکل ان پڑھ آدمی جس کا نام خیر دین تھا یہ حضرت کرمانوالے شریف میں بیعت ہونے چلا گیا اور پھر دس بارہ سال تک وہاں ہی حضور انور کے درویشوں کے ساتھ مل کر کاشتکاری کا کام کرتا رہا تو اس

خدمت کا انعام اسے یہ حاصل ہوا کہ اس کا ایک بیٹا میٹرک میں پڑھتا تھا جو میٹرک کے امتحان میں تمام پنجاب میں فسٹ آیا تو حکومت اسے گھر سے ہی فوج میں لیفٹیننٹ کے عہدے پر بھرتی کر کے لے گئی۔ پھر خیر دین کا جب رحلت کا وقت آیا تو اپنے گاؤں میں ہی مقیم تھا تو اس کے نزدیک خالی چارپائی رکھی ہوئی تھی اس نے اپنے پاس بیٹھنے والوں کو کہا کہ میرے حضرت صاحب کرما نوالے شریف لے آئے ہیں اور اس چارپائی پر بیٹھ گئے ہیں حالانکہ اس وقت حضور انور وصال پا چکے تھے **(سبحان اللہ)** ہمارے گاؤں باجڑہ گڑھی کا ایک نوجوان مولوی محمد شریف نے بتایا کہ میں ملتان شریف امام علی حق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مزار مبارک کے قریب جا کر بیٹھ گیا مگر میرے دل کو کچھ سکون حاصل نہ ہوا پھر میں نے اسی وقت دل میں یہ کہا کہ یہ میرے حضرت کرما نوالے ہی سبز چادر لے کر آرام فرما رہے ہیں تو پھر میں تقریباً آدھ گھنٹہ وہاں رہا پھر جیسے سکون حضرت کے پاس بیٹھنے سے ہوتا تھا ویسا ہی دل بہت خوش رہا پھر میں وہاں سے آ گیا تو بازار میں مجھے گاؤں باجڑہ گڑھی کے چند آدمی ملے انہوں نے کہا کہ آج حضرت صاحب وزیر آباد تحصیل دار محمد شفیع کے گھر آ رہے ہیں اس لئے ہم آپ کو ساتھ لیکر وزیر آباد جا رہے ہیں جب وزیر آباد چلے گئے اور بیٹھک میں حضرت صاحب والے کمرے میں بیٹھ گئے تو آپ نے دیگر باتیں فرماتے ہوئے پوچھا کہ تم میں سے کوئی سکول پڑھا ہوا بھی ہے ایک لڑکے نے جواب دیا میں بی اے پاس ہوں تو آپ نے پوچھا کہ اچھا بتاؤ کہ سمندر کتنے ہیں اب میری توجہ اس بات کی طرف گئی کیونکہ آپ فرمایا کرتے تھے اللہ کریم کے کلام پاک میں ستر سے زیادہ کچھ اسرار ہوتے ہیں اسی طرح حضور نبی کریم ﷺ کی حدیث پاک میں 70 سے زیادہ اسرار ہوتے ہیں اور اسی طرح اولیاء اللہ کے کلام پاک میں بھی 70 سے کچھ زیادہ اسرار ہوتے ہیں اب آپ نے اس آدمی سے فرمایا کہ سمندروں کے نام لینا شروع کرو تو اس نے کہا کہ بحر منجمد شمالی' بحر منجمد جنوبی' بحر ہند' بحرہ عرب' وغیرہ وغیرہ تو آپ نے اتنے نام سنتے ہی فرمایا کہ سمندر تو ایک ہی ہے پانی جس جس ملک کے ساتھ ہے

اس کا نام پڑ گیا ہے مجھے اس بات کی فوراً سمجھ آ گئی کہ حضور نے حضرت امام صاحب کے دربار میں کرنے والی بات کی تصدیق کر دی میں نے اسی وقت سجدہ میں سر رکھ دیا تو حضور نے فرمایا کہ مولوی مقصود احمد ٹھیک ہے سمندر ایک ہی ہے پانی بھی ایک ہی ہے ذائقہ بھی ایک ہی ہے میں نے عرض کیا کہ حضور ٹھیک ہے ایک ہی ہے تو پھر حضور نے دوبارہ فرمایا کہ ہاں بالکل ٹھیک ہے ایک ہی ہے حضور انور نے یہ بات راز کے طور پر فرمائی جس کی سمجھ میرے سوا کسی دوسرے کو نہ آئی

"میاں عاشق و معشوق رمز نیست
کراما کاتبین راهم خبر نیست"

سیٹھ محمد شفیع صاحب مرحوم نے بتایا کہ ایک دفعہ ہم چند درویش لاہور والی شاہی مسجد کی سیڑھیوں کے قریب برآمدے میں بیٹھے ہوئے تھے اور حضرت صاحب ہم سے بہت دور فاصلہ پر مسجد کے اندر چند آدمیوں کے ہمراہ فرما تھے کہ ایک نوجوان عورت بالکل ننگے سر میک اپ کئے ہوئے ہمارے پاس آ کر کھڑی ہو گئی اور حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا نام لیکر کہنے لگی کہ میں ان سے ملاقات کرنے آئی ہوں آج رات مجھے شرقپور والے حضرت میاں شیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت ہوئی ہے تو میں نے ان سے دعا کیلئے التجا کی تو آپ نے فرمایا کہ آج صبح شاہی مسجد میں جا کر حضرت صاحب کرماں والے سے پہلے میری بات کرنا پھر اپنی التجا کرنا وہ آپ کی بات سن لیں گے اس لئے میں آپ کے پاس جا رہی ہوں تو سیٹھ صاحب نے اسے روک کر اپنے پاس بٹھا لیا اور کہا کہ میں تمہاری یہ بات حضرت صاحب سے کرتا ہوں اگر آپ نے اجازت دے دی تو پھر تمہیں لے جاؤں گا اس نے خود جانے کیلئے بہت زور لگایا مگر ہم نے سختی سے اسے روک دیا تو پھر میں نے حضرت صاحب کے پاس جا کر ان کے خدمت میں یہ بات عرض کر دی تو آپ نے فرمایا کہ وہ جاسوس ہے جاسوس ہے اسے جوتے مار کر نکال دو وہ چند آدمیوں سے شرط لگا کر آئی ہے کہ اگر وہ عورتوں سے نہیں ملتے تو آج میں ضرور ان سے مل کر آؤں گی تو سیٹھ نے بتایا کہ میں نے آ کر

اسے غصہ کے ساتھ جھڑک کر مسجد سے باہر نکال دیا۔ میرے بچوں کے ماموں کا نام بابو غضنفر علی ہے مسمی مذکور پاکستان بننے سے پہلے انگریزی حکومت کے دوران محکمہ ایم اے ایس پشاور میں ملازم تھا اس کا تبادلہ بنگال میں ہو گیا تبادلہ کے بعد چند ناقصین نے سرکاری چیزوں کے غبن کا الزام اس پر لگا دیا میں اپنے سکول رسولپور میں تین بجے رخصت ہونے پر پیدل ہی اپنے گاؤں باجوہ گڑھی کی طرف آ رہا تھا کہ گاؤں سے ایک میل کے فاصلے پر مجھے دو تین سرکاری گاڑیاں نظر آئیں جن پر فوجی بیٹھے ہوئے تھے میں نے ایک آدمی سے پوچھا کہ یہ گاڑیاں کہاں سے آئی ہیں اس نے بتایا کہ حاجی عبدالکریم بھٹہ کے بھتیجے بابو غضنفر علی بھٹہ کے گھر پر چھاپہ مارنے کیلئے آئے تھے۔ یہ بات سن کر غم کی وجہ سے مجھ سے چلنا مشکل ہو گیا مگر دو تین منٹ کے بعد ہی میرے دل میں قبلہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا خیال مبارک آ گیا کہ جناب ہماری پشت پر موجود ہیں ہم آپ کے غلام ہیں اس لئے انشاء اللہ خیر ہو جائے گی تو میں بالکل ہشاش بشاش ہو کر تیزی سے چلتا ہوا گاؤں باجوہ گڑھی میں پہنچ گیا جا کر دیکھا کہ ایک فوجی بابو غضنفر علی بھٹہ کے مکان کے دروازے کے باہر دروازے کو قفل لگا کر کرسی پر بیٹھا ہوا ہے میں نے اپنے گھر جا کر حالات دریافت کئے تو انہوں نے بتایا کہ گھر کا تمام سامان پلنگ میز کرسیاں وغیرہ لکھ کر لے گئے ہیں کل سرکاری ٹرک آئیں گے۔

تو ان پر یہ تمام سامان رکھ کر پشاور لے جائیں گے یہ بات سن کر میں فوراً حضرت کرماں والے جانے کیلئے شہر سیالکوٹ کی طرف روانہ ہو گیا اور گاڑی پر بیٹھ کر لاہور پہنچ گیا اور پھر دوسرے دن صبح 10 بجے کے قریب حضرت کرماں والے شریف قبلہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت مبارک میں حاضر ہو گیا۔ آپ نے جاتے ہی مجھے بابو غضنفر علی کا نام لیکر پوچھا کہ اس کا کیا حال ہے میں نے عرض کیا کہ میں اسی کا حال عرض کرنے کیلئے حاضر ہوا ہوں گاؤں سے ایک انگریز افسر اور کچھ فوجی اس کے گھر آ گئے تھے اور گھر کا تمام سامان ٹرکوں پر رکھ کر لے جائیں گے۔ جناب نے فرمایا بڑے ظالم ہیں جناب اس وقت چارپائی پر لیٹے ہوئے تھے میری بات سن کر پہلو بدل کر منہ

مبارک دوسری طرف کرلیا اور تقریباً آدھ گھنٹے کے بعد فرمایا مولوی مقصود احمد بیٹھے ہوئے ہو میں نے عرض کیا جی ہاں بیٹھا ہوا ہوں آپ نے فرمایا اللہ کریم خیر کردے گا۔ فکر نہ کریں گھر کا تمام سامان نہیں جائے گا صرف چند ایک چھوٹی چھوٹی سرکاری اشیاء جو انہیں ملیں گی وہ لے جائیں گے میں اسی وقت اجازت لے کر واپس آ گیا انگریز افسر اور دوسرے فوجی افسر 10 بجے کے قریب دو تین ٹرک لے کر آ گئے تھے اور گھر کا تمام سامان فوجیوں نے ٹرکوں پر رکھ لیا پھر 11 بجے کے قریب سامان رکھنے کے بعد ایک فوجی صوبیدار نے انگریز آفیسر کو کہا کہ کیا یہ سامان میز کرسیاں اور پلنگ وغیرہ جناب کے گھر میں نہیں ہے اور کیا ہی میرے گھر میں بھی نہیں ہے تو اس انگریز آفیسر نے کہا ٹھیک ہے یہ سامان میرے گھر میں بھی ہے اور تمہارے گھر میں بھی ہے۔ تو اس فوجی آفیسر نے انگریز سے کہا تو پھر یہ تمام سامان کیوں اٹھالیا ہے صرف سرکاری چیزیں لے لو تو تمام سامان اسی وقت ٹرکوں سے اتار کر واپس بابو غضنفر علی کے مکان میں رکھ دیا گیا صرف چند سرکاری چیزیں رکھ لیں یہ صورت حال قبلہ ام حضرت صاحب کے تصوف کا اثر تھا کہ جس وقت آپ نے مجھے فرمایا کہ ہمارا سامان نہیں جائے گا اسی وقت اپنے روحانی سے فوجیوں کے دماغ پر قبضہ کر کے سامان واپس کرا دیا سبحان اللہ

پھر جب چند ماہ کے بعد میں دوبارہ حضور انور کی خدمت میں حاضر ہوا تو جناب نے فرمایا کہ بابو غضنفر کو یہ خط لکھو وہ کہ چند تحفے بصورت ڈالی بنا کر انگریز افسر کے پاس لے جائے تو انشاء اللہ ان سرکاری چیزوں کے متعلق بھی خیر ہو جائے گی۔ میں نے بابو غضنفر علی کو خط تحریر کر دیا تو اس نے ایسا ہی کیا اور وہ سرکاری چیزیں دفتر کے رجسٹر پر جو انگریز افسر کے پاس تھا درج کر کے نیچے اپنے دستخط کر دیے جب مقدمہ دائر شدہ کی تاریخ مقررہ پر بابو عدالت میں حاضر ہوا تو اس نے بتایا کہ تمام سامان تو میں نے رجسٹر پر درج کر کے لیا تھا۔ غبن کا الزام غلط ہے تو مجسٹریٹ نے جب رجسٹر دیکھا تو اپنے منہ میں حیرانگی سے قلم ڈال دیا یہ تو مقدمہ ہی ختم ہو گیا اور بابو غضنفر علی بھٹہ کو بری کر دیا اور پھر بابو غضنفر علی حضرت صاحب کے ارشاد کے مطابق اپنے دفتر کے ہیڈ کلرک بن

گئے سبحان اللہ کون اندازہ کرسکتا ہے اس کے زور بازو کا نگاہ مرد مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں۔ میں جب ماہ دسمبر 1932ء میں پہلی بار حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا تو داڑھی رکھنے کے متعلق میں نے اپنی بے عقلی کا عذر کیا کہ لوگ مجھے مولوی کہیں گے مگر مجھے کوئی اسلامی مسئلہ نہیں آیا تو حضور انور کی نظر کرم سے میں نے مختلف مذاہب یعنی شیعہ اور وہابی اور مرزائی کے متعلق تمام کتابیں خرید کر پڑھ لیں چنانچہ میرے پاس کتاب مقیاس حنفیت مصنف مولانا محمد عمر صاحب اور شان حبیب الرحمن اور تفسیر نعیمی (سورۃ فاتحہ و بقرہ) نہایت ہی مفصل مولانا احمد یار گجراتی اور تفسیر ضیاء القرآن پانچ جلد مصنف سید کرم شاہ صاحب فاضل جامعہ الاظہر اور آفتاب ہدایت جس میں اہل شیعہ کے تمام اعتراضات کا جواب اور مرزائی مذہب کے متعلق بہت سی کتب اور اکسیر ہدایت مصنف امام غزالی اور تذکرہ اولیاء تمام کتب کا ذخیرہ میرے پاس قبلہ حضرت صاحب کی نظر کرم سے ہو گیا ہے جن کے مطالعہ سے کوئی غلط مذہب مجھ پر غلبہ نہیں ڈال سکتا اور میں نے اس علم کی برکت سے اپنے گاؤں باجڑہ گڑھی میں پچاس سال تک جمعۃ المبارک پڑھایا۔

جس کے اثر سے اپنے گاؤں اور دیگر نزدیکی دیہات میں مسلک وہابیہ دیوبندی شیعہ مرزائی کی اشاعت نہیں ہونے دی اور اب 9 نومبر میں ہمارے گاؤں میں حضرت صاحب کا سالانہ عرس مبارک ہوتا ہے جس کے اثر سے بے شمار لوگ حضرت صاحب کی بیعت مبارک میں شامل ہو کر مرید بن گئے ہیں۔ **الحمد للہ** پاکستان قائم ہونے سے پہلے کا ذکر ہے کہ سائیں نور محمد بٹالوی رحمۃ اللہ علیہ کا مزار مبارک اب لاہور بھاٹی دروازہ کے قریب نہایت شاندار عمارت میں بنایا گیا ہے۔ یہ گوجرانوالہ سے جنوبی جانب تین میل کے فاصلے پر جنگل میں مجذوبانہ حالت میں قیام پذیر تھے بندہ انہیں ملنے کیلئے ان کے پاس گیا تو آپ فرمانے لگے کہ قبلہ حضرت صاحب سے ملاقات کئے تین چار سال گزر گئے ہیں اب آپ کی زیارت کرنے کیلئے میرا دل پریشان ہے اس لئے میں آپ کو ہمراہ لیکر حضرت کرمانوالہ شریف پہنچ گیا وہاں پر پاکپتن شریف سے

مولوی عبدالحق صاحب بھی اٹھارہ بیس آدمیوں کے ہمراہ لائے ہوئے تھے مجھے فرمانے لگے کہ مولوی مقصود احمد کہ حضرت صاحب تو اپنے بازو کی چوٹ کے سلسلے میں ضلع شیخوپورہ موضع چوہدری چک میں لے گئے ہوئے ہیں۔

اس لئے میں تو صبح اپنے تمام آدمیوں کے ہمراہ وہاں جانا چاہتا ہوں میں نے کہا کہ ہم بھی دونوں آدمی آپ کے ہمراہ چلے جائیں گے چنانچہ ہم سب لوگ دن غروب ہونے کے بعد چوہدری چک میں پہنچ گئے راستے میں ہر شخص کے دل میں یہ پریشانی پیدا ہو رہی تھی کہ یہ رمضان کا مہینہ ہے اور ہم سب نے روزہ رکھا ہوا ہے کرمانوالے شریف میں جس وقت جائیں کھانا مل جاتا ہے مگر یہاں آپ خود مسافر ہیں وہاں ہمارے کھانے کا کیا انتظام ہوگا آپ وہاں ایک مسجد میں قیام فرما تھے جب ہم جناب کی خدمت میں پہنچے تو ہمارے پہنچتے ہی گاؤں کا ایک آدمی وہاں آ گیا اور اس نے جناب سے فرمایا کہ جناب تمام مہمان آ گئے ہیں؟ آپ نے فرمایا آ گئے ہیں تو پھر آپ نے ہمیں فرمایا کہ جاؤ مقصود احمد پہلے سب جا کر کھانا کھاؤ پھر بیٹھیں گے جب ہم اس آدمی کے ہمراہ اس کے گھر پہنچے تو وہ کھانا نہایت پر تکلف (نمکین پلاؤ' زردہ' گوشت مرغ) پکا ہوا تھا سب نے نہایت خوش ہو کر کھانا کھایا اور ہر ایک کے دل میں یہ خیال تھا کہ یہ کھانا کہیں شادی والے گھر سے آیا ہے کھانا کھانے کے بعد مولوی عبدالحق صاحب نے گھر والوں کے ایک آدمی سے پوچھا کہ کیا یہ کھانا کہیں شادی والے گھر سے آیا ہے؟ تو اس آدمی نے بتایا نہیں جناب یہ کھانا آپ کے لئے ہی ہم نے گھر میں پکایا ہے جناب حضرت صاحب نے رمضان شریف شروع ہونے سے ایک ہفتہ پہلے فرمایا تھا کہ فلاں تاریخ کو شام کے بعد میرے اتنے مہمان آئیں گے وہ سب روزہ دار ہوں گے اس لئے ان کے آنے سے پہلے کھانا تیار ہونا چاہئے۔

چنانچہ بہت سے آدمیوں نے کھانا پکانے کی درخواست پیش کی مگر میری درخواست پہلے منظور ہوگئی اب جتنے دن تم یہاں رہو گے مختلف آدمیوں کے گھروں میں باری باری سحری اور شام کو اسی قسم کا کھانا آپ کو ملتا رہے گا یہ بات سن کر سب لوگ بہت خوش ہوئے

کہ قبلہ حضرت صاحب کی قلبی و روحانی روشنی کا کتنا شان ہے جب کہ وہابیوں کی کتابوں میں لکھا ہے کہ جب تک انسان بات نہ کرے تو خدا کو بھی علم نہیں کہ اس نے کیا بات کرنی ہے۔ چنانچہ سحری کے وقت ہم دوسرے گھر گئے وہاں بھی اسی قسم کا کھانا تیار تھا۔

بندہ ایک دفعہ ماہ رمضان میں حضرت کرمانوالے شریف گیا ہوا تھا کہ نماز شام کے بعد گاؤں کے دس بارہ آدمی ایک مسافر کے ہمراہ جناب کی خدمت میں آکر بیٹھ گئے اس مسافر کے کپڑے بہت میلے کچیلے تھے اور شکل وصورت بھی نہایت غریبانہ اور سادہ تھی تو جناب نے اس کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ حاجی جی تم نے کتنے حج کیے ہیں حالانکہ اس کی شکل وصورت حاجیوں کی طرح نہ تھی اور اس نے کہا جناب دو حج کیے ہیں تو جناب نے فرمایا کہ نہیں تم نے چار حج کیے ہیں اس نے انکار کر دیا کہ نہیں جناب میں نے تو صرف دو حج کیے ہیں تو جناب نے فرمایا کہ حج پر جانے سے پہلے تمہیں دو دفعہ حضور نبی اکرم ﷺ کی زیارت نہیں ہوئی تھی تو اس نے کہا کہ ٹھیک زیارت ہوئی تھی آپ نے فرمایا کہ یہ ظاہری حج کرنے سے بھی بڑا حج ہے پھر جناب نے فرمایا کہ حاجی جی تم کچھ پڑھے ہوئے بھی معلوم ہوتے ہو چند پڑھی ہوئی کتابوں کا نام لو اس نے پانچ چھ بڑی بڑی عظیم عربی کتب کا نام لیا تو جناب نے فرمایا کہ حاجی جی آپ نے فلاں فلاں کتاب تو استاد سے پڑھی ہوئی ہے مگر فلاں فلاں کتب تم نے استاد سے نہیں پڑھی اس نے کہا کہ جناب بالکل ٹھیک ہے۔ سبحان اللہ حضور کی کشش کرامات کا کتنا عظیم مرتبہ ہے۔

ایک دفعہ بس پر بیٹھ کر آ رہا تھا کہ بس میں چند شیعہ مذہب کے لڑکے بیٹھے ہوئے تھے انہوں نے صحابہ کرام کے خلاف باتیں کرنا شروع کر دیں۔ میں نے انہیں اس بات سے منع کیا تو وہ زیادہ جوش و خروش میں آکر بکواس کرنے لگے بس میں کسی دوسرے آدمی نے انہیں روکنے کی جرأت نہ کی تو میرے دل میں ان کی ان باتوں سے بہت غم اور پریشانی پیدا ہو گئی اور میں اوکاڑہ میں آکر بس سے نیچے اتر آیا اور پھر

حضرت کرماں والے شریف میں حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہو گیا تو جناب نے میرے بیٹھتے ہی فرمایا کہ مولوی صاحب اگر کوئی آدمی سورج اور چاند کی طرف منہ کر کے تھوکے تو کیا یہ تھوک وہاں تک پہنچے گا۔ نہیں نہیں بالکل تھوکنے والے کے منہ پر ہی پڑے گا۔ جناب کے ان ارشادات کو سن کر مجھے سکون حاصل ہو گیا

ایک دفعہ رسولپور بھلیاں ضلع سیالکوٹ کا مسمی فقیر اللہ بیان کرتا ہے کہ میں پاکستان بننے سے پہلے جناب کی خدمت میں حاضر تھا تو جناب مختلف آدمیوں کی تکالیف سن کر فرمانے لگے کہ یہ دنیاوی تکالیف تو انشاء اللہ ہماری دعا سے رفع ہو جائیں گی مگر میں تو اپنے فوت ہونے والے مریدوں کی قبروں میں منکر نکیر کے آنے سے پہلے وہاں پہنچ جاؤں گا۔ اور ان کی مدد کروں گا سبحان اللہ کتنا عظیم شان ہمارے حضرت صاحب کا ہے۔ مرشد ہو تو حضرت کرماں والے جیسا ہو!

ایک دفعہ فیصل آباد میں تین چار علمائے کرام میں ایک شرعی مسئلہ پر بحث ہو رہی تھی لیکن مسئلہ ان سے حل نہ ہو سکا ان میں سے ایک عالم صبح بذریعہ بس حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا تو جناب اپنے کمرہ مبارک میں چٹائی پر فرما تھے تو فیصل آباد سے آنے والے عالم کو دیکھتے ہی فرمایا کہ اس میری الماری سے فلاں نام کی کتاب اٹھا لائیں اور اس کا فلاں ورق نکال کر پڑھیں۔ تو جب اس نے کتاب کا وہ صفحہ نکال کر پڑھا تو وہ حیران و ششدر رہ گیا کہ جس مسئلہ پر وہ تمام رات جھگڑا کرتے رہیں وہ مسئلہ کتاب کو دیکھتے ہی حل ہو گیا تو وہ حضور انور کی روحانی طاقت کو دیکھ کر بہت خوش ہوا۔

موجودہ جامع مسجد جس جگہ تعمیر کی گئی ہے اس جگہ پر پانی کا بہت بڑا جوہڑ تھا جس سے گاؤں کے تمام مویشی آکر پانی پیتے تھے تو جناب حضرت صاحب نے پانی خدمت میں حاضر ہونے والے غلاموں سے وابڑوں کے ذریعہ اس تالاب سے مٹی ڈلوانا شروع کر دی ایک دن ایک آدمی حاضر خدمت ہوا تو اس نے عرض کیا کہ جناب میں چند ٹریکٹر بمعہ ٹرالی بھیج دیتا ہوں جو ہفتہ دو ہفتہ میں اس جگہ کو مٹی سے پر کر دیں گے تو جناب نے فرمایا میرے پاس تو ایسی مخلوق ہے۔ جسے میں حکم دوں تو وہ اسے چند

گھنٹوں میں مکمل طور پر بھر دیں گے مگر میں نے تو اپنے ان غریب مریدوں کے فائدے کیلئے کام شروع کیا ہے تا کہ ان کو ان چندہ دہندوں کے ڈالنے سے ہر قسم کے روحانی فوائد حاصل ہو جائیں۔

OOOOOOOOOOOOOOO

مرشد کامل

مشتمل بر بیان کردہ واقعات

1۔ احمد نثار (پوتا) حاجی اللہ دتہ سانگلہ ہل والے

2۔ سید محمد حسین شاہ محلہ حسین پورہ لاہور

3۔ چودھری عاشق حسین خان شیخوپورہ

4۔ مولوی رحمت علی محمد شریف باغبانپورہ لاہور

5۔ حکیم علی اکبر گجرات

6۔ محمد یونس فاروق آباد

7۔ شیخ غلام حیدر غازی آباد لاہور

میرا نام احمد نثار ہے میں حاجی اللہ دتہ (سانگلہ ہل ضلع شیخوپورہ) کا پوتا ہوں۔ میرے دادا اعلیٰ حضرت کرماں والاؒ کے مرید تھے، میں نے کچھ واقعات قبلہ حضرت صاحب کرماں والے" کے بارے میں اپنے دادا جی سے سن رکھے ہیں۔ میرے دادا جی بتایا کرتے تھے کہ جب میں پہلی بار قبلہ حضرت صاحب کرماں والے" سے ملا تو آپ ایک جگہ ختم شریف عرس پر تشریف لے جا رہے تھے۔ میں دوکان پر بیٹھا ہوا تھا۔ میرے سامنے سے بڑی بڑی ہستیاں گزر رہی تھیں۔ جب قبلہ حضرت صاحب میرے سامنے سے گزرے پتہ نہیں مجھے کیا ہوا اور میرے دل میں خیال آیا کہ کیسا آدمی ہے تو تیرے سامنے سے اتنی اتنی بڑی ہستیاں گزر رہی ہیں اور تو دوکان پر بیٹھا ہوا ہے میں نے اپنے منہ پر تھپڑ مارا اور قبلہ حضرت صاحب کرماں والے" کے پیچھے بھاگا، اور قبلہ حضرت صاحب سے ملا قبلہ حضرت صاحب نے فرمایا کیا ہوا بابا میں نے تمہارا کچھ چرا تو نہیں لیا تو دادا جی نے کہا کہ آپ نے تو میرا دل ہی لے لیا ہے۔ پھر دادا جی نے آپ قبلہ حضرت صاحب کو کچھ دیر اپنے گھر آرام کرنے کو کہا، قبلہ حضرت صاحب نے کہا کہ بابا گھر نہیں یہاں غلہ منڈی کے قریب ایک چھوٹی مسجد ہے وہاں چلتے ہیں۔ آپ کے ساتھ آپ کے دو تین (بیلی) ساتھی بھی آپکے ساتھ تھے۔ ان میں سے دو لوگوں کا نام یاد ہے جو اس وقت آپکے ساتھ تھے۔ سیٹھ محمد شفیع اور باؤ شریف۔ مسجد میں بیٹھنے کے بعد دادا جی نے کھانے کا اصرار کیا تو حضرت صاحب نے فرمایا کہ بابا گھر میں دو روٹیاں اور دال ہے وہی لے آؤ دادا جی نے گھر آ کر پوچھا تو گھر میں دو روٹیاں اور دال ہی تھی۔ دادا جی نے گھر والوں کو کھانا تیار کرنے کے لیے کہا اور کچھ چادریں اور تکیے اور مجھے نثار احمد یعنی اپنے پوتے کو ساتھ لے کر مسجد میں چلے گئے اس وقت میری عمر دو سال تھی۔ پھر دادا جی مجھے وہیں مسجد میں چھوڑ کر کھانا لانے کیلئے گھر آ گئے۔ حضرت صاحب میرے ساتھ کھیلتے رہے اور جب دادا جی کھانا لے کر آئے تو حضرت صاحب نے کھانا کھایا اور پھر مجھے گود میں لے کر پوچھا بابا تمہارے کتنے پوتے ہیں دادا جی نے کہا ایک۔ آپ نے تین بار پوچھا اور دادا جی نے یہی جواب دیا تو آپ قبلہ حضرت صاحب نے فرمایا نہیں بابا

سات پوتے ہیں۔ واقعی اب اللہ کے کرم اور قبلہ حضرت صاحب کی دعا سے میرے علاوہ سات یعنی ہم آٹھ پوتے ہیں۔ پھر میرے دادا جی نے حضرت کرمانوالہ شریف آنا جانا شروع کر دیا۔

یہ 1962ء کی بات ہے کہ حضرت صاحب نے میرے دادا جی کو فرمایا جاؤ بابا حج کر آؤ اور دو آنے کا سکہ دیا۔ دادا جی نے حج کی درخواست دی اس وقت قرعہ اندازی ہوتی تھی۔ اُس سال قرعہ اندازی میں نام نہ نکلا۔ اگلے سال آپ نے پھر دو آنے کا سکہ دیا۔ اسی طرح تقریباً تین چار سال میں حضرت صاحب نے دادا جی کو پورا ایک روپیہ دے دیا اور آخری مرتبہ زور دے کر فرمایا کہ بابا جاؤ بھی حج کرنے۔ تو دادا جی پھر اُس سال حج کرنے گئے اور ان کے ساتھ ان کے سات (۷) ساتھی بھی تھے جن کی درخواست بھی دادا جی کے ساتھ ہی منظور ہوئی تھی۔

ایک دفعہ میرے والد صاحب عنایت اللہ بہت بیمار ہو گئے تھے۔ بہت ڈاکٹروں اور حکیموں سے علاج کروایا لیکن ٹھیک نہ ہوئے۔ ایک رات دادا جی ساری رات اونچی اونچی روتے رہے اور قبلہ حضرت صاحب کو پکارتے رہے۔ رات گزری تو صبح چھ یا سات بجے کے قریب قبلہ حضرت صاحب کے دونوں صاحبزادے پیر محمد علی شاہ بخاری اور پیر سید عثمان علی شاہ بخاری ہمارے گھر تشریف لائے اور آتے ہی انہوں نے دادا جی کو کہا کہ ہمیں حضرت صاحب کرماں والے" نے حکم فرمایا کہ جلدی سانگلہ ہل جائیں کیونکہ بابا اللہ دتہ ساری رات آوازیں دیتا رہا ہے اور پھر انہوں نے میرے والد صاحب سے کہا کہ عنایت تم اٹھ کر بیٹھ جاؤ تم بالکل ٹھیک ہو۔ پھر میرے والد حضرت صاحب کرماں والے" کی نظر کرم سے ٹھیک ہو گئے۔

ایک دفعہ دادا جی حضرت کرماں والا شریف گئے ہوئے تھے کہ ان کا جوتا گم ہو گیا، دادا جی دو تین دن ننگے پاؤں ہی پھرتے رہے۔ حضرت صاحب نے جب دیکھا اور دادا جی کو کہا کہ بابا اگر جوتا گم ہو گیا ہے تو نیا لے آؤ، ایک دو دن ویسے ہی گزر گئے پھر حضرت

صاحب نے جب دوبارہ دیکھا تو پھر اپنے پاس بلا کر اپنے خاص خادم کو اپنے کمرے کی چابی دے کر کہا کہ بابا اللہ دتہ کو ساتھ لے جاؤ اور جو ان کو جوتا پسند آئے وہ دے دو، دادا جی اندر کمرے میں گئے۔ وہاں بہت سے جوتوں کے جوڑے پڑے ہوئے تھے جنہیں دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور ان جوتوں کو چومتے رہے اور کوئی بھی جوتا نہ لیا اور نہ ہی پہنا اور باہر آ کر قبلہ حضرت صاحب سے کہا کہ حضرت صاحب میں اس قابل نہیں ہوں کہ آپ کے جوتے پہنوں پھر حضرت صاحب نے اپنے ڈرائیور سے کہا کہ بابا اللہ دتہ کو اوکاڑہ لے جاؤ اور نیا جوتا لے کر دے دو۔ پھر دادا جی اوکاڑہ سے نیا جوتا لے کر آئے۔

ایک دفعہ دادا جی حضرت کرماں والا شریف گئے ہوئے تھے کہ رات کو مسجد میں جا کر سو گئے تھوڑی ہی دیر میں حضرت صاحب کرماں والے وہاں آ گئے اور کہا کہ بابا تم یہاں سونے آئے ہو اور دادا جی کو اٹھا کر اپنے ساتھ لے گئے اور اپنی چارپائی پر بیٹھ کر دادا جی سے کہا کہ میرے دل سے کان لگا کر سنو یہ کیا کہہ رہا ہے تو دادا جی نے بتایا کہ دل سے اللہ اللہ کے ذکر کی آوازیں آ رہی تھیں سبحان اللہ

ایک دفعہ دادا جی حضرت کرماں والا شریف گئے ہوئے تھے کہ ایک دن مسجد میں جا کر سو گئے کہ آدھی رات کے وقت حضرت صاحب آئے مجھے اٹھایا وضو کروا کے باہر مین روڈ پر لے کر آ گئے دادا جی کہتے ہیں کہ میں نے آسمان کی طرف دیکھا تو چار پالکیاں آسمان سے نیچے اتریں اور ان میں بڑی بڑی ہستیاں بیٹھی ہوئیں تھیں اور ایک پالکی میں سے ایک ہستی نے سب کو پانی پلایا اور قبلہ حضرت صاحب کو بھی پلایا اور مجھے بھی۔ وہ پانی دودھ سے بھی زیادہ سفید اور میٹھا تھا۔ دادا جی نے بتایا کہ میری ہمت نہ تھی کہ میں یہ پوچھ سکتا کہ یہ ہستیاں کون ہیں۔

اعلیٰ حضرت صاحب نے ایک موقع پر کئی لوگوں کی موجودگی میں اپنے سر کی ٹوپی جو آپ خود پہنتے تھے۔ وہ دادا جی کو پہنائی اور تسبیح دی۔ دادا جی نے وصیت کی تھی کہ میرے مرنے کے بعد یہ ٹوپی اور تسبیح میرے ساتھ رکھ دی جائے، چنانچہ ایسے ہی کیا گیا۔ دادا جی کی وفات کے بعد ٹوپی ان کے سر پر پہنا دی گئی اور تسبیح قبر میں ان کے پہلو میں رکھ دی گئی۔

درج ذیل واقعات سید محمد حسین شاہ محلہ حسین پورہ غازی آباد مغلپورہ لاہور کے پوتے سید افتخار حسین شاہ محلہ حسین پورہ غازی آباد مغلپورہ لاہور نے اپنے داداجی کے ہاتھ سے لکھے ہوئے شائع کرنے کے لیے دیئے۔

حضرت کرماں والےؒ کے حالات زندگی تحریر کرنیکا شرف تو اسے حاصل ہوگا۔ جو باقاعدہ آپکی سوانح حیات مکمل فرما کر ثواب دارین سے منصب اعلےٰ پر فائز و مرام ہوگا۔

لیکن فقیر حقیر ناچیز خاکپائے سرکار کرماں والہ صرف آپکی دربار اعلےٰ کی حاضری اور شرف باریابی کے چند واقعات عاشقان سرکار کی نذر کرتا ہے۔

چونکہ بندہ کی ابتدائی مذہبی تعلیم ایک عالم اجل اہلحدیث مولانا مولوی عبدالرحمٰن کے درس میں ہوئی تھی۔ اسلئے اولیا واللہ کے متعلق میرے خیالات اس قدر اچھے نہ تھے اور اسے محض دکانداری ہی خیال کرتا تھا۔ حُسن اتفاق سے میں مڈل سکول کھونگل ضلع امرتسر میں تبدیل ہوکر چلا گیا۔ وہاں ایک مولوی صاحب مدرسہ حزب الاحناف لاہور کے فارغ التحصیل تشریف فرما ہوئے اور مدرسہ حزب الاحناف کی شاخ جاری فرما کر درس شروع کر دیا۔ میں نے بھی دورۂ حدیث اور منطق کی چند کتب اُن کے درس میں ختم کیں۔ دوران تعلیم ایک دن مولوی صاحب نے مجھ سے پوچھا کہ آپ نے کسی بزرگ سے بھی ملاقات کی ہے میں نے کہا کہ میری نظر میں ایسا بزرگ فی زمانہ کوئی موجود نہیں۔ سب دکانداریاں ہی ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ آپ کرموں والہ ضلع فیروزپور میں تشریف لے جائیں وہاں سید محمد اسماعیل شاہ صاحب تشریف فرما ہیں۔ وہاں آپ کی تسلی ہوگی اور ساتھ ہی کہا کہ وہ جلدی سے رخصت نہیں دیا کرتے میں چونکہ ملازم تھا زیادہ رخصت مشکل تھی اس لئے سوچ کر کہا کہ اچھا مولوی صاحب ماہ اپریل میں ہمیں ایک ماہ کی تعطیلات ہوتی ہیں میں تعطیلات میں حاضری دوں گا چنانچہ اپریل کو میں نے اہل وعیال کو وطن پہنچا دیا اور خود یہ خیال کرکے ایک ماہ کی رخصت کافی ہے درویش کتنا عرصہ اپنے ہاں رکھے گا۔

جس وقت میں حضور کے درِ دولت پر حاضر ہوا حضور صحن کے چبوترے کو درست فرما رہے تھے۔ آپ نے جندرا کو پکڑا ہوا تھا اور مستری صاحب خدا اُن کو غریقِ رحمت کرے رسہ کھینچ کر مٹی ہموار فرمارہے تھے۔ عصر کے نماز کا وقت قریب تھا لوگ مسجد میں بیٹھے تھے۔ میں نے سرکار کے سامنے جا کر سلام عرض کیا! حضور نے ایک نظر سے میری طرف دیکھا اور فرمایا "آپ کہاں سے آئے ہیں!" میں نے عرض کی ضلع امرتسر سے! فرمایا! آپ ماسٹر ہیں۔ میں نے عرض کیا! سرکار مڈل سکول کھتو ننگل میں ماسٹری کا کام کرتا ہوں۔ یہ جواب دیتے ہوئے ساتھ ہی دل میں خیال بھی کیا کہ چونکہ میں نے شلوار اور کُلہ دار پگڑی پہن رکھی ہے اور آپ کے پاس اکثر پٹواری اور ماسٹر ہی اس لباس میں آتے ہیں تو تجربہ سے آپ نے فرمایا ہے یہ کوئی اولیائی نہیں ہے۔ پھر حضور نے فرمایا کہ آجکل رخصتیں ہیں میں نے عرض کیا جناب تعطیلات ہیں اور ساتھ ہی دل میں خیال کیا کہ چونکہ تعطیلات کا موسم ہے اور سب سکول آجکل بند ہیں اور عموماً ماسٹر آپکی خدمت میں حاضر ہوتے ہوں گے۔ تو یہ بات بھی آپ نے اندازے سے بتائی ہے۔ جس وقت میرے دل میں یہ خیال گزرا آپ نے معاً میری طرف نظر کی اور فرمایا ماسٹر جی تم ایک مہینے کی رخصت لے کر گھر سے آئے ہو میں نے تو دو مہینے آپ کو واپس نہیں جانے دینا یہ کلمات سُن کر مجھے ہوش آگیا اور زبان سے الحمدللہ کہہ کر شکر کیا۔ (کفر جاتا رہا خدا، خدا کرکے)

بعد ازاں آپ نے فرمایا اچھا وضو کرو میں نے وضو کیا اور دیگر احباب کے ساتھ صف پر بیٹھ گیا۔ اذان ہوئی، آپ بھی تشریف لائے اور میری طرف مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا! ماسٹر جی نماز پڑھاؤ۔ تعمیلِ ارشاد میں کھڑا ہوا نماز کے بعد آپ نے مجھے اندر بلایا اور پوچھا کس خاندان سے ہیں۔ میں نے عرض کیا! سادات گھرانے سے، اور پھر علمی بحث شروع فرمادی۔ ایک کلمہ میں آپ سے میرا اختلاف ہوا میں اُسے اسم تفضیل عرض کرتا تھا اور آپ صفت مشبہ ارشاد فرماتے تھے۔ آپ نے ایک کتاب سے میری تسلی فرمائی اور فرمایا! پیر جی میں دہلی کا سند یافتہ ہوں۔

میں حضور کی خدمت اقدس میں پورے 22 دن رہا۔ ہندو، سکھ، عیسائی، مسلم تمام مذاہب کے لوگ حاضر خدمت ہوتے اور دامن مراد بھر کر چلے جاتے۔

ایک دن ایک سکھ حاضر ہوا عرض کیا کہ حضور میرا لڑکا قتل کے مقدمہ میں گرفتار ہے دعا فرمادیں کہ بری ہو جائے۔ حضور نے فرمایا! اُس نے قتل کیا ہے؟ کہنے لگا شبہ میں گرفتار ہوا ہے۔ حضور نے فرمایا میرے پاس آ کر بھی جھوٹ بولتے ہو۔ فوراً سکھ نے اقرار کیا کہ حضور واقعی اُس نے قتل کیا ہے۔ حضور نے چند لمحے کے بعد فرمایا جاؤ اپیل کرنا بری ہو جائے گا۔ میری طرف توجہ کر کے فرمایا! پیر جی اگر یہ شخص پہلے ہی سچ بولتا تو ابھی بری ہو جاتا۔ واہ، سبحان اللہ۔ الولی ینظر بنور الله

ایک دفعہ حضرت صاحب کرماں والے "چٹی مسجد نور مغلپورہ لاہور میں تشریف فرما تھے۔ حسن اتفاق سے میں بھی حاضر ہوا میرے بڑے لڑکے کے نرینہ اولاد مرض سوکھا میں مبتلا ہو کر فوت ہو جاتی تھی۔ حضور ہمیشہ عصر کے بعد ریلوے لائن کے ساتھ ساتھ ہربنس پورہ کی طرف سیر فرمایا کرتے تھے۔ جب آپ واپس آ رہے تھے تو میں بیمار بچے کو تولیہ میں لپیٹ کر لائن پر کھڑا ہو گیا۔ جب آپ قریب تشریف لائے تو فرمایا پیر جی! کیا ہے، میں نے عرض کیا حضور پوتے نہیں بچتے فرمایا کہ اس کا نام نصر اللہ رکھ دو، اور کھوے کی کھوپڑی رگڑ کر دو۔ بڑا موٹا ہو جائے گا۔ حضور کی دعا سے بچہ تندرست ہو گیا اور ماشاء اللہ اب بی۔ اے سیکنڈ ائیر میں پڑھ رہا ہے۔ حضور کو یہ نام بڑا مرغوب و پسند تھا۔ ہمیشہ یہی نام رکھنے کے لیے ارشاد فرمایا کرتے تھے۔ جہاں تک کہ بڑے صاحبزادہ صاحب کے ہاں جب اللہ تعالیٰ نے فرزند ارجمند فرمایا تو اُس کا نام بھی نصر اللہ ہی ارشاد فرمایا۔

ایک دفعہ پھر حضرت صاحب کرمانوالے "چٹی مسجد نور غازی آباد مغلپورہ لاہور میں قیام فرما تھے۔ عصر کے بعد جب آپ سیر سے واپس تشریف لائے تو میں ریلوے لائن پر سلام کے لیے کھڑا تھا فرمایا پیر جی! آپ کا مکان یہاں ہے۔ میں نے عرض کیا حضور لڑکے کو کرایہ پر لے کر دیا ہوا ہے۔ دکن کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا! یہاں زمین لے کر

مکان بنالو۔ میں نے عرض کی کہ حضور بہت اچھا۔ یہ سب جنگل تھا اور کوئی مکان نہ تھا۔ میں نے پانچ مرلہ زمین لے کر کچا پکا مکان تعمیر کروا دیا۔ حسن اتفاق سے ایک سال بعد حضور تشریف لائے اور میں سلام کیلئے حاضر ہوا اور عصر کے بعد اپنے مکان واقعہ کمہار پورہ کے سامنے ریلوے لائن پر کھڑا تھا کہ حضور ہر بنس پورہ کی طرف سے تشریف لائے۔ میرے مکان کی طرف نگاہ کر کے فرمایا پیر جی کتنے مکان بنائے میں نے عرض کی حضور پانچ مرلے میں صرف ایک مکان بنایا ہے۔ تبسم فرما کر ارشاد کیا کہ پیر جی 5×5 کتنے ہوتے ہیں میں نے عرض کیا قبلہ 25 ہوتے ہیں۔ فرمایا کہ میں نے تو تم سے 25 مکان بنوانے ہیں۔ چنانچہ کا ارشاد حرف بحرف درست ہوا۔ یہی نہیں بلکہ پورا محلہ فقیر کے نام پر (محلہ حسین پورہ) مشہور ہو گیا اور آج تک مشہور ہے۔

نگاہ مرد مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں
جو ہو ذوق یقیں پیدا تو کٹ جاتی ہیں زنجیریں

حضور کی نگاہ کرم تو سب معتقدین کیلئے برابر تھی۔ لیکن جہاں تک میرا تجربہ ہے مجھ پر تو آپ کی خاص عنایت تھی۔ مجھے ہمیشہ محبت سے پیر جی فرمایا کرتے تھے کہ میں اور میرے احباب نے اکثر نوٹ فرمایا ہے کہ جب بھی میں آپ کی مجلس میں حاضر ہوا بس نگاہ التفات میری طرف ہو جاتی اور جب تک میں ذانو ادب ٹیک کر بیٹھا رہتا کسی سے بات نہ فرماتے۔ ہر بات پر پیر جی کہہ کر میرے ساتھ ہم کلام ہوتے۔

آپ کی شان بڑی اعلیٰ تھی آپ سے مانگنے والوں کو تو ملتا ہی تھا۔ مگر کئی دفعہ بن مانگے بھی ملا کرتا تھا۔ میرے بڑے لڑکے جو ڈاکٹری کا کام کرتا تھا کے ہاں چھ لڑکیاں یکے بعد دیگرے پیدا ہوئیں۔ میں گھبرا کر حضور اقدس کی خدمت میں بڑے لڑکے کو لے کر حاضر ہوا۔ انہی ایام میں چھوٹے لڑکے کی شادی بھی ہوئی تھی۔ میں نے مبارکبادی چٹھی لکھ کر پیش کی حضور نے پڑھ کر فرمایا اچھا ہوا مبارک ہو۔ میں نے عرض کیا! حضور ڈاکٹر صاحب کی چھ لڑکیاں ہو گئی ہیں دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ بچہ عنایت فرمائے۔ حضور نے بے ساختہ فرمایا!

پیر جی دونوں کیلئے دعا نہ کر دوں۔ دوسرے بیٹے کے لیے پھر آتے پھر وگے۔ عرض کیا کہ حضور کی نوازش ہوگی۔ فرمایا جاؤ اللہ تعالیٰ دونوں کو فرزند عطاء کرے گا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضور کے فرمان کے مطابق دونوں بیٹوں کے ہاں اولاد نرینہ عطا فرمائی۔ سبحان اللہ

ایک دفعہ مجھے نقرس کی بیماری ہوگئی۔ میں حضرت کرمانوالہ شریف حاضر ہوا عرض کی حضور! میری انگلیاں اکٹھی نہیں ہوتیں کوئی دوائی تجویز فرما دیں۔ پہلے تو کوئی دوا ارشاد فرمانے لگے پھر فرمایا جاؤ پیر جی اللہ میاں ایسے ہی صحت کر دے گا۔ چند یوم کے بعد بیماری خود بخود جاتی رہی۔

چوہدری عاشق حسین خاں ستمبر 2001ء میں محکمہ "پاپولیشن ویلفیئر" سے ڈسٹرکٹ پاپولیشن ویلفیئر آفیسر شیخوپورہ ریٹائر ہوئے۔ 1954ء میں اعلیٰ حضرت کرماں والے رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے بیعت ہوئے

پہلے دن ہی مرید ہونے کیلئے ہم تین بیلی (میرا بڑا بھائی اور دوسرا ایک عزیز) ہمراہ ماسٹر شیخ محمد صاحب (جو شرقپور شریف کے مرید ہیں) حضرت کرمانوالہ شریف جانے کیلئے بذریعہ ٹرین تیسرے بیلی کے گاؤں سے پیدل روانہ ہوئے لیکن ریلوے سٹیشن "کاہنہ کاچھا" نزد لاہور ابھی تقریباً ایک میل دور تھا کہ ریل گاڑی پہنچ گئی اور چلنے کی وسل دے دی۔ ہم نے تیز تیز چلنا شروع کیا اور سب نے کہا کہ آج دیکھتے ہیں ہمارا پیر گاڑی ٹھہراتا ہے یا نہیں؟ جبکہ ان دنوں آپکی کرمانوالہ گاڑی ٹھہرانے کی کرامت عام تھی۔ لہٰذا ہوا یہ کہ گاڑی چل کر دوبارہ ٹھہر گئی ہم اسٹیشن پر پہنچے اور گاڑی میں بیٹھتے ہی گاڑی دوبارہ کراچی کی طرف روانہ ہوگئی اسطرح ہم اپنی منزل پر پہنچے اور تینوں حضرت صاحب کرمانوالے سے بیعت ہوگئے۔

میں کالج سے چھٹیاں ہونے پر اپنے گاؤں، موجودہ قلعہ میر زمان (سابقہ قلعہ سوجان سنگھ) جانے کیلئے اپنے اسٹیشن موجودہ صفدر آباد (سابقہ منڈی ڈھاباں سنگھ) پہنچا تو میرا چچازاد بھائی مجھے لینے کیلئے گھوڑا لایا جو بہت منہ زور تھا۔ ہم دونوں سوار ہوئے راستے میں میرا چچازاد بھائی اتر گیا اور میں اکیلا سوار تھا کہ گھوڑا منہ زوری کی وجہ سے تیز دوڑنے لگا اور روکنے پر نہ رکا، میں نے کافی کوشش کی لیکن بے سود، راستے میں تھوڑے تھوڑے فاصلے پر تین جگہیں خطرناک تھیں اس وقت میں نے اعلیٰ حضرت کرمانوالے " کی طرف متوجہ ہو کر التجاء کی اور آپکا بتایا ہوا درود شریف پڑھنے لگا۔ جس پر ایک کیکر کے درختوں کے جنگل میں گھوڑا بچتا بچاتا گزر گیا آگے چھوٹی سی آبادی کے ساتھ خراس (گندم پیسنے کی بیلوں کے ساتھ چلنے والی مشین) تھا جسکے اوپر بڑی لکڑی ہوتی ہے وہاں سے بھی گھوڑا ایک طرف بچ کر نکلا اور آگے ایک پرانا بوڑ کا درخت اور ساتھ پرانا کنواں تھا۔ یہاں سے بھی خدا جانے

کیسے بچ نکلا اور آگے کھیت تھے اتنا یاد رہا کہ گھوڑے نے چھوٹے سے نالے (کھالے) کو عبور کرنے کیلئے چھلانگ لگائی تو مجھے جیسے کسی نے پکڑ کر ایک سبز جھاڑی میں پھینک دیا اور مجھے خراش تک نہ آئی اور گھوڑے کو جو لوگ پکڑنے کیلئے لگے ہوئے تھے وہ کامیاب ہوئے۔

یہ واقعہ حضرت صاحب کی علالت کے آخری دنوں کا ہے کہ میں آپ کی زیارت کیلئے حاضر ہوا تو آپ نے پوچھا کیا کرتے ہو۔ عرض کی محکمہ فیملی پلاننگ کے دفتر میں کام کر رہا ہوں۔ آپ نے فرمایا! کیا آپ کو بڑا آفیسر نہ کر دیں؟ آپ آفیسر ہو جائینگے۔ میں نے التجا کی آپ کی کرم نوازی ہوگی۔ ایسے ہی ہوا کہ اگست 1966ء میں مجھے فیملی پلاننگ سپروائزر تعینات کیا گیا جسکا نام محکمہ کی طرف سے کچھ دنوں بعد "فیملی پلاننگ آفیسر" بدلا گیا اور پھر پاپولیشن پلاننگ آفیسر رکھا گیا۔ اور جب ریٹائر ہوا تو آپکی دعا کے مطابق ضلع میں بڑا آفیسر ہی تھا۔ یہ سب آپ کا کرم تھا۔

یہ واقعہ 1991ء یعنی حضرت صاحب کی وفات سے 25 سال بعد کا ہے۔ جون 1991ء میں ضلع شیخوپورہ میں ہی اسسٹنٹ ڈسٹرکٹ پاپولیشن ویلفیئر تعینات تھا کہ محکمہ کی طرف سے امریکہ جانے کا اتفاق ہوا۔ واپسی کا ٹکٹ براستہ ٹوکیو (جاپان) کا تھا۔ میں نے امریکہ میں اپنے آفیسر / ڈائریکٹر کے ذریعہ کافی کوشش کی کہ واپسی کا ٹکٹ براستہ جدہ (سعودیہ) بدل دیں تاکہ عمرہ کر لوں اور روضہ رسول ﷺ پر حاضر ہو سکوں لیکن سب طرف سے مایوسی ہوئی۔ آخر دوسری دفعہ Los Angles شہر جانا ہوا تو میں 400 ڈالر ساتھ لے کر گیا جو کہ Air Lines والے مطالبہ کرتے تھے۔ وہاں ڈزنی لینڈ ہوٹل میں ایک پاکستانی دوست کے ساتھ گیا اور Air Lines کے کاؤنٹر پر انگریز لڑکی کو ٹکٹ دیا کہ مجھے مہربانی کر کے براستہ جدہ کا ٹکٹ بنا دیں اور خود حضرت صاحب کی طرف متوجہ ہو کر درود شریف پڑھنے لگا۔ کرم یہ ہوا کہ لڑکی کمپیوٹر پر چیک کر کے کہنے لگی کہ آپنے تو پہلے ہی Over Payment کی ہوئی ہے۔ ہم نے کہا کہ آپ بس ہمیں واپسی کا ٹکٹ براستہ جدہ کا بنا دیں۔ اس پر اس نے مطلوبہ ٹکٹ بنا دیا اور ساتھ ایک -/5000 روپے کا

Refend Voucher بھی دیا کہ یہ کمپنی سے واپس لے لیں۔ واپس کیا لینے تھے میں تو 400ڈالر یعنی اسوقت کے تقریباً -/10000 روپے دیئے گیا تھا۔ یہ سب اعلٰے حضرت کا کرم نہیں تو اور کیا ہے۔ اس طرح میں دوسرے دوستوں کیساتھ 12 ستمبر 1991ء کو جدہ سے رات ہی مدینہ شریف پہنچا اور پھر مکہ شریف آ کر پانچ عمرے کرنے کے بعد 18 ستمبر 1991ء کو پاکستان واپس آیا۔ یہ تو چند واقعات تحریر کئے ہیں ورنہ واقعات تو بہت ہیں جبکہ جماعت ہشتم (جب بیعت ہوا) سے لے کر بی، ایس سی آنرز اور پھر ایم۔ اے (شماریات) کرنے تک ہر سال اعلٰے حضرت کی دعائیں لیتا رہا اور کامیابیاں حاصل کرتا رہا۔ یہ سب انکا کرم ہے۔ کہ اب دوسری دفعہ 2003ء میں اپنی زوجہ کو ساتھ لے کر حج بھی کر لیا ہے۔

درج ذیل واقعات اعلیٰ حضرت کرماں والے رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے ایک اور خادم محمد شریف نے بیان کیے ہیں جنہیں مولوی رحمت علی ظفی کالج روڈ ہانگ بانپورہ لاہور نے ترتیب دیا ہے

لاہور سے محمد شریف بیان کرتے ہیں کہ ایک دن ہمارے محلّہ میں ایک نوجوان فوت ہوگیا۔ ہم اسکی فاتحہ خوانی کے لیے بیٹھے ہوئے تھے کہ ان کا ایک رشتہ دار محمد اسمٰعیل فاتحہ خوانی کے لیے آیا اور اس نے یہ بیان کیا کہ میں ایک بدکار آدمی تھا اور ہر شرعی برائی مجھ میں موجود تھی۔ مثلاً جوا کھیلنا شراب پینا وغیرہ اور نماز نہیں پڑھتا تھا۔ ایک دن میں نے اپنے ہاں ایک دعوت کا انتظام کیا ہوا تھا۔ مجرے کا انتظام بھی کیا اور اپنے ہم مشرب دوستوں کو بھی بلایا تھا۔ ان کی خاطر تواضع کے لیے لذیذ کھانے اور شراب کا خاص طور پر انتظام کر رکھا تھا۔ حضور داتا گنج بخش ہجویری کا عرس مبارک شروع تھا۔ اور میں کبھی کبھی وہاں سلام کرنے چلا جایا کرتا تھا۔ میں نے سب انتظام کرنے کے بعد اپنے ڈرائیور سے کہا کہ کار نکالو تاکہ ہم دوستوں کے آنے سے پہلے حضرت داتا گنج بخشؒ سرکار کے مزار پر حاضری دے آئیں۔ چنانچہ ہم نے اپنی کار داتا دربار کے مغرب کی طرف جہاں آجکل حزب الاحناف واقع ہے۔ ادھر کھلی جگہ پر کھڑی کر دی اور میں نے اپنے نوکر کو کار میں ہی رہنے دیا اور خود فاتحہ خوانی کرنے کے لیے دربار شریف کی طرف چلا گیا۔ جب میں واپس آکر کار میں بیٹھنے لگا تو سڑک کے دوسری طرف سے ایک چھوٹی سی مسجد سے ایک آدمی دوڑتا ہوا آیا اور مجھے کہا کہ تمہیں ہمارے حضرت صاحب سرکار کرماں والے" بلا رہے ہیں۔ میں نے جواب دیا کہ لیکن میں تو ان کو نہیں جانتا۔ وہ پھر دوبارہ آیا اور کہا کہ وہ تمہیں ہی بلا رہے ہیں۔ چنانچہ میں نے اپنے ڈرائیور سے کہا کہ تم کار سٹارٹ کرو میں ان کی بات سن کر آتا ہوں۔

جب میں مسجد پہنچا تو وہاں ایک بزرگ تشریف فرما تھے اور ان کے سامنے چند لوگ باادب اور دوزانو بیٹھے ہوئے تھے۔ مجھے دیکھ کر آپؒ نے فرمایا کہ ملک صاحب کسی کی بات سن لینے میں کوئی حرج تو نہیں، ہاں اگر دل مانے تو قبول کر لینا ورنہ تمہاری مرضی۔

جب میں جوتے اتار کر مسجد میں داخل ہوا تو آپؒ نے فرمایا کہ مارو ظالم کو مارو۔ میں بہت گھبرایا کہ پتہ نہیں یہ مجھے کیوں مروانا چاہتے ہیں۔ لیکن اتنے میں، میں نے دیکھا کہ ایک خرگوش مسجد میں داخل ہوا اور اس کے پیچھے ایک کتا تھا۔ جسے وہاں پر موجود لوگوں نے اس کو مار بھگایا۔ اور ادھر خرگوش حضرت صاحب سرکارؒ کے زانو کے درمیان بیٹھ گیا۔ آپؒ نے اس پر شفقت سے ہاتھ پھیرا اور اسے فرمایا کہ اللہ کریم نے تیری جان بچالی ہے اب تو چلا جا۔ اجازت ملنے کے بعد وہ خرگوش چلا گیا۔ اور کچھ دیر کے بعد اپنا ایک بچہ لے آیا اور اسے حضرت صاحبؒ کے قدموں میں ڈال کر دوسرا لے آیا۔ آپؒ نے فرمایا کہ مجھے پتہ تو کہ تیرے دو بچے ہیں تو انہیں لے جا۔ رب کریم تیری نسل میں برکت فرمائے گا۔ پھر وہ خرگوش اپنے دونوں بچے باری باری لے گیا۔ مجھے حضرت صاحبؒ نے پوچھا کہ تمہارا نام کیا ہے، میں نے عرض کیا کہ میرا نام محمد اسمٰعیل ہے۔ آپؒ نے فرمایا کہ تو تو میرا ہم نام ہے۔ اس فقیر کا نام بھی محمد اسمٰعیل ہے، سیدنا حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے اپنے بیٹے کا نام بھی یہی رکھا تھا۔

اس کے بعد میں نے ڈرائیور کو بھیج دیا اور کہہ دیا کہ میں خود کسی سواری پر آ جاؤں گا۔ اتنے میں داتا دربار میں نماز عصر کی اذان ہو گئی۔ اور حضرت صاحبؒ سرکار نے ارشاد فرمایا کہ نماز کے بعد بات کریں گے۔ پہلے نماز کی تیاری کرو اور اذان دو۔ اذان دی جانے لگی اور تمام بیلی وضو تازہ کرنے لگ گئے۔ میں نے سوچا کہ جب تک حضرت صاحبؒ نماز سے فارغ ہوتے ہیں میں کنجروں کے گھروں سے جو کہ داتا دربار کے پاس ہی تھے، حقہ پی آؤں۔ جب میں وہاں پہنچا تو انہوں نے مجھے چارپائی کے اوپر سفید چادر بچھادی، پاؤں کی طرف کھیس اور سرھانے کی طرف گاؤ تکیہ رکھ دیا۔ اور حقہ بھر کر مجھے پلانے لگے اور میری خدمت کرنے لگ گئے۔ اس طرح جب میں نے اندازہ کر لیا کہ نماز ختم ہو چکی ہو گی تو میں پھر دوبارہ حضرت صاحبؒ کی خدمت میں اس چھوٹی سی مسجد میں حاضر ہوا۔ تو آپؒ نے مجھے دیکھتے ہی اپنے اوپر والی سفید چادر اتار کر اپنے پاس صف پر بچھادی اور مجھے فرمایا کہ بادشاہ

جی! یہاں اس چادر پر بیٹھ جاؤ۔ تم سے کوئی ضروری بات کرنی ہے۔ لیکن مجھے اس چادر پر بیٹھنے سے ڈر آتا تھا۔ تب حضرت صاحب سرکارؒ نے فرمایا کہ بیٹا! یہ سفید چادر ان کنجروں کی سفید چادر سے بری تو نہیں ہے۔ تب اس وقت مجھے فوراً احساس ہو گیا کہ اللہ کا ولی خواہ جہاں بھی بیٹھا ہو وہ ہر جگہ کی خبر رکھتا ہے۔ ولی کی بڑی شان ہے۔ میں نے چادر اکٹھی کر دی اور صف پر بیٹھ گیا۔ حضرت صاحب سرکارؒ کی توجہ نے میرے دل کی دنیا بدل دی۔ تھوڑی دیر کے بعد شام کی اذان ہو گئی۔ تو میں نے اٹھ کر وضو کیا اور جماعت میں شامل ہو گیا۔ قبلہ حضرت صاحب سرکارؒ نے خود امامت فرمائی اور مقتدیوں میں دوسری صف میں میں بھی کھڑا ہو گیا۔

جب حضرت صاحب سرکارؒ کی اقتدا میں میں پہلے ہی سجدے میں گیا تو پھر میں سجدہ سے نہیں اٹھ پایا۔ نماز ختم ہونے کے بعد چیلوں نے میرے متعلق دریافت کیا تو حضرت صاحب سرکارؒ نے فرمایا کہ وہ اپنی بقایا نماز پڑھ لیں۔ نماز کے بعد حضرت صاحب سرکارؒ نے پانی پر دم کر کے میرے منہ پر چھینٹے مارے اور فرمایا کہ اب اٹھ جاؤ۔ اور میں اس سجدہ کی کیفیت کو بیان نہیں کر سکتا۔

اس کے بعد داتا صاحب سرکار کے دربار شریف سے حضرت صاحب اور ان کے چیلوں کے لیے لنگر شریف آ گیا۔ دستر خوان بچھایا گیا اور سب کو دال روٹی کھانے کو دی گئی اور میرے سامنے حضرت صاحب سرکار نے بھنا ہوا مرغ رکھ دیا اور فرمانے لگے کہ گھر میں بھی تو تم نے یہی کھانا تھا۔ میں نے عرض کیا کہ گھر میں تو واقعی میں نے یہی کھانا تھا لیکن اب میں آپؒ کے ساتھ لنگر شریف کی دال روٹی ہی کھاؤں گا۔ چنانچہ اس لنگر کی دال روٹی میں مجھے ایسا مزہ آیا کہ اس سے قبل زندگی میں مجھے کسی بھی کھانے میں اتنا مزہ نہیں آیا ہو گا۔ پھر میں نے رات کو عشاء کی نماز بھی وہاں قبلہ حضرت صاحب سرکارؒ کے ساتھ ہی ادا کی اور تقریباً آدھی رات کے وقت مجھے حضرت صاحب سرکارؒ نے فرمایا کہ اب تم گھر چلے جاؤ۔ اور کل تمہیں میرا یہاں ملنا مشکل ہے۔ چنانچہ جب میں گھر پہنچا تو مہمان جا چکے تھے اور مجرا ختم ہو چکا تھا۔ میں نے تھوڑی دیر آرام کیا اور پھر گھر والوں سے وضو کے لیے پانی اور جائے

نماز مانگا۔ سب گھر والے حیران رہ گئے کہ یہ ملک صاحب میں تبدیلی کیسے آگئی۔
میری بچی جو کہ بیمار تھی اس کے لیے ڈاکٹر صاحب کو بلایا گیا اور میں حضرت صاحبؒ سرکار کو ملنے کے لیے داتا صاحب دربار شریف چلا گیا۔ لیکن حضرت صاحبؒ کی زیارت نہ ہو سکی۔ جب میں گھر آیا تو بچی فوت ہو چکی تھی اور گھر والوں نے رشتہ داروں کو بلا لیا تھا، اور کفن دفن کا انتظام کر لیا تھا۔ میرے جانے کے بعد انہوں نے اسے میانی صاحب کے قبرستان میں دفن کر دیا تھا۔ اگلے دن مجھے حضرت صاحب سرکارؒ کا خط موصول ہوا جس میں بچی کے فوت ہونے کی تعزیت اور دعائے مغفرت کی گئی تھی۔ میں شراب بہت پیتا تھا لیکن حضرت صاحبؒ سرکار کی نظر کرم کے باعث اب میں نے شراب قطعاً چھوڑ دی اور نماز پنجگانہ اور تہجد پڑھنی شروع کر دی۔ شریعت کے مطابق داڑھی بھی رکھ لی اور اوراد و وظائف بھی پڑھنے لگ گیا۔ اس کے علاوہ میں نے ہر بُرے کام سے بھی توبہ کر لی۔
میری بیوی کو تپ دق ہو گئی تھی۔ تمام علاج بے سود، آخر کار ایک دن اس نے مجھے خدا اور رسول کا واسطہ دیا کہ میں اس کو حضرت صاحبؒ سرکار کے پاس لے جاؤں۔ آخر میں نے مجبور ہو کر اپنی بیوی کو اپنی کار میں بٹھا لیا اور ساتھ ہی کفن بھی رکھ لیا۔ میرے جانے سے پہلے ہی حضرت صاحب سرکارؒ نے میری بیوی کے لیے گھر میں چارپائی اور بستر بچھوا دیا تھا۔ جب میں حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا تو حضرت صاحب سرکارؒ نے فرمایا کہ اپنی بیوی کو کار سے نکال کر گھر بھیج دو۔ بستر بچھا ہوا ہے۔ اور ساتھ ہی فرمایا کہ انہیں 40 دن یہاں رہنا ہو گا۔ ہر روز ایک چوزہ کھانا ہو گا۔ وہ میں اوکاڑہ سے اکٹھے کر کے لے آیا۔ اور وہ اللہ رب العالمین کے فضل اور حضرت صاحبؒ سرکار کی نظر کرم سے بالکل ٹھیک ہو گئی۔ پھر حضرت صاحب سرکارؒ نے ہمیں اس خوشخبری کے ساتھ رخصت عطا فرمائی کہ اللہ کریم تمہیں بیٹے بھی عطا فرمائیں گے۔ اور اب ماشاء اللہ ہمارے دو بیٹے ہیں اور وہ دونوں پرائمری میں پڑھتے ہیں۔
جب میں نے یہ واقعات سنے تو حضرت صاحب کرماں والے سرکار کا پتہ پوچھا اور

اسی وقت اپنے دھلے ہوئے کپڑے جو کہ گیلے تھے وہی پہن کر دفتر چلا گیا۔ اگلے دن جمعہ تھا وہ میں نے حضرت صاحبؒ سرکار کے پاس ہی ادا کیا اور جمعہ کے بعد ایک کار میں (جو ہمارے ایک بیلی محمد موسیٰ کی تھی۔ جو کہ گڑھی شاہو کے امیر ترین شخص تھے اور اپنے سارے بُرے کام چھوڑ کر حضرت صاحب سرکارؒ کے دست حق پرست پر بیعت ہو کر نہایت صالح اور پارسا ہو گئے تھے اور سوائے عیدین کے دنوں کے سارا سال روزے رکھتے تھے۔ اور راتوں کو عبادت کیا کرتے تھے۔) بیٹھ کر لاہور واپس آ گیا۔ لیکن میں رات کو سو نہ سکا کہ اے بدبخت تو وہاں کار میں سوار ہو کر واپس آنے کے لیے گیا تھا یا کہ حضرت صاحب سرکارؒ سے بیعت ہونے کے لیے گیا تھا۔ چنانچہ صبح ہفتہ کو میں نے چار دن کی چھٹی لی اور پھر حضرت صاحبؒ سرکار کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ آپؒ نے اپنی عادت کریمہ کے مطابق جب میری باری آئی تو مجھے فرمایا کہ تو کہاں سے آیا ہے۔ اور کیا ڈھونڈ رہا ہے؟۔ میں نے عرض کیا کہ میں لاہور سے آیا ہوں اور کسی اللہ کے بندے کی تلاش میں ہوں۔ آپؒ فرمانے لگے کہ شہر لاہور تو داتا کی نگری ہے وہاں اللہ کے بندے کیا کم ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ حضور بے شک بہت ہیں اور ہوں گے۔ لیکن مجھے پہچان نہیں۔ آپؒ نے فرمایا کہ ابھی تیری چار چھٹیاں ہیں ان میں اچھی طرح تسلی کر لو۔ اگلے دن نماز فجر کے بعد ضروری وظائف سے فراغت کے بعد آپؒ نے ہمیں فرمایا کہ آؤ بیلیو ذرا باہر سیر کر آئیں۔ چنانچہ حضرت صاحب سرکارؒ سب سے آگے تھے اور ان کے ساتھ ایک بیلی ان سے ذرا پیچھے چل رہا تھا اور ہم سات آٹھ بیلی کوئی پانچ چھ قدم کے فاصلے پر پیچھے چل رہے تھے۔ اسی طریقے سے ہم جب واپس آئے تو حضرت صاحبؒ سرکار نے فرمایا کہ بیلیو ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی صحابہ کرامؓ کے ساتھ چلا کرتے تھے۔ یہ سنت طریقہ ہے۔ اپنے بزرگوں کے ساتھ ایسے ہی چلنا چاہیے۔

حضرت صاحبؒ سرکار چارپائی پر بیٹھ گئے اور ہم صف پر ان کے سامنے بیٹھ گئے اور آپؒ نے "سورۃ والشمس" کی تفسیر کرنی شروع کر دی۔ مجھے یہ سورۃ پہلے یاد نہ تھی لیکن وہاں

دوران تفسیر مجھے زبانی بمعہ ترجمہ یاد ہو گئی۔ جب میری آخری چھٹی تھی تو آپ ؒ نے مجھے بیعت فرمالیا اور گھر جانے کے لیے رخصت عطا فرمائی۔ یہ اللہ کریم کا مجھ پر سب سے بڑا احسان ہے۔

ایک دفعہ میں گھر سے ارادہ کر کے گیا کہ آج حضرت صاحب ؒ سرکار سے داڑھی کے متعلق مسئلہ پوچھوں گا جب میں حضرت صاحب سرکار ؒ کے پاس حضرت کرمانوالہ شریف اوکاڑہ پہنچا تو آپ ؒ نماز عصر کی ادائیگی کے بعد کوٹھی میں ایک کمرہ میں گاؤ تکیہ سے ٹیک لگائے اور آنکھوں پر چشمہ لگائے کسی کتاب سے اولیاء کرام کی باتیں سنا رہے تھے۔ کمرہ اور برآمدہ بیلیوں سے بھرا ہوا تھا۔ جب میں نے السلام علیکم کہا تو حضرت صاحب سرکار ؒ میرے سلام کا جواب دیتے ہوئے اٹھ کر دوزانو ہو کر بیٹھ گئے اور دریافت فرمایا کہ کہاں سے آئے ہو۔ میں نے جواب دیا کہ لاہور سے آپ ؒ نے ارشاد فرمایا کہ آگے آجاؤ۔ نزدیک بیٹھے ہوئے بیلیوں نے میرے لیے آگے جگہ بنا دی۔ میں حضرت صاحب سرکار ؒ کے گھٹنوں کے ساتھ دوزانو ہو کر بیٹھ گیا اور مصافحہ کیا اور ہاتھوں کو بوسہ دیا۔ پھر آپ ؒ فرمانے لگے کہ بیلیو آج میں تمہیں داڑھی کا مسئلہ بتا دوں۔ آپ ؒ نے اپنی داڑھی مبارک کو جگہ جگہ ہاتھ سے پکڑ کر فرمایا کہ یہ ہر طرف سے ایک مٹھی یعنی قبضہ ہے۔ اس سے کم کسی طرف سے بھی نہیں ہونی چاہیے۔ پھر آپ ؒ نے اپنا دست مبارک میری گالوں پر پھیرا اور فرمانے لگے کہ بیلیا یہاں اُسترا یا قینچی نہیں لگاتا۔ اور نہ ہی لبوں کے نیچے اور داڑھی کے نیچے آپ ؒ نے اپنا نرم نازک اور شفقت بھرا ہاتھ پھیر کر بتایا۔ اور فرمایا کہ لبوں کو چھوٹا کرتے رہا کرو پھر آپ ؒ نے حدیث پاک پڑھی جس کا مطلب ہے کہ داڑھی بڑھاؤ اور مونچھیں کٹاؤ۔ پھر تمام بیلیوں سے دریافت فرمایا کہ حدیث پاک میں ایسے ہی آیا ہے نا۔

مجھے مکان کی اشد ضرورت تھی میں نے حضرت صاحب سرکار ؒ کی خدمت میں عرض کیا کہ کرایہ کے مکان میں رہتے رہتے تنگ آ گیا ہوں دعا فرمائیں کہ اللہ کریم کوئی مناسب انتظام فرما دیں۔ آپ ؒ نے فرمایا کہ اللہ کریم خیر فرما دیں گے۔ تھوڑے دنوں کے بعد میں

نے شالامار ٹاؤن میں 50 روپے مرلہ کے حساب سے ساڑھے سات مرلے زمین خرید لی۔ رجسٹری کروانے کے بعد میرے پاس 150 روپے بچ گئے میں نے ڈاکخانہ والی پاس بک میں رکھ کر کاغذوں میں روشن دان میں رکھ دیے۔ رات کو ہمارے اور ساتھ والے دو گھروں میں چوری ہوگئی۔ اور چور تمام نئے کپڑے اور نقدی اور زیورات لے گئے۔ یہاں تک کہ میرے گلہ کے اوپر باندھی ہوئی پگڑی بھی لے گئے۔ چاول اور آٹا تک کی انہوں نے تلاشی لی۔ روشن دان والے کاغذ بھی زمین پر بکھیر دیئے لیکن وہ 150 روپے حضرت صاحب سرکارؒ کی نظر کرم کے باعث بچ گئے۔ میں نے وہ پھر ڈاک خانہ میں رکھ دیے۔ میں حضرت صاحب سرکارؒ کے پاس حاضر ہوا اور چوری کے متعلق بتا کر عرض کیا کہ حضور دعا فرمائیں کہ ہما۔۔۔ ات واپس مل جائیں۔ آپؒ جلال میں آگئے اور فرمایا کہ بیلیا تم نے کیا مانگا ہے۔ میں نے پھر وہی عرض کیا آپ سخت ناراض ہوگئے اور فرمایا کہ بیلیو تمہیں کیا ہو گیا ہے مجھ سے دنیا یا اولاد وغیرہ کی دنیاوی خواہشات لے کر آتے ہو۔ مجھ سے خدا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دین کو سیکھنے کے لیے کیوں نہیں کہتے۔ جس کام کے لیے مجھے رب کریم نے یہاں بھیجا ہے۔ تاکہ میں تمہارا خدا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تعلق جوڑ دوں۔ پھر میں نے عرض کیا کہ حضور اللہ کریم سے دعا فرمائیں کہ اللہ کریم مجھے دین بھی عطا فرمائے اور دنیا میں کسی کا محتاج نہ کرے۔ آپؒ نے فرمایا کہ اب تم نے کچھ ٹھیک کہا ہے۔ اچھا جاؤ اللہ کریم رحم فرمائیں۔ میں نے آپؒ سے اجازت لی اور گھر پہنچ کر گھر والوں کو تسلی دی کہ حضرت صاحب سرکارؒ نے دعا فرمادی ہے۔ انشاء اللہ تمہیں تمہارا زیور مل جائے گا۔ چونکہ 7 سال کے بعد جب ہم اسے بھول چکے تھے ایک دن مغلپورہ سے ایک سپاہی آیا اور اس نے آکر بتایا کہ مجھے S.H.O مغلپورہ نے بھیجا ہے کہ تمہارا زیور مل گیا ہے اور چھاؤنی مجسٹریٹ کے پاس ہے۔ آپ کل میرے پاس آجائیں تاکہ وہ زیور میں تمہیں لے کر دے دوں۔ چنانچہ ہم اگلے دن تھانیدار کے ساتھ جاکر چھاؤنی مجسٹریٹ سے زیور لے آئے۔ ایک دن میں اپنی زمین دیکھنے کے لیے شالامار ٹاؤن گیا۔ وہاں مجھ

ایک شخص حاجی فیروز دین صاحب ملے اور مجھے کہنے لگے کہ کیا یہ زمین تمہاری ہے۔ میں نے کہا ہاں تو وہ کہنے لگے کہ تم یہاں مکان کیوں نہیں بناتے۔ میں نے ان کو جواب دیا کہ میرے پاس صرف 150 روپے ڈاک خانہ میں جمع ہیں جو کہ چوری سے بچ گئے تھے۔ اور 100 روپے کی کمیٹی مجھے دو تاریخ کو ملے گی تب اس نے کہا کہ بس کافی ہیں آپ آنے والی اتوار کو صبح کی نماز پڑھ کر شالامار باغ کے مین گیٹ پر آجانا۔ جب میں مقررہ اتوار کو صبح کی نماز پڑھ کر وہاں پہنچا تو حاجی فیروز دین صاحب وہاں موجود تھے وہ مجھے اپنے ساتھ ایک بھٹہ خشت کے مالک جتار کے پاس اس کے گھر لے گئے اور انہیں 100 روپے دے کر کہنے لگے کہ یہ ہمارے کلرک ہیں انہوں نے مکان بنانا ہے آپ 30000 اینٹیں اس پتہ پر بھجوا دیں باقی روپے یہ ہر ماہ کی 5 تاریخ کو 20 روپے ماہوار قسطوں پر آپ کو ادا کر دیں گے۔ پھر مجھے حاجی فیروز دین ساتھ لے کر راوی روڈ پر تبسر مارکیٹ لے گئے اور دو کمروں کی چھت، تین دروازے، دو کھڑکیاں اور دو شہتیریاں بنوا کر ریڑھے پر لاد کر میری زمین کے پاس اپنے بھائی کے گھر رکھوا دیں۔ اگلے دن اینٹیں آنا شروع ہو گئیں اور حاجی فروز دین صاحب جو کہ مغلپورہ میں بطور مستری کام کرتے تھے۔ خود کام چھوڑ کر 6 دن کی چھٹی لی اور چند دنوں کے اندر مکان بنوا کر ہمیں اپنے مکان میں منتقل کروا دیا۔ یہ سب حضور گنج کرم حضرت صاحب سرکار کی نظر کرم ہی تھی۔

ایک دفعہ میں حضرت صاحب سرکار کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں نے سر پر قائد اعظم کیپ پہن رکھی تھی۔ آپؒ نے ارشاد فرمایا کہ بیٹا تم نے سر پر کیا پہن رکھا ہے۔ میں نے عرض کیا کہ حضور یہ ٹوپی ہے۔ آپؒ نے فرمایا کہ اس سے نماز نہیں ہوتی کیونکہ اس کی پاکیزگی میں شبہ ہوتا ہے۔ پھر فرمایا کہ بیٹا کُلہ اور پگڑی پہنا کرو۔ چنانچہ میں نے آتے ہوئے چلتی ریل گاڑی سے وہ ٹوپی نیچے پھینک دی اور پھر کبھی نہیں پہنی اور کُلہ اور پگڑی پہننا شروع کر دی۔ ایک دن میں مال روڈ پر سائیکل پر سوار کسی کام سے جا رہا تھا کہ لاہور کی طرف سے ایک تیز رفتار کار میرے سائیکل کو لگی اور سائیکل بھی ٹوٹ گئی اور میرا سر سڑک

کے کنارے بنے ہوئے پیدل چلنے والوں کے راستہ کی دیوار سے ٹکرایا اور گلہ اور پگڑی کے ہوتے ہوئے بھی میرا سر پھٹ گیا۔ کار والے مجھے جلدی سے اٹھا کر سروس ہسپتال لے گئے۔ سر سے خون بہت زیادہ بہہ گیا تھا۔ اور کمزوری کی وجہ سے میں بیٹھنے یا چلنے پھرنے سے قاصر تھا۔ ڈاکٹروں نے سارے مریض چھوڑ کر مجھے 4 ٹیکے لگائے اور گولیاں لکھ کر دے دیں۔ کار والوں نے مجھے میرے کہنے پر حادثہ کی جگہ پر چھوڑ دیا اور وہاں سے ایک سپاہی کی مدد سے ٹوٹا سائیکل ایک رکشہ پر رکھ لیا اور سپاہی اور رکشہ ڈرائیور کی مدد سے اپنے دفتر پہنچ گیا۔ وہاں سے تنخواہ وصول کی اور پھر دفتر والے مجھے گھر چھوڑ آئے تقریباً 15 دن کے بعد میں چلنے پھرنے کے قابل ہوا۔ اس دن مجھے حضرت صاحب سرکار کا فرمان یاد آیا۔ یقیناً آپ کو میرے ساتھ ہونے والا یہ حادثہ نظر آ رہا تھا۔ کیونکہ اگر میرے سر پر پگڑی نہ ہوتی تو جس طرح میرا سر پھٹا تھا میری موت یقینی تھی۔

ایک دفعہ میرے بیٹے عبدالقادر کے سر میں بالچڑ ہو گیا اور کسی دوا سے کوئی فائدہ نہ ہوتا تھا۔ کہ میری نظر سے کتاب "معدنِ کرم" از الحاج مولوی محمد اکرام ایم۔ اے کا ایک واقعہ گزرا۔ وہ بھی اسی قسم کا تھا کہ حضرت صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے ایک بیلی کو خربوزہ کھا کر اسکے بیج سر پر ملنے کے لیے ارشاد فرمایا تھا۔ اس وقت چونکہ خربوزے کا موسم نہیں تھا۔ حضرت صاحبؒ نے اسے اپنے پاس سے بے موسم خربوزہ عنایت فرمایا اور اسکی مرض دور ہو گئی۔ چنانچہ میں بازار سے 3 کلو خربوزے لے آیا اور عبدالقادر اور سب گھر والوں نے خربوزے کھائے اور بیج بمعہ گودا بال چڑ والی جگہ پر مل لیا اور بعد ازاں سر دھولیا۔ 2 دن بعد اسکی یہ مرض حضرت صاحب سرکارؒ کی نظر کرم سے ٹھیک ہو گئی۔

میرے ساتھ عبدالعزیز قاضی کلرک کام کرتا تھا۔ وہ حضرت صاحب سرکارؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اولاد نرینہ کے لیے عرض کیا۔ آپؒ نے فرمایا کہ ہرل لے کر اپنی بیوی کو دھونی دو۔ اس کو 12 سال سے ماہواری کی خرابی جو چلی آ رہی ہے وہ دور ہو جائے گی اور اللہ کریم تمہیں بیٹا عطا فرمائیں گے۔ اور اس کا نام محمد فقیر اللہ رکھنا۔ پھر عبدالعزیز نے عرض کیا

کہ مجھے کمر میں درد ہے اور آرام نہیں آتا۔ آپؒ نے فرمایا کہ جاؤ وہ بھی ٹھیک ہو جائے گا۔
ان دنوں میں نے حضرت صاحبؒ سرکار کی کرم نوازی سے شالا مار ٹاؤن میں مکان بنایا تھا۔
اور اکیلا ہی وہاں رہتا تھا۔ عبدالعزیز اتوار کو صبح سویرے میرے پاس آیا اور مجھے کہا کہ مجھے
ہرل لا دو۔ میں نے اسے کہا کہ وہ سامنے والے میدان میں بہت زیادہ ہرل اُگی ہوئی
ہے۔ وہاں سے لے آؤ۔ وہ سائیکل پر وہاں گیا اور چوہے کے بل کے اردگرد ہری اور جاندار
ہرل اکھاڑنے کے لیے اس نے پاؤں کے بل بیٹھ کر کھرپا چلایا تو چوہے کے بل سے کالے
رنگ کے کوبرا سانپ نے باہر نکل کر پھن پھیلایا اور اس کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ عبدالعزیز
ڈر کے مارے بھاگنے لگا۔ تو اٹھتے ہی وہ کمر کے درد کی وجہ سے الٹ کر بڑی بُری طرح نیچے
گر گیا۔ سانپ بھی غائب ہو گیا اور اس کے کمر کی درد بھی ٹھیک ہو گئی۔ پھر وہ دوسری جگہ سے
ہرل اکھاڑ کر لے آیا اور آپؒ کے فرمان کے مطابق اپنی بیوی کو ہرل کی دھونی دی چنانچہ اسکا
مرض جاتا رہا اور تقریباً ایک سال بعد عبدالعزیز کو ایک رات خواب میں حضرت صاحبؒ
سرکار کی زیارت نصیب ہوئی۔ آپؒ نے فرمایا کہ مجھے نماز ادا کرنی ہے۔ اٹھو اور مجھے جائے
نماز دے کر خود کسی دائی کو بلا لاؤ۔ جب میں نے اٹھ کر دروازہ کھولا تو ایک دائی دروازے پر
کھڑی تھی وہ مجھے کہنے لگی کہ ابھی ابھی مجھے کسی بزرگ نے خواب میں حکم دیا ہے کہ فلاں جگہ
جاؤ وہاں ان کے گھر بچہ ہونے والا ہے۔ میں دائی کو اندر لایا تو کیا دیکھتا ہوں کہ میری بیوی
مجھے آوازیں دے رہی ہے کہ جاؤ جلدی سے کسی دائی کو بلا لاؤ بچہ پیدا ہو گیا ہے۔ اس وقت
میری آنکھ کھل گئی۔ بیدار ہونے پر میں نے جو کچھ خواب میں دیکھا تھا بالکل ویسا ہی ہوا۔
کہ دائی دروازے پر تھی اور بچہ دائی کے آنے سے پہلے پیدا ہو چکا تھا۔ پھر ہم نے اسکا نام
حضرت صاحب سرکارؒ کے حکم کے مطابق محمد فقیر اللہ ہی رکھا۔ یہ بچہ میں نے خود دیکھا ہے اور
وہ اب جوان ہو چکا ہے۔

میں اور عبدالعزیز دفتر میں اپنی میز پر بیٹھے ہوئے کام کر رہے تھے کہ ورکشاپ سے
ایک آدمی عبدالعزیز کے ملنے والا چھٹی کے وقفے میں ہمارے پاس آیا اور وہ اپنی بیوی کو

بیماری کی وجہ سے بہت پریشان تھا۔ حال پوچھنے پر اس نے بتایا کہ میری بیوی کو دورے پڑتے ہیں۔ بہت سے ڈاکٹروں کو دکھایا ہے۔ میں زیور تک بیچ چکا ہوں اور قرضہ بھی چڑھ گیا ہے۔ لیکن آرام نہیں آیا۔ اب میں کیا کروں۔ عبدالعزیز نے اپنی میز کی دراز سے ایک پاس فارم نکالا اور حضرت صاحب سرکارؒ کے پاس پہنچنے کے لیے پُر کر کے اسے دے دیا اور کہا کہ اتوار کی صبح ریل گاڑی سے حضرت صاحب سرکارؒ کے پاس چلے جاؤ۔ آپؒ سے دعا کراؤ۔ اتوار کو وہ حضرت کرمانوالہ شریف چلا گیا اور جب اسکی باری آئی تو حضرت صاحبؒ نے اس کی بات سن کر ایک بیلی سے فرمایا کہ سب بیلیوں کو لے جاؤ اور ان کے ہاتھ دھلواؤ اور لنگر پاک کھلا کر ان کو کوئی نسخہ لکھوا دو۔ چنانچہ لنگر شریف کھلا کر اس بیلی نے ان سب کو ایک ہی نسخہ لکھوا دیا۔ یہ آدمی وہ نسخہ لے کر حضرت صاحب سرکارؒ کے پاس گیا اور جا کر عرض کیا کہ اس بیلی نے تو سب کو ایک ہی نسخہ لکھ دیا ہے۔ حالانکہ کسی کو کوئی بیماری ہے اور کسی کو کوئی۔ قبلہ حضرت صاحبؒ جلال میں آ گئے اور بیلیوں سے فرمایا کہ اسے باہر نکال دو۔ وہ واپس لاہور آ گیا اور اگلے دن وقفے کے دوران میں ہمارے پاس دفتر میں آیا اور کہنے لگا کہ وہاں تو گھوڑے اور گدھے کی تمیز ہی نہیں کی جاتی۔ سب کو ایک ہی نسخہ لکھوا دیا ہے۔ عبدالعزیز نے اسکی باتیں سن کر اسے بہت ڈانٹا اور کہا کہ بزرگوں کے متعلق ایسا نہیں سوچتے۔ وہ تو سب کچھ جانتے ہیں ہاں البتہ تجھے اور تیرے ماں باپ وغیرہ کو گدھے اور گھوڑے کی تمیز نہیں ہو گی۔ جاؤ، جا کر جو نسخہ حضرت صاحب سرکارؒ نے لکھوایا ہے وہ رب کریم پر بھروسہ کرتے ہوئے استعمال کرو۔ ورنہ اگر تم نے شک کیا تو مجھے ڈر ہے کہ کہیں تمہارا خاتمہ کفر پر نہ ہو جائے، کیوں کہ تم بزرگوں اور اولیاء اللہ کے متعلق ایسی باتیں کرتے ہو۔

اس کے بعد وہ اگلے ماہ ایک ڈبہ مٹھائی کا لایا اور چھٹی کے وقفے میں آ کر ہماری میز پر رکھ دیا۔ عبدالعزیز کے پوچھنے پر اس نے بتایا کہ حضرت صاحب کا فرمایا ہوا نسخہ استعمال کرنے سے اس کی بیوی کو بیماری سے مکمل آرام آ گیا ہے۔ وہ بالکل صحت یاب ہو گئی ہے۔ اس کی صحت کی خوشی میں ہی یہ مٹھائی لایا ہوں۔ میں نے اس سے نسخہ پوچھا، جو کہ مندرجہ

ذیل ہے۔ 1۔ لیموں 2۔ ادرک 3۔ سبز پودینہ 4 کوار گندل۔ سب کا ہم وزن پانی نکال کر حسب ذائقہ نمک ڈال لیں اور کھانا کھانے کے بعد ایک چمچ استعمال کریں۔

ہمارے ہیڈ کلرک ملک مشتاق صاحب کی جوان صاحبزادی کے پتہ کا آپریشن ہوا لیکن اس کو آرام نہ آیا اور ڈاکٹر ریاض احمد صاحب نے کہا کہ دوبارہ آپریشن ہوگا۔ ملک صاحب اور ان کے گھر والے بہت گھبرا گئے۔ میرے کہنے پر ملک صاحب نے مذکورہ نسخہ (جو میں نے اپنے ہاتھوں سے انہیں بنا کر دیا تھا) استعمال کروایا اور اللہ کے فضل سے بغیر اپریشن بچی کو آرام آ گیا۔ اور پھر اسکی شادی بھی میری موجودگی میں ہی ہوئی، اب وہ صاحب اولاد ہے۔

ایک دفعہ میں نماز جمعہ ادا کرنے کے لیے حضرت صاحب سرکار کے پاس حضرت کرمانوالہ شریف حاضر خدمت ہوا اور اس وقت میرے دل میں یہ عجیب سا خیال آیا کہ پتہ نہیں جب حضرت صاحب سرکار اس دنیا سے پردہ فرمائیں گے تو میں اس وقت کہاں ہوں گا۔ کیا میں نماز جنازہ میں شرکت کر سکوں گا۔ یا آخری زیارت سے محروم رہ جاؤں گا۔ جب وہاں پہنچا تو حضرت صاحبؒ نے منبر پر بیٹھ کر وعظ شروع کیا تو آپؒ نے ارشاد فرمایا کہ کئی بیلیوں کے دل میں یہ خیال آتا ہے کہ ہم حضرت صاحب کے وصال کے وقت پتہ نہیں کرمانوالہ شریف آسکیں گے یا نہیں۔ بیلیو! انشاء اللہ تم ضرور شریک ہو گے اور تمہیں اطلاع مل جائے گی۔ پھر فرمایا! ایک وقت جب فیروز پور کے قریب کرموں والا شریف میں رہائش پذیر تھا میں مکان بنوا رہا تھا کہ اچانک دل بہت بے چین ہوا اور چاہتا تھا کہ میں اڑ کے میاں صاحب سرکار کی خدمت میں شرقپور شریف جا پہنچوں۔ چنانچہ میں نے کپڑے تبدیل کیے اور شرقپور شریف کے لیے روانہ ہو گیا۔ جب فیروز پور ریلوے اسٹیشن پر پہنچا تو معلوم ہوا کہ پیسے تو گھر بھول آیا ہوں۔ اور میرے پاس صرف اتنے پیسے نکلے کہ میں رائے ونڈ تک ٹکٹ خرید سکوں۔ چنانچہ رائے ونڈ سے اتر کر سیدھا شرقپور شریف جانے کے لیے دریا کے پتن کا رخ کیا۔ جب میں پتن پر پہنچا تو دیکھا کہ دریا میں بہت سیلاب آیا ہوا ہے اور کشتی یا ملاح کا دور دور تک پتہ نہیں۔ ابھی میں یہی سوچ رہا تھا کہ ایک شیر پاس والی

جھاڑیوں سے نکلا۔ اس نے میری طرف محبت بھری نظروں سے دیکھا اور دریا میں چلنے لگا اور معلوم ہوتا تھا کہ وہ پیدل چل رہا ہے۔ وہ شیر بار بار مڑ کر میری طرف دیکھتا جاتا تھا۔ دریا عبور کرنے کے بعد وہ شیر غائب ہو گیا۔ میں اللہ کے بھروسے پر دریا میں اپنے کپڑے اتار کر داخل ہو گیا اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ دریا میں پختہ سڑک بنی ہے اور میں اس پر چل رہا ہوں۔ اسی طرح سارا دریا عبور کرتے وقت صرف صافے تک پانی آیا۔ جب میں نے دریا عبور کر لیا اور کپڑے پہن لیے تو وہاں ایک جنگلی ملا جس نے بتایا کہ حضرت میاں صاحب کی والدہ ماجدہ کا رات کو انتقال ہو گیا ہے اور میاں صاحبؒ نے ہم بیلیوں کی ڈیوٹی لگائی ہے کہ شاہ صاحب کرموں والا سے تشریف لا رہے ہیں ان کو جا کر لے آؤ۔ میری ڈیوٹی اس پتن پر لگی تھی۔ لہٰذا جب میں میاں صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپؒ نے ارشاد فرمایا کہ شاہ صاحب کا انتظار تھا وہ آ گئے ہیں، اس لیے جنازہ اٹھا لیا جائے اور جب نماز جنازہ کے لیے صفیں بن گئیں تو آپؒ نے مجھے پکڑ کر آگے کر دیا کہ شاہ صاحب آپ نماز جنازہ پڑھائیں۔ چنانچہ کفن دفن اور قل شریف کے ختم کے بعد مجھے میاں صاحبؒ نے فرمایا کہ شاہ صاحب آپ کے پاس کتنے پیسے ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ اللہ کا فضل ہے۔ آپؒ نے میرے کندھے سے رومال اتارا اور لے کر گھر تشریف لے گئے۔ تھوڑی دیر بعد میرے رومال میں مٹھی بھر روپے باندھ کر مجھے رومال واپس کر دیا اور فرمایا کہ شاہ صاحب آپ جتنے پیسے مرضی خرچ کریں، یہ کبھی آپ سے ختم نہیں ہوں گے۔ چنانچہ ان بابرکت روپوں کی آمد سے یہ جاگ جو اللہ کے ولی نے لگائی تھی وہ جاری اور ساری ہے۔ آپؒ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ یہ جو کچھ بھی ہمارے پاس ہے سب حضور میاں صاحب سرکار کی عطاء ہے۔ اسی طرح جب حضرت صاحبؒ نے یہ واقعہ سنا دیا تو آخر میں یہ بات کی اور پھر آپ نے فرمایا کہ بیلیو! جس اللہ کے بندے کا ماہ رمضان شریف کی 27ویں شب جمعرات کو وصال ہو اور اس کو جمعہ شریف کے دن دفن کیا جائے تو اس کی شان تو رب کریم ہی جانتے ہیں۔ آپ حقیقت میں ہمیں اپنے وصال کی خبر دے رہے تھے کیونکہ ہمیں تو پتہ اس دن چلا جب حضرت

صاحب سرکارؒ 1966ء ماہ رمضان کی 27 ویں شب جمعرات کو اس دنیا سے پردہ فرما گئے۔ اور اگلے دن جمعۃ الوداع 28 رمضان کو آپ کی نماز جنازہ ادا کی گئی۔ لاکھوں آدمیوں نے نماز جنازہ میں شرکت فرمائی اور میں بھی اگلی صف میں شریک تھا۔

پھر اعلان کیا گیا کہ جن آدمیوں کی ڈیوٹی لگی ہے صرف وہی حضرت صاحبؒ کے جنازہ کو کندھا دیں اور میں مغموم ہو کر سڑک پر کھڑا تھا اور دل میں بڑی حسرت تھی کہ کاش مجھے کندھا دینا نصیب ہو جاتا۔ اتنے میں جنازہ میرے سامنے سے گزرا اور ایک بانس میں مجھے بھی تھوڑی سی جگہ مل گئی اور میں نے بھی اپنا دایاں کندھا دے دیا۔ پھر حضرت صاحب سرکارؒ کا تابوت جہاں اب آپ آرام فرما رہے ہیں، رکھ کر مٹی ڈالنا شروع کر دی اور چاروں طرف سے صندوق 1-1 فٹ خالی رہ گیا۔ حضرت صاحب کا ایک خاص مرید جو کہ انگلینڈ سے وصال کی خبر سن کر ہوائی جہاز پر سپیشل سیٹ بک کروا کر پہنچا تھا اور ٹیکسی لے کر سیدھا آیا تھا، اپنا تعارف کروانے کے بعد اس نے اصرار کیا کہ اسے حضرت صاحبؒ سرکار کی زیارت کروائی جائے۔

بابا جی سرکار اور مریدین نے روکا کہ تم آ گئے ہو اور تمہاری حاضری اب لگ گئی ہے۔ آخر وہ کہنے لگا کہ یا تو مجھے زیارت کروائی جائے یا مجھے بھی یہیں دفن کر دیا جائے۔ آخر کار وہ مستری جس نے تابوت بنایا تھا، اسے کہا گیا کہ وہ ایک تختہ اکھاڑ کر زیارت کروا دے۔ اس نے جب ایک تختہ اکھاڑ کر اس بیلی کو حضرت صاحب سرکارؒ کی زیارت کروائی تو اس کی حالت غیر ہو گئی اور جسم پر رعشہ طاری ہو گیا۔ وہ بار بار بلند آواز میں کہنے لگا کہ خدا کی قسم! حضرت صاحبؒ سرکار زندہ ہیں اور آپ حسب معمول درود پاک پڑھ رہے ہیں۔ کیونکہ آپ کے لب مبارک بھی حرکت کر رہے ہیں۔ اس کو بہت زیادہ منع کیا گیا کہ یہ ایک راز ہے اور اسے ظاہر نہیں کرتے مگر وہ یہی پکارتا رہا کہ حضرت صاحب سرکارؒ زندہ ہیں۔ آخر کار جب اس کو ایک مشہور ڈاکٹر دلاور حسین چونا منڈی والے کے پاس لے کر گئے تو اسے ایک خالی کمرے میں بٹھا دیا گیا۔ ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ میں ابھی ایک مریض دیکھ کر اس کا

مکمل چیک اپ کرتا ہوں۔ لیکن ڈاکٹر کے آنے سے پہلے ہی وہ ٹھیک ہو گیا اور کہنے لگا کہ جب سب مجھے یہاں اکیلا چھوڑ کر ڈاکٹر صاحب کو بلانے کے لیے چلے گئے تھے تو حضرت صاحب سرکارؒ تشریف لائے تھے اور آپؒ نے مجھے فرمایا کہ تمہارا علاج یہ ڈاکٹر نہیں کر سکتے تم اب ٹھیک ہو جاؤ گے لیکن کسی کا راز ظاہر کرنا بھی اچھی بات نہیں ہے۔ وہ گھر جانے سے پہلے ہی ٹھیک ہو گیا اور اپنی ڈیوٹی پر حاضر ہو گیا اور پہلے سے بھی اچھا کام کرنے لگ گیا۔

مجھے خصوصی طور پر ڈی، ایس، ڈبلیو اور ورکس منیجر نے اجازت دی ہوئی تھی کہ تم جب چاہو اور جہاں چاہو۔ ٹرائل سٹاف چیک کرنے کے لیے جا سکتے ہو۔ ایک دفعہ میں نے کوئٹہ کے ٹور کا پروگرام بنایا۔ حضرت صاحب سرکارؒ کے در اقدس پر حاضری دی اور پھر خانیوال ریلوے سٹیشن پر نماز عصر ادا کی اور شام کی نماز ملتان مسجد میں ادا کی اور ایک ہوٹل سے کھانا کھایا۔ اور بعد ازاں پاس پر دستخط کروانے کے لیے اسٹیشن پر پہنچا تو پتہ چلا کہ روپے، ڈیوٹی پاس اور اتھارٹی لیٹر کہیں گم ہو چکے ہیں۔ اور جس گاڑی کو چیک کرنے کے لیے میں وہاں گیا تھا وہ بھی آؤٹ آف پروگرام واپس لاہور چلی گئی تھی۔ میں نے حضرت صاحب کو یاد کیا۔ کہ میری مدد فرمائیں کہ میرے کاغذات ڈیوٹی پاس اور اتھارٹی لیٹر مل جائیں اور میں نے نوکری چھوڑنے کا جو ارادہ کیا ہوا تھا اس میں بھی میری رہنمائی فرمائیں۔ اس کے بعد میں نے اپنے کوٹ کی جیبیں دیکھیں تو دس روپے کا ایک نوٹ نکل آیا۔ وہ میں نے ریلوے گارڈ کو دیا اور صورتحال بتاتے ہوئے کہا کہ وہ نو روپے کی ٹکٹ بنوا دے اور 1 روپیہ مجھے واپس کر دے۔ اس کے بعد میں گھر پہنچ کر سو گیا اور میری قسمت جاگ گئی۔ آدھی رات کے بعد مجھے خواب میں قبلہ حضرت صاحبؒ کی زیارت ہوئی کہ میں حضرت صاحب سرکارؒ سے ملنے کے لیے کرمانوالہ شریف گیا ہوں۔ صفوں پر پہلی بیٹھے ہوئے تھے میں بھی بیٹھ گیا تھوڑی دیر بعد حضرت صاحب سرکارؒ تشریف لائے اور بیٹھ گئے اور اپنی عادتِ کریمہ کے مطابق ہر ایک نیکی سے باری باری پوچھنا شروع کر دیا۔ اور فرماتے کہ رب کریم رحم فرمائیں گے۔ جب میری باری آئی تو بغیر پوچھے ہی فرمایا کہ جلیا " آہاں نوکری نئیں چھڈنی" اللہ کریم بہتر

جانتے ہیں کہ کل کیا ہونے والا ہے اور کس کام میں فائدہ ہے۔ دوسرے تمہارے گم شدہ کاغذات مل جائیں گے ان کا فکر نہ کرنا۔ آپ بچوں کو پڑھایا کریں، رب کریم خیر فرمادیں گے۔ میری آنکھ کھل گئی اور ساری پریشانی دور ہوگئی۔ یہ سنہ 1981ء کی بات ہے۔ جب میں نے حضرت صاحب سرکارؒ کے حکم پر نوکری چھوڑنے کا ارادہ ترک کر دیا۔ اور میرے گم شدہ کاغذات، ڈیوٹی پاس اور اتھارٹی لیٹر بھی مل گئے جو ایک ڈاک کے لفافے میں بند تھے اور کوئی آدمی آکر ہمارے دفتر میں دے گیا تھا۔ اس سال ہی میں نے حج کے لیے درخواست دی۔ درخواست تو منظور نہ ہوئی لیکن چار ماہ کی چھٹی منظور ہوگئی۔ مسجد کی نمبردار کمیٹی کے ارکان میرے پاس آئے اور کہنے لگے کہ کل سے آپ مسجد میں بچوں کو قرآن پاک پڑھایا کریں۔ اور ہم آپ کو 400 روپے ماہوار وظیفہ دیا کریں گے۔ جو میں نے حضرت صاحب سرکارؒ کا حکم سمجھتے ہوئے قبول کر لیا۔ اگلے سال میں نے اپنی بیوی، اپنے بڑے بیٹے اور اپنے لیے حج کے لیے درخواست فارم جمع کروائے۔ جو کہ منظور ہو گئے۔ چونکہ میں گروپ لیڈر تھا اور صدر ضیاء الحق نے گروپ لیڈروں کو ماہ رمضان سے پہلے سرکاری طور پر 15 دن کے لیے ہوائی جہاز پر عمرہ ادا کرنے اور اپنے گروپ کے لیے کرایہ کے مکانات حاصل کرنے کے لیے بھیج دیا۔ ہمیں پاکستان ہاؤس میں ٹھہرایا گیا اور خورد ونوش، رہائش کا انتظام ہماری مرضی کے مطابق کیا گیا۔ اللہ کریم کے رحم اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظر کرم کے طفیل مدینہ منورہ کی حاضری نصیب ہوئی ریاض الجنہ میں نوافل ادا کرنے، قرآن پاک کی تلاوت کرنے اور بار بار روضہ اقدس کی جالی چومنے کی سعادت نصیب ہوئی اور پھر بعد میں، بحری جہاز کے ذریعے حج کے لیے وہاں گئے اور پونے تین مہینے حجاز مقدس میں رہنے کا موقع ملا۔ اور وہاں خانہ کعبہ میں مجھے بابا جی سرکار بھی ملے۔ اور اس طرح حضور کرمانوالے سرکار کی نظر کرم سے اہل محلہ نے میرا وظیفہ 500 روپے کر دیا اور پھر ریٹائر ہونے کے بعد ایک معقول پنشن مل جاتی تھی۔

مولوی رحمت علی بیان کرتے ہیں کہ ایک روز میں کاہنہ نو سے گذرا تو ایک شخص جو کہ گزر رہا تھا۔ مجھے اس کے اندر حضرت صاحب سرکارؒ کی جھلک دکھائی دی۔ میں اس کے قریب گیا۔ سلام کیا اور پوچھا کہ آپ کا تعلق کن بزرگوں سے ہے تو اس نے فوراً کہا کہ حضرت کرماں والےؒ سے اس نے مجھے پوچھا تو میں نے بھی یہی جواب دیا ہم دونوں پیر بھائی بغل گیر ہوئے، پھر میں نے اس سے کہا کہ حضرت صاحب کی کوئی بات سناؤ تو وہ کہنے لگا۔ میں حضرت صاحب کا مرید ہو گیا مگر نہ نماز نہ درود، ماں باپ کہہ کہہ کر تھک گئے مگر مجھ پر کوئی اثر نہ ہوا۔ میں کہتا تھا کہ اتنے بڑے پیر کا مرید ہو گیا ہوں مجھے کیا فکر ہے۔ ایک رات سو رہا تھا کہ خواب میں حضرت صاحبؒ تشریف لائے تو آپ کے ہاتھ میں لاٹھی تھی آپ نے مجھے ایک لاٹھی رسید کی میں بھاگنے لگا تو چارپائی سے نیچے گرا۔ آپ نے دوسری لاٹھی لگائی میں معافی مانگتا تھا اور مار پیٹ کا سبب پوچھتا تھا تو آپ نے فرمایا کہ نماز پڑھو گے یا نہیں؟ میں کہتا کہ اب پڑھوں گا آپ نے سزا کے طور پر اور ڈنڈے مارے اور میں کبھی اس کونے میں اور کبھی اس کونے میں۔ گھر والے پریشان ہو گئے کہ اسے کیا ہو گیا ہے۔ آخر کار حضرت صاحب سرکارؒ نے مجھے معاف فرما دیا اور یہ کہہ کر چلے گئے کہ اگر آئندہ نماز چھوڑ دو گے تو اس سے زیادہ سزا ملے گی۔ میں اٹھا اور کراہتا ہوا اللہ تعالیٰ سے بخشش کی دعا مانگنے لگا۔ گھر والوں کو سارا ماجرا سنایا اور پھر کبھی نماز نہیں چھوڑی۔ تہجد بھی ادا کرتا ہوں اور درود پاک بھی پڑھتا ہوں۔

مولوی رحمت علی بیان کرتے ہیں کہ عرس پر حاضر ہوا تو ایک بیلی نے حضرت صاحب سرکارؒ کی کرامت بیان کی کہ چند نوجوان لڑکے گاؤں سے چلے کہ حضرت صاحب سرکار کو سلام کریں گے اور ملاقات سے بہرہ ور ہوں گے۔ وہ آٹھ تھے۔ جب سوار ہوئے تو انہوں نے گنتی کی جب آپؒ کے پاس پہنچے تو گنتی کی۔ جب حاضر خدمت ہوئے تو حضرت صاحبؒ نے فرمایا کہ تم نو ہو انہوں نے کہا کہ وہ آٹھ ہیں۔ مگر حضرت صاحبؒ نے پوچھا کہ تم گاؤں سے کتنے لڑکے چلے تھے تو انہوں نے کہا کہ "نو" مگر ایک گاڑی پر سوار نہیں ہو سکا

تھا۔ تب حضرت صاحب سرکارؒ نے فرمایا کہ وہ بھی تمہارا ساتھی ہی ہے۔

حضرت صاحب سرکارؒ مسجد میں باتیں کرنے کی اجازت نہیں دیتے تھے۔ بلکہ فرماتے کہ باادب دوزانو قبلہ رخ ہو کر بیٹھو اور درود شریف پڑھتے رہو۔ تاکہ اللہ کی رحمت نازل ہوتی رہے اور فرشتے تمہارے لیے دعائیں کرتے رہیں۔ اور درود پاک تمام وظائف سے زیادہ پڑھنے کو پسند فرماتے اور اکثر فرمایا کرتے کہ درود پاک ہی اسم اعظم ہے اور تمام مشکلات و مصائب کا حل ہے۔ جمعۃ المبارک کے اجتماع میں نعرے لگانے کی اجازت نہ دیتے۔ بلکہ خاموش رہنے کو پسند فرماتے۔ نماز سنت اور فرض نماز کے درمیان کوئی بات نہ کرنے دیتے اور ذکر جہری کی بجائے صرف ذکر سری کو پسند فرماتے۔

مولوی رحمت علی بیان کرتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت گنج کرم پیر سید محمد اسماعیل شاہ بخاری المعروف حضرت کرمانوالےؒ ہر آدمی کی مرض، اس کی جڑ سے نکال دیتے تھے۔ اور ہر ایک کے لیے اس کے مرض، دُکھ یا تکلیف کے مطابق ہی علاج تجویز فرماتے تھے۔ ایک مرتبہ حضرت صاحب سرکارؒ کوٹھی شریف میں تشریف فرما تھے۔ سائل آپؒ کی خدمت میں تین صفوں میں دوزانو اور باوضو بیٹھے تھے۔ آپؒ کا طریقہ مبارک تھا کہ باری باری ہر ایک سے سوال پوچھتے اور دعا فرماتے تھے۔

ایک شخص نے عرض کیا کہ حضور میرے پیٹ میں کچھ خرابی رہتی ہے۔ تو آپؒ نے فرمایا کہ ہر نماز کے بعد 11 مرتبہ قل شریف (قل ھو اللہ احد) پڑھ کر حضور نبی کریم ﷺ کو ایصال ثواب کر دیا کرو۔ رب کریم رحم فرما دیں گے۔

وہ شخص پہلی صف سے اٹھ کر دوسری صف میں بیٹھ گیا اور جب اس کی باری آئی تو آپؒ نے اس سے حاجت پوچھی تو اس نے عرض کیا کہ حضور میری بیوی بیمار رہتی ہے۔ تو آپؒ نے فرمایا کہ ہر نماز کے بعد 11 مرتبہ قل شریف (قل ھو اللہ احد) پڑھ کر حضور نبی کریم ﷺ کو ایصال ثواب کر دیا کرو۔ رب کریم رحم فرما دیں گے۔

وہ شخص وہاں سے اٹھا اور تیسری صف میں بیٹھ گیا اور باری آنے پر عرض کرنے لگا کہ

حضور میرا بیٹا کام نہیں کرتا۔ اس کے لیے دعا فرمائیں۔ تو آپؒ نے فرمایا کہ ہر نماز کے بعد 11 مرتبہ قل شریف (قل ھواللہ احد) پڑھ کر حضور نبی کریم ﷺ کو ایصال ثواب کر دیا کرو، رب کریم رحم فرما دیں گے۔ تب وہ چلا گیا۔

حضرت صاحب سرکارؒ نے تبسم فرمایا اور بیلیوں سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ بیلیو! یہ آدمی بار بار سوال کرتا رہا اور میں نے بھی ایک ہی نسخہ تجویز کیا کہ نماز پنج گانہ کی پابندی کرو اور ہر نماز کے بعد 11 مرتبہ (قل ھواللہ احد) پڑھ لیا کرو۔ جبکہ وہ چاہتا تھا کہ پیر صاحب کوئی دوائی دیں یا تعویذ دیں کہ میرے سارے کام ہو جائیں۔ مگر میں چاہتا ہوں کہ وہ رب کریم کے نزدیک ہو جائے تو اس کے سب کام آسان ہو جائیں گے۔

ایک شخص نارووال کے قریب ایک گاؤں سے حضرت کرمانوالہ شریف آپؒ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور عرض کیا کہ حضور میری بھینس دودھ نہیں دیتی۔ تو حضرت صاحب سرکارؒ فرمانے لگے کہ:

''بیلیا!! توں ایڈی دوروں صرف مجھ واسطے آیا ایں۔ تیتوں تیری بڈھی نہ لے دیئے۔''

(کہ تم اتنی دور سے صرف بھینس کے لیے آئے ہو تمہیں تمہاری بیوی نہ واپس منگوا دیں)

اصل میں اس کی بیوی روٹھ کر چلی گئی تھی۔ اس لیے آپؒ نے اسے یوں فرمایا تھا۔ جب اس نے یہ ارشاد پاک سنا تو رونے لگ گیا۔ تب حضرت صاحب سرکارؒ نے اسے دلاسہ دیا اور دعا فرمائی۔ جب وہ واپس گھر آیا تو اس کی بیوی گھر میں کام کر رہی تھی اور اس نے بھینس کا دودھ بھی دھو لیا تھا۔

حضرت صاحب سرکار کا طریقہ تھا کہ جب آپؒ سائل کے لیے دعا فرماتے تھے تو ساتھ ہی اس کی اصلاح کے لیے اسے نصیحت بھی فرماتے تھے مثلاً کسی کو نماز کی پابندی، کسی کو داڑھی رکھنے کا حکم اور کسی کو ذکر اور درود پاک پڑھنے کا حکم دیتے۔

ایک مرتبہ حضرت صاحب سرکارؒ کے دربار میں ایک خوش پوش جوان آدمی حاضر ہوا اور آپ سے دعا کا طلب گار ہوا۔ آپؒ نے فرمایا کہ تو نے جو گناہ کیا ہے، پہلے اس سے

معافی مانگو۔ وہ کہنے لگا کہ میرے خیال میں تو میں نے کوئی گناہ نہیں کیا۔ آپؒ اس سے ناراض ہو گئے اور اسے باہر نکل جانے کا حکم دیا۔ وہ چلا گیا۔ تو تھوڑی دیر بعد آپؒ فرمانے لگے کہ اسے بلا لاؤ وہ باہر بیٹھا ہے ابھی گیا نہیں۔ ایک بیلی گیا اور اسے بلا لایا۔ حضرت صاحب سرکارؒ نے دوبارہ اس سے وہی بات کی تو اس نے پھر انکار کر دیا۔ تب آپؒ جلال میں آ گئے اور فرمانے لگے کہ پھر میں ہی بتا دوں کہ کیکر کے درخت کے نیچے کھیت میں تو نے کیا کیا تھا۔ تب وہ گھبرا گیا اور نہایت لجاجت سے کہنے لگا کہ حضور گناہگار ہوں مجھے معاف فرما دیں۔ تو آپؒ فرمانے لگے کہ اچھا بات کرو۔ کہنے لگا کہ حضور میں پٹواری ہوں اور معطل ہو گیا ہوں۔ دعا فرمائیے کہ نوکری پر بحال ہو جاؤں۔ آپ نے دعا کی تو وہ چلا گیا۔

چند دن بعد پھر حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا کہ حضور! اتنے دن گذر گئے لیکن میں بحال نہیں ہوا تو آپؒ نے ارشاد فرمایا کہ ہم نے تو تجھے بحال کروا دیا ہے۔ اچھا جا پتہ کر تیری چٹھی پہنچ گئی ہوگی۔ وہ گاؤں گیا اور پتہ کیا تو اس کی چٹھی کب سے گاؤں کے دکاندار کے پاس پڑی تھی۔

"یہ واقعات حضرت صاحب کرماں والے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ایک خادم حکیم علی اکبر (گجرات والے) کے ذاتی مشاہدات پر مشتمل ہیں۔ بیعت سے پہلے یہ آرمی میں ملازم تھے، بیعت ہونے کے لیے مرشد کی تلاش شروع کی، استخارہ بھی کیا بیعت سے پہلے اور بیعت کے بعد کس طرح مرشد کے روحانی اثرات اور تصرفات ان پر ظاہر ہوئے؟ یہ جاننے کے لیے آیئے ان کی آپ بیتیوں پر مشتمل ان کی اپنی لکھی ہوئی تحریر پڑھتے ہیں۔"

میں نے بیعت سے پہلے ماہ رجب میں نوافلوں کے بعد استخارہ شروع کیا۔ تو ساتھ ہی خیال آیا کہ رجب کے آخری عشرہ کے روزے بھی ثواب والے ہیں وہ بھی رکھنے چاہئیں۔ میں اس وقت فوجی ملازمت میں تھا۔ ایک بنگالی کرنل جو چھٹی پر تھا اس کے بنگلے میں رہتا تھا۔ میرے پاس بنگلے کا دو منزلہ مکان تھا۔ جس میں دو کمرے اوپر کی منزل پر رہائش کے لیے تھے۔ ایک کمرہ نماز کے لیے اور ایک کمرہ آرام کے لیے تھا۔ کھانا ہوٹل سے کھاتا تھا۔ دوسرا کوئی آدمی اس بنگلے میں نہیں تھا۔ میں نے ہوٹل کے مالک سے بات کی کہ میں رجب کے آخری عشرہ کے دس روزے رکھنا چاہتا ہوں مہربانی کر کے صبح (سحری) کے وقت کھانا دے دیا کرو۔ اس نے جواب دیا کہ ہم تو رمضان میں بھی مشکل سے اٹھتے ہیں۔ آپ ہمیں رجب کے مہینے میں اٹھانا چاہتے ہیں۔ رات والی روٹی رکھ لیا کرو اور صبح اسی سے روزہ رکھ لیا کرو۔ کافی تگ و دو کے بعد ناچار واپس آ گیا۔

دل ہی دل میں پریشان ہو رہا تھا۔ رات کو نوافل ادا کرنے کے بعد استخارہ کے نفل پڑھ کر سو گیا۔ تقریباً دو بجے کا وقت ہو گا سوتے ہی خواب دیکھا کہ میں ایک چٹیل میدان میں ایک نئی سفید چادر اوڑھ کر لیٹا ہوا ہوں اور کیچڑ میں پڑا ہوں۔ ایک بزرگ باریش جن کی داڑھی کالی ہے اور کوئی کوئی سفید بال بھی تھا، سفید رنگ کا بہترین عمامہ ان کے سر پر

ہے، ہاتھ میں عصا مبارک ہے اور کندھے پر رومال بھی ہے، مجھے پکڑ کر ہلاتے یعنی جگاتے ہیں۔ میں پراگندہ ہو کر اٹھا اور کہا کون ہے مجھے جگانے والا؟ لیکن ان بزرگوں نے میرے کندھے پر ہاتھ رکھ دیا جس سے میرا غصہ جاتا رہا اور ان کے چہرے کی طرف دیکھا تو نور کی شعاعیں مجھے گھیرے میں لیے ہوئی تھیں۔ وہ بزرگ نورانی چہرے والے بڑے پیار اور شفقت کے ساتھ مجھے فرماتے ہیں کہ بیٹا میں نے تجھے اس لیے اٹھایا کہ تم گندی جگہ لیٹے ہوئے ہو۔ یہ جگہ تمہارے سونے کی نہیں ہے۔ پھر میری چادر کے دو کنارے خود پکڑے اور دو مجھے پکڑا کر پھیلا دی جس کا ایک کنارا کیچڑ سے بھرا ہوا تھا۔ وہ مجھے دکھاتے ہوئے پھاڑ کر پھینک دیا اور باقی چادر مجھ پر اوڑھا دی۔ پھر مجھے سیر کروانے لے چلے۔ ایک جگہ ایسی تھی جو نہایت خوبصورت تعمیر تھی۔ اس کے کئی ایک کمرے بڑے طریقے سے سجے ہوئے تھے۔ جگہ جگہ فوارے اور ٹونٹیاں لگی ہوئی تھیں۔ لوگ ان ٹونٹیوں پر وضو کر رہے تھے۔ جن میں سے بہت سے لوگ اپاہج، نابینے، بہرے، لنگڑے، لولے یعنی مختلف اعضاء سے محروم تھے۔ لیکن مختلف قسم کی عبادت و ذکر میں مصروف تھے۔ ان بزرگوں نے فرمایا! یہ لوگ کئی نعمتوں سے محروم ہونے کے باوجود اللہ جل جلالہ کا ذکر کر رہے ہیں اور تم دلدل میں سوئے ہوئے ہو۔ اللہ تعالیٰ نے تمہیں سب نعمتوں سے نوازا ہوا ہے۔ یہ سن کر مجھ پر رقت اور لرزہ طاری ہو گیا۔

وہ بزرگ مجھے ایک باغ کی طرف لے کر چل پڑے۔ وہاں پہنچنے پر دیکھا کہ باغ کے اندر کچھ دیگیں پک رہی ہیں۔ ایک جسیم وضع کے سفید پوش بزرگ پلنگ پر بیٹھے ہوئے ہیں وہ اٹھ کر ہماری طرف بڑھے۔ پہلے میرے ساتھ والے بزرگ سے مصافحہ کیا اور پھر میرے ساتھ والے بزرگ نے مجھے کہا کہ تم بھی ان سے مصافحہ کرو۔ جب میں نے ہاتھ میں ہاتھ دیا تو میں ان بزرگوں کو ٹکٹکی باندھے دیکھ رہا تھا۔ ان کے چہرہ مبارک پر ایک خوش نما تل تھا۔ جو بڑا روشن تھا۔ اور ان کے حسن کو دوبالا کر رہا تھا۔ وہ بزرگ بھی محبت سے بھری نگاہوں سے مجھے دیکھ رہے تھے۔

اتنی دیر میں کسی نے دروازہ کھٹکھٹا دیا اور میری آنکھ کھل گئی۔ دیکھا ایک آدمی تقریباً ساٹھ سال عمر، سفید ریش، ہاتھ میں کھانے اور چائے کی بھری ہوئی ایک ٹرے اٹھائے کھڑا ہے۔ مجھے کہتا ہے کہ تو نے روزہ نہیں رکھنا؟ میں حیران تھا کہ یہ بوڑھا کون ہے؟ آدمی ہے یا فرشتہ؟ میں نے روزے کے متعلق ہوٹل والے کے سوا کسی کو بتایا ہی نہیں۔ یہ کیسے کھانا لے آیا ہے؟ میں نے اس سے دریافت کیا کہ آپ کون ہیں؟ اس نے نام بتایا اور کہا کہ میں ایک میجر صاحب کے پاس رہتا ہوں۔ وہ مجھے بھائی کہہ کر پکارتا ہے۔ اس کا نام عبدالعزیز ہے۔ وہ مارشل ایڈمنسٹریٹر آفس میں ڈیوٹی کرتا ہے۔ اس نے آج رات اپنی بیوی، بچوں کو بلا کر کہا کہ ہمارے پڑوس میں ایک سپاہی رہتا ہے جس کا نام علی اکبر ہے۔ اس نے تو دس روزے رکھتے ہیں۔ اس کو دونوں ٹائم کھانا پہنچانا ہوگا۔ کھانا تر و تازہ، بھاپ نکلتا ہوا بالکل گرم، مختلف قسم کا اور سپیشل چائے اور فروٹ بھی ہر قسم کا، لیکن ایک ٹرے میں سب کچھ دیکھ کر میں حیران تھا۔ میں نے اس سے دریافت کیا کہ میجر صاحب کہاں رہتے ہیں؟ اس نے مجھے بنگلہ نمبر بتایا۔

میں دوسرے دن وہاں پہنچا۔ میجر صاحب اپنے بچوں کے ساتھ بیڈمنٹن کھیل رہے تھے۔ مجھے دیکھتے ہی انہوں نے رات کو کھانا لانے والے بابا کو فرمایا کہ وہ شخص جو باہر کھڑا ہے میں نے اسی کا ذکر کیا تھا۔ پھر مجھے اندر بلا لیا۔ پھر اپنے بیوی بچوں کو فرمایا کہ یہ جب بھی ہمارے گھر آئے تو جو چیز طلب کرے اسے دو۔ اگر نہ ہو تو جب میں گھر آؤں تو مجھے بتانا میں پوری کروں گا۔

میں فوجی ملازمت میں تھا۔ پھر چھٹی کے لیے درخواست دی۔ پہلے نامنظور ہوئی کیونکہ G.H.Q کا آرڈر تھا۔ پھر وہی افسر جس نے نامنظور کی تھی میری تنخواہ، راشن، دو ماہ کا Leave Certificate اور ریلوے وارنٹ راہداری لے کر مجھے میرے گھر پر دینے کے لیے خود آیا اور کہا کہ یہ لو سرٹیفکیٹ، راہداری ریلوے وارنٹ اور تین ماہ کی تنخواہ ہے۔ آج شام چار بجے گاڑی پر سوار ہو کر گھر چلے جاؤ۔ میں چار بجے گاڑی پر سوار ہو کر

ساہیوال آیا۔ وہاں گمبر (اوکاڑہ کینٹ) کے پاس چک نمبر ۱۲۸ ای۔ بی میں رات کو اپنے بھائی کے گھر چلا گیا۔ بھائی صاحب نے ایک تازہ بیاہی ہوئی بھینس خریدی تھی۔ ان کے گھر والوں نے اصرار کیا کہ ایک مہینے کی چھٹی یہاں گزارو تاکہ تم دودھ وغیرہ پی کر اچھی طرح صحت مند ہو جاؤ۔ لیکن میں نہیں مان رہا تھا۔ آخر ایک ہفتہ ٹھہرنا طے پا گیا۔

میں مصلّی پر نماز عشاء پڑھنے کے بعد بیٹھ کر درود شریف پڑھنے لگا۔ جب میں وظیفہ کر رہا تھا تو وہ میری (بھابھی) میرے بارے میں مزاحیہ باتیں کر رہے تھے۔ میں اٹھ کر اپنی چارپائی پر پاؤں نیچے زمین پر لٹکا کر بیٹھ گیا اور بھائی صاحب کو کہا بتی بجھا دیں۔ انہوں نے بتی بجھا دی۔ میں اسی حالت میں بیٹھے وظیفہ کر رہا تھا کہ اچانک زبان رک گئی اور تسبیح بھی رک گئی اور بدن بے حس ہو گیا۔ گویا معلوم ہو رہا تھا کہ میرا بدن اوپر اٹھا جا رہا ہے۔ میں چارپائی سے تقریباً دو فٹ اوپر جا چکا تھا۔ پھر بدن دروازے کی جانب چل پڑا۔ میں ڈر گیا کہ کون ہے جس نے مجھے بے حس کر دیا ہے اور باہر کی طرف لے جا رہا ہے۔ جب میں دروازے کے سامنے آیا اور باہر کی روشنی اندر دکھائی دینے لگی تو مجھے فوراً احساس ہوا کہ تو حضرت کرماں والے کی بیعت کے لئے کراچی سے آیا تھا اور یہاں آ کر ایک ہفتہ گزارنے کا وعدہ کر لیا ہے۔ میں نے ارادہ فوراً بدل لیا (یا ارادہ بدل دیا گیا)۔ میں نے بھائی صاحب کو کہا کہ بتی جلا دیں اور کہا کہ میں صبح ہر صورت میں حضرت کرماں والا شریف جاؤں گا۔ بہر حال تیاری ہو گئی۔ بھائی صاحب میرے ساتھ ساہیوال تک الوداع کرنے آئے۔ وہاں سے میں گاڑی پر سوار ہو کر دن کے پہلے پہر حضرت کرماں والا شریف پہنچ گیا۔ وہاں جا کر چھوٹی مسجد میں وضو کیا اور دو رکعت نفل ادا کیے۔ پھر حضرت صاحب نے بلا لیا۔ بڑی محبت بھری شیریں زبان میں فرمایا تو فوجی ہے اور کراچی سے آیا ہے؟ میں نے عرض کیا جی ہاں۔ میں فوجی ہوں اور کراچی سے بیعت کے لئے آیا ہوں۔ فرمایا اچھا بیٹھ جاؤ بیعت کر لیں گے۔ اتنے میں چند فوجی افسر گیٹ کے اندر آئے۔ حضرت صاحب نے اُن کو باہر نکلوا دیا بلکہ سب آدمیوں کو گیٹ سے باہر نکال دیا۔ صرف میں بیٹھا رہا۔ تھوڑی دیر کے بعد میری

طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا بیٹیا! تو بھی باہر چلا جا۔ میں نے عرض کی حضور میں نے بیعت کرنی ہے۔ فرمایا بیعت کرلیں گے پہلے حکم مانو۔ چنانچہ میں بھی باہر چلا گیا۔ فوجی افسروں سے کسی نے کہا آپ وضو کریں اور سر پر رومال وغیرہ باندھیں پھر حضرت صاحب آپ لوگوں کو بلائیں گے۔ اسی اثناء میں سب کو دوبارہ بلا لیا گیا۔ ہم سب اکٹھے اندر بیٹھ گئے۔ حضرت صاحب فوجیوں سے مخاطب ہو کر فرمانے لگے آپ کیسے آئے ہیں؟ انہوں نے عرض کیا ہمیں صدر ایوب نے بھیجا ہے کہ ہماری خواہش ہے کہ صدارت کراچی سے راولپنڈی لے آئیں۔ صرف آپ کی اجازت چاہئے۔ فرمایا میں نے کب منع کیا ہے کہ آپ صدارت راولپنڈی نہ لائیں۔ آپ چارپائی سے نیچے اتر آئے اور صدارت کا نقشہ بنانا شروع کر دیا۔ ایک میجر صاحب کو جنرل صاحب نے حکم دیا کہ کاغذ پر نقشہ تیار کریں۔ انہوں نے تیار کر لیا لیکن نقشہ بن جانے کے بعد ایک افسر بولے کہ قبلہ جو نقشہ آپ نے بنایا ہے وہ خوب صورت نہیں لگے گا۔ فرمایا آپ خود خوب صورت تیار کر لینا۔ میرا مقصد تو صرف یہ ہے کہ دفاتر کے دروازے مغرب (خانہ کعبہ) کی طرف ہوں اور جب آپ دفتر میں بیٹھیں تو قبلہ رُخ ہو کر بیٹھیں۔ تاکہ تمہارے دلوں میں کچھ نہ کچھ خوف خدا ہو۔

اُس کے بعد ایک فرنگی لباس والا نوجوان آیا ابھی وہ بیٹھ بھی نہ پایا تھا کہ حکم ہوا "سب باہر چلے جائیں"۔ سب باہر چلے گئے لیکن میں اپنی جگہ پر بیٹھا رہا۔ تھوڑی دیر مجھے کچھ نہ کہا آخر مجھے بھی فرمایا بیٹیا! تو بھی باہر چلا جا۔ میں نے عرض کیا یا حضرت! میں بیعت کے لئے آیا تھا۔ فرمایا بیعت کرلیں گے فی الحال چلے جاؤ۔ پھر بلانے پر آ جانا۔ جب دوبارہ اندر آنے کی اجازت ہوئی تو ہم سب حضرت صاحب کے پاس آ کر بیٹھ گئے۔ لیکن جب وہ انگریزی لباس والا لڑکا آیا تو پھر وہی حکم ہوا۔ سب چلے گئے لیکن میں پھر بیٹھا رہا۔ آخر تھوڑے وقفہ کے بعد مجھے بھی پہلے کی طرح حکم ہوا اور میں بھی باہر آ گیا۔ اُس انگریزی لباس والے شخص کو میں نے کہا تم کہاں سے آئے ہو؟ اس نے جواب دیا لاہور سے۔ میں نے پوچھا کیسے آنا ہوا؟ کہا دُعا کے لئے۔ میں نے پوچھا تم نے وضو کیا ہے؟ اس نے کہا وضو

تو نہیں کیا ہے۔ میں نے کہا تم ہم سب کے لئے مصیبت بنے ہوئے ہو۔ وضو کرو اور دو رکعت نفل توبہ ادا کرو تا کہ حضرت صاحب ہم پر بھی نگاہِ کرم فرمالیں۔ پھر تمہارے لئے بھی دعا ہو جائے گی۔ ابھی میں اُس کو یہ ہدایات دے ہی رہا تھا کہ ایک سفید ریش والے بزرگ آئے اور کہنے لگے" حضرت صاحب فرما رہے ہیں پہلے لنگر کھاؤ پھر ظہر کی نماز ادا کرنا اور پھر میرے پاس باوضو آنا۔ بعض لوگ آداب کا لحاظ نہیں رکھتے اور مجھے تکلیف ہوتی ہے"۔

میرے گھر سے خط آیا تھا کہ تمہارے پھوپھی زاد بھائی کے بیٹے کی شادی ہے۔ میں نے سوچا کل شادی ہے اگر ظہر کے بعد بیعت کروں گا تو کسی صورت میں شادی میں شامل نہیں ہو سکتا۔ چلو بیعت پھر کرلیں گے۔ فی الحال شادی کے لئے گھر پہنچنا ضروری ہے۔ میرے ساتھ ایک اور آدمی اسٹیشن پر پہنچ گیا۔ ہم گاڑی کا انتظار کر رہے تھے۔ اتنے میں ایک سفید ریش بزرگ آئے اور فرمایا کوئی علی اکبر ہے؟ میں سمجھا کہ کوئی میرا ہم نام ہو سکتا ہے۔ میں نے اُس کی طرف توجہ نہ کی۔ دوسری بار اُس نے پھر کہا کہ کوئی فوجی علی اکبر ہے؟ پھر میں نے اُس کی طرف دیکھا تو فرمانے لگے بیٹا! تمہارا نام علی اکبر ہے؟ میں نے کہا جی میرا نام علی اکبر ہے۔ کہنے لگے چلو حضرت صاحب بلا رہے ہیں اور فرما رہے ہیں کہ بیچارا ناراض ہو کر جا رہا ہے۔ اس کو بلا لاؤ۔ میری خوشی کی انتہا نہ رہی میں جلدی جلدی حضرت صاحب کے پاس پہنچ گیا۔ حضرت صاحب نے مجھے وظائف بتائے لیکن میرے دل میں خیال آیا کہ مجھے حضرت صاحب نے بیعت نہیں کیا۔ حضرت صاحب کی پائنتی کی اطراف میں دو آدمی بیٹھے تھے۔ اس خیال پر اُن میں سے ایک نے کہا حضرت صاحب فرما رہے ہیں کہ بیعت کرلیا ہے۔ اس طرح سوچنے کی ضرورت نہیں ہے۔ مجھے یہ تو معلوم ہو گیا کہ میں بیعت ہو گیا ہوں لیکن میں دعا نہیں کرا سکا تھا۔ چار پائی کے سرہانے کی طرف حضرت صاحب کے دونوں صاحبزادے بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک نے فرمایا بار بار نہ سوچو۔ حضرت صاحب فرما رہے ہیں کہ تمہارے لئے سب دعائیں کر دی ہیں۔ ابھی گاڑی آنے میں دس منٹ باقی ہیں فوراً اسٹیشن پر پہنچ کر گاڑی میں سوار ہو جاؤ اور گھر پہنچنے کی کوشش کرو۔

جب میں اسٹیشن پہنچا تو دونوں اطراف سے گاڑیاں آ گئیں۔ میں غلطی سے ساہیوال والی گاڑی پر سوار ہو گیا۔ جب گاڑی چل پڑی تو جس ڈبے میں سوار تھا تو اس ڈبے میں میری سیٹ کے پیچھے چند سیٹیں چھوڑ کر ایک سیٹ پر ایک نوجوان لڑکی اکیلی بیٹھی ہوئی تھی جس نے کالے رنگ کا برقع پہنا ہوا تھا۔ وہ اپنی سیٹ سے اٹھ کر میری سیٹ پر آ بیٹھی۔ میں اس کی اس حرکت پر ناراض ہوا۔ اسے کہا کہ تم اپنی سیٹ چھوڑ کر میری سیٹ پر کیوں آ بیٹھی ہو؟ اس نے کہا کہ آپ آج حضرت صاحب کے بیعت نہیں ہوئے؟ میں نے جواب دیا کہ ہاں ہوا ہوں۔ تو اس نے کہا کہ آپ میرے پیر بھائی ہیں۔ حضرت صاحب نے آپ کی ڈیوٹی لگا دی ہے۔ آپ مجھے ساہیوال چھوڑنے جا رہے ہیں۔ میں نے اس سے کہا کہ میں تو گجرات جا رہا ہوں تو اس گاڑی میں کس طرح سوار ہو گئی ہے۔ اس نے کہا کہ یہ گاڑی ساہیوال جا رہی ہے۔ میں نے کہا تم غلط کہتی ہو یہ گاڑی تو گجرات جا رہی ہے۔ وہ کہنے لگی یہ غلط ہے۔ کافی تکرار کے بعد اس نے کہا کہ کسی اور سے پوچھ لو۔ میں سچی ہوں یا آپ؟ میں نے اگلی سیٹ پر ایک بھائی سے دریافت کیا تو وہ کہنے لگا کہ یہ گاڑی واقعی ساہیوال جا رہی ہے۔ اس وقت مجھے اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ جب ہم ساہیوال پہنچے تو میں نے اس کو تانگے پر بٹھایا اور اس کو الوداع کہنا چاہا تو اس نے کہا کہ بھائی جان! آپ کی ڈیوٹی حضرت صاحب نے گھر تک لگائی ہے۔ میں نے کافی پس و پیش کی لیکن اس نے نہ مانا۔ آخر میں اسے گھر چھوڑ کر واپس ہوا۔ جب واپس اسٹیشن پر پہنچا تو ایک گاڑی کراچی کی طرف سے آ کر کھڑی ہو گئی۔ میں فوراً اس گاڑی میں بیٹھ گیا۔ جب وہ گاڑی واپسی پر حضرت کرماں والا اسٹیشن پر سے گذری تو کچھ سواریاں حضرت کرماں والا اسٹیشن سے گاڑی پر سوار ہوئیں۔ میں نے ان سے بات چیت شروع کی اور پوچھا کہ یہ گاڑی لاہور تک ہی جائے گی یا آگے گجرات بھی جائے گی؟ انہوں نے کہا کہ یہ لاہور تک ہی جائے گی۔ ہاں یہ گاڑی لاہور سے پشاور کو جاتی ہے۔ لیکن وہ ابھی جا چکی ہو گی۔ کیونکہ یہ گاڑی ایک گھنٹہ لیٹ ہو چکی ہے۔ وہ اس کے پہنچنے سے ایک گھنٹہ پہلے جا چکی ہو گی۔ جب ہم لاہور پہنچے تو پشاور والی

گاڑی ابھی کھڑی تھی۔ ان سب لوگوں نے، جو میرے ساتھ گاڑی میں تھے کہا کہ دیکھو
حضرت صاحب نے آپ کے لیے گاڑی کو روک رکھا ہے۔ جلدی کرو ہم آپ کو اس گاڑی
پر سوار کرواتے ہیں۔

جب ہم اس گاڑی پر سوار ہو کر گجرات پہنچے تو اس وقت تقریباً ۱۲ بج رہے تھے۔ میں
بس اسٹاپ سے اپنے گھر کی طرف جانے والی گاڑی کے متعلق دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ
اب صبح تک کوئی گاڑی نہیں ملے گی۔ میں اسٹاپ پر کھڑا سوچ رہا تھا کہ ایک چھوٹی عمر کا لڑکا
مجھے سلام کر کے کہنے لگا کہ چاچا جی ہمیں بھی ساتھ لے چلو۔ میں نے اسے کہا کہ تم کون ہو؟
اس نے جواب دیا کہ میں آپ کے بچوں کا دوست ہوں۔ میں آپ کو اچھی طرح جانتا ہوں۔
میں نے کہا ٹھیک ہے جب میں جاؤں گا تو آپ کو بھی ساتھ لے چلوں گا۔ اسی طرح ایک
اور جوان آیا اور اس نے مجھے ساتھ چلنے کو کہا۔ اسے بھی میں نے وہی جواب دیا۔ تھوڑی دیر
کے بعد ایک پہلوان شکل کا آدمی بڑی بڑی مونچھوں والا ہاتھ میں چابک پکڑے ہوئے آیا
اور میرے برابر آ کر کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا کہ چوہدری صاحب! آپ نے گھر نہیں جانا ہے؟
میں نے کہا کہ جانا تو ہے لیکن میں آپ کو نہیں جانتا۔ آپ کو پہلے اپنی پہچان کرانی چاہیے۔
اس نے کہا کہ میں تانگابان ہوں۔ آپ کئی بار میرے تانگے پر آئے گئے ہیں۔ آپ نے
مجھے ایک بار ہوٹل میں روٹی بھی کھلائی تھی۔ میں اس کے ساتھ جانے پر راضی ہو گیا۔ وہ لڑکا
اور جوان دونوں میرے ساتھ بیٹھ گئے۔ ہم اس کے تانگے پر بیٹھ گئے۔ جب وہ دولت نگر
اپنے گاؤں میں پہنچا تو ہمیں کہنے لگا کہ آپ میرے ساتھ میرے گھر چلیں، اس وقت آرام
کریں، صبح سویرے میں آپ کو آپ کے گاؤں میں چھوڑ آؤں گا۔ میں نے کہا کہ آگے چلو
ہم اسی وقت اپنے گاؤں جانا چاہتے ہیں۔ لیکن وہ مجبوراً ہمارے گاؤں کے ساتھ جنوب کی
جانب ایک گاؤں میں چھوڑ کر واپس اپنے گاؤں چلا گیا۔ اس وقت صبح کی اذانیں شروع ہو
چکی تھیں۔ ہم اس گاؤں سے جب نکل رہے تھے تو آدمی بیل جوتے ہوئے ہمیں راستے
میں ملے۔ کہنے لگے بھائی کدھر جانا ہے؟ ہم نے کہا کہ چک سکندر جانا ہے۔ تو وہ کہنے لگا کہ

ابھی بہت اندھیرا ہے، راستہ خطرناک ہے، راستہ میں ڈاکو مسافروں کو لوٹ لیتے ہیں، تم یہاں ہی آرام کرو، سورج طلوع ہونے پر چلے جانا لیکن ہم نہ مانے اور سفر جاری رکھا۔

آگے راستے میں ایک گھنا جنگل تھا، اس کے بیچ سے راستہ نکلتا تھا جو کافی طول وعرض میں پھیلا ہوا تھا۔ جب ہم اس جنگل میں داخل ہوئے تو کچھ فاصلہ طے کرنے کے بعد کھسر کھسر کی آواز سنائی دی، دو آدمی آپس میں باتیں کر رہے تھے۔ ایک کہتا ہے کہ دو آدمی آرہے ہیں، اسے جانے دو اور خاموش ہو جاؤ لیکن یہ بات ہم نے بھی سن لی۔ میں ابھی ان کو آواز دینے ہی والا تھا کہ کسی غیبی طاقت نے روک دیا۔ جب ہم جنگل عبور کر گئے تو اس وقت سورج کی روشنی غالب آچکی تھی۔ ایک نوجوان مرد ایک دوسرے نوجوان کے ہمراہ، جو بڑے قیمتی کپڑوں، زیورات سے آراستہ ہو کر ہمیں راستہ میں ملے۔ میں نے ان کو کہا کہ آگے مت جاؤ، آگے ڈاکو بیٹھے ہوئے ہیں، وہ تمہیں لوٹ لیں گے۔ لیکن انہوں نے ہماری بات نہ مانی۔ آگے چل پڑے۔ جب جنگل میں داخل ہوئے تو پکارنے لگے کہ ہم مارے گئے، لٹ گئے، ہماری مدد کو آؤ۔ میں نے اس وقت چاہا کہ ان کی مدد کو جاؤں تو میرے ساتھی نے مجھے کہا کہ کیا آپ کے پاس آتشی اسلحہ ہے؟ میں نے کہا نہیں۔ اس نے کہا کہ پھر مت جائیں، آپ کو جانتے ہوئے کہ یہ ہم کو جانتا ہے، وہ فوراً آپ کو گولی ماردیں گے۔ میں اس کی بات سمجھ گیا۔ گھر پہنچا تو حضرت صاحب کی دعا سے شادی کا دن بھی تبدیل ہو چکا تھا۔ شادی کی تاریخ ۳ دن آگے بڑھ گئی تھی۔

اپنے گاؤں کی مسجد میں نماز پڑھنے کے لیے گیا تو جماعت کے وقت اقامت میں نے کہی۔ ہمارے گاؤں کے مولوی صاحب جن کا نام محمد اشرف تھا، جماعت کروا رہے تھے۔ جب انہوں نے تکبیر اولی کہہ کر قرات شروع کردی تو میرے کان میں سرگوشی ہوئی "وہابی"۔ لیکن میں نے نماز جاری رکھی۔ تھوڑی دیر بعد پھر آواز آئی "وہابی"۔ اب میں نے نماز توڑ دی اور اپنی علیحدہ نماز شروع کر دی۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد سب نمازیوں نے مجھ پر اعتراض کر دیا کہ اس لڑکے نے ہم سب کی نماز توڑ دی ہے۔ یہ نمازیوں کے بیچ سے پیچھے گیا

ہے۔ اپنی بھی نماز خراب کی ہے اور دوسروں کی بھی۔ سب نمازیوں نے مولوی صاحب سے مسئلہ دریافت کیا تو مولوی صاحب نے فتویٰ دے دیا کہ اس کی نماز نہیں ہوئی۔ میں نے مولوی صاحب سے پوچھا کہ آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ میری نماز نہیں ہوئی؟ جب کہ نبی کریم ﷺ کے بارے میں آپ کا عقیدہ یہ ہے کہ آپ ﷺ کے دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں ہے (نعوذ باللہ)۔ مولوی صاحب بات آگے بڑھانے لگے تو میں نے کہا کہ میں نے اگر آپ کی حقیقت ظاہر کر دی تو باقی نمازی بھی آپ کے پیچھے نماز پڑھنا چھوڑ دیں گے۔ مولوی صاحب خاموش ہو گئے۔ ان کی والدہ نے مجھے پیغام بھیجا کہ آپ ہمارے پاس آئیں۔ جب میں مولوی صاحب کے گھر گیا تو مولوی صاحب گھر پر موجود نہ تھے صرف ان کی والدہ صاحبہ ہی تھیں۔ انہوں نے مجھے کہا کہ سارے گاؤں کے لوگ مولوی صاحب کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں آپ کیوں نہیں پڑھتے؟ میں نے کہا کہ لوگ مولوی صاحب کی پڑھتے ہوں گے، میں تو اللہ تعالیٰ کی نماز پڑھتا ہوں۔ وہ عورت غصہ میں مجھے گالیاں دینے لگی۔ اور کہنے لگی کہ پورے گاؤں کو ہم نے قرآن پڑھایا، نماز پڑھائی، تو ہمارے پاس نہ قرآن پڑھنے آیا نہ نماز پڑھنے آیا، اب گلیوں میں میری مانگ نکال کر پھرنے والا مولوی صاحب سے بھی نیک ہو گیا ہے۔ ان کے پیچھے نماز بھی نہیں پڑھتا۔ میں نے کہا کہ مائی صاحبہ! بے شک میں آپ کے پاس پڑھنے نہیں آیا، نہ ہی کسی اور کے پاس دینی علم پڑھنے کے لیے گیا، لیکن اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک ایسی کامل ہستی کا دامن عطا فرمایا ہے جن سے مجھے چند لمحوں میں اتنا علم عنایت فرمادیا ہے جو آپ کے سارے خاندان کو ساری عمر نصیب نہیں ہوا۔ مائی صاحبہ ایک کتاب اپنی الماری سے نکال کر لے آئی جس پر لکھا ہوا تھا "تقویۃ الایمان"۔ جس کا مصنف مولوی اسماعیل دہلوی تھا۔ وہ میرے ہاتھ میں تھمادی۔ میں نے نام پڑھتے ہی کہا کہ یہ تو تقویۃ بے ایمان ہے۔ وہ بی بی یہ بات سنتے ہی پھر غصے میں مجھے گالیاں دینے لگی۔ پھر ایک اور کتاب لے آئی جس کا نام فتویٰ رشید یہ تھا۔ میں نے کہا کہ اماں جی مجھے اس طرح کی کتابیں نہ دکھاؤ۔ میں نے چند آیات قرآن شریف سے تلاوت کیں جن میں نبی

کریم ﷺ کی تعریف وتوصیف بیان ہوئی تھی۔ مائی صاحبہ کے آنسو ٹپکنے لگے۔ اسی دوران مولوی صاحب تشریف لے آئے۔ آتے ہی حقہ گرم کیا۔ مائی صاحبہ میرے ساتھ بات کر رہی تھیں۔ مولوی صاحب کی وجہ سے زور زور سے باتیں کرنے لگیں۔ کیونکہ مولوی صاحب کچھ بہرے تھے۔ مولوی صاحب بھی اماں جان پر غصہ ہو گئے اور زور سے کہنے لگے، سورنی! چپ کر۔ مجھے ہنسی آ گئی۔ مائی نے کہا آپ کیوں ہنس رہے ہیں؟ میں نے کہا اماں جان! ماں کا بے ادب بہت برا انسان ہوتا ہے اور جو نبی ﷺ کا بے ادب ہے وہ سب سے زیادہ برا ہے۔ ایسے شخص کے پیچھے میں کیسے نماز ادا کر سکتا ہوں۔ اس کے بعد وہ مائی بے حد روئی اور وہ مولوی صاحب بھی مجھے اچھی نگاہ سے نہیں دیکھتے تھے۔ لوگ مولوی صاحب کی بڑی عزت کرتے تھے۔ یہاں تک کہ اس کے پاس اپنی امانتیں رکھتے تھے۔ ایک بار دھوکہ باز آیا اور اس نے مولوی صاحب سے ساری امانتیں ہتھیا لیں۔ جب لوگوں کو پتا چلا تو انہوں نے اپنی امانتوں کا مطالبہ کیا۔ مولوی صاحب نے اپنی ساری جائیداد فروخت کر دی۔ لیکن پھر بھی امانتیں ادا نہیں کر سکے۔

ایک بار مولوی صاحب نے مجھے خط لکھا کہ میری امداد کرو اور ساتھ ہی دعا کے لیے کہا اور وعدہ کیا کہ اگر اس مصیبت سے نکل گیا تو آپ کے پیر صاحب کے پاس پاپیادہ حاضری دوں گا۔ اللہ تعالیٰ نے مولوی صاحب کو مصیبت سے نجات عطا فرمائی اور وہ حضرت کرماں والا شریف آ گئے۔ پھر حضرت صاحب کے عقیدت مند ہو گئے۔ بعد ازاں گاؤں میں باعزت امامت کراتے رہے۔

بیعت کے چند ماہ بعد میں ملیر کینٹ میں فوجی سروس کر رہا تھا کہ داڑھی رکھنے کا خیال آیا۔ میں نے داڑھی رکھ لی۔ سیکشن حوالدار نے ٹوکا کہ تم نے داڑھی کیوں نہیں منڈوائی تو میں نے کہا کہ میں نے داڑھی رکھ لی ہے۔ اس نے کہا داڑھی بغیر کمانڈنگ آفیسر کی اجازت کے نہیں رکھ سکتے۔ میں نے اسے جواب دیا میرے کمانڈنگ آفیسر کی اجازت ہے کہ میں داڑھی رکھ لوں۔ اس نے حوالدار میجر کو کہا۔ میں نے اسے بھی وہی جواب دیا۔ پھر وہ صوبے

دار میجر کے پاس گیا۔ میں نے اسے بھی وہی جواب دیا۔ بعد ازاں وہ آرمی کے مولوی صاحب کے پاس گیا اور کہا کہ اس بچے نے داڑھی تو رکھ لی ہے لیکن یہ کام غیر قانونی ہے۔ ہمارا قانون اجازت نہیں دیتا کہ بغیر .C.O کی اجازت کے کوئی داڑھی رکھے۔ آپ کوئی ایسا مسئلہ نکالیں جس میں داڑھی کی رعایت ہو۔ مولوی صاحب نے خود بڑی بھاری داڑھی رکھی ہوئی تھی لیکن میرے لیے انہوں نے رعایت کر دی کہ فوجی مجاہد ہوتا ہے، اگر دشمن کو جوان ظاہر کرنے کے لیے داڑھی منڈوا دے اور سفید بالوں پر رنگ لگوا لے تو یہ جائز ہے۔ پھر مجھے .C.O کے پاس پیش کیا گیا۔ اس نے مجھ سے سوال کیا کہ تم نے داڑھی کیوں رکھی ہے؟ میں نے کہا کہ میں مسلمان ہوں اس لیے داڑھی رکھی ہے۔ سی او نے کہا اور نیک کام کافی ہیں داڑھی کوئی ضروری نہیں۔ بغیر داڑھی کے بھی مسلمان ہو سکتا ہے۔ تم اور نیک کام کرو داڑھی کو چھوڑ دو۔ میں نے سی او صاحب کو ایک حکایت سنائی کہ صاحب! ایک پہلوان ایک مصور کے پاس گیا کہ میرے بازو پر شیر کی تصویر بنا دو۔ مصور نے سوئی چبھوئی تو تکلیف ہوئی، پہلوان کہنے لگا کیا کرنے لگے ہو؟ مصور نے کہا شیر کی دم بنانے لگا ہوں، پہلوان نے کہا ایسا شیر بناؤ جس کی دم نہ ہو۔ مصور نے پھر سوئی چبھوئی، پہلوان نے کہا اب کیا کرنے لگے ہو؟ اس نے کہا کہ ابھی شیر کی ٹانگیں بنانے لگا ہوں۔ پہلوان نے کہا ایسا شیر بناؤ جس کی ٹانگیں نہ ہوں۔ مصور نے پھر سوئی چبھوئی، پہلوان نے پوچھا ٹھہرو! ابھی کیا کرنے لگے ہو؟ مصور نے کہا شیر کا سر بنانے لگا ہوں۔ اس نے کہا ٹھہرو یہ تو بڑا تکلیف دہ ثابت ہو رہا ہے۔ ایسا شیر بناؤ جس کا سر بھی نہ ہو۔ مصور نے پھر سوئی چبھو دی، کہا اب کیا بنانے لگے ہو؟ مصور نے کہا اب شیر کا دھڑ بنانے لگا ہوں۔ پہلوان صاحب بولے تم جو بھی عضو بناتے ہو بہت تکلیف دہ ہوتا ہے، ایسا شیر بناؤ جس کا دھڑ بھی نہ ہو۔ مصور نے کہا کہ ایسا شیر تو میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ جس کی دم ہو نہ ٹانگیں نہ سر اور نہ دھڑ ہو۔ میں نے کہا سی، او صاحب! جب اس طرح کا شیر نہیں ہو سکتا تو ایسا مسلمان کیسے ہو سکتا ہے جس کی نہ داڑھی ہو نہ ہی نماز وروزہ۔ ان باتوں سے کرنل صاحب کو غصہ آ گیا اور مجھے سزا ہو گئی۔ بعد ازاں

میں چھٹی پر بھیج دیا گیا جب چھٹی گزار کر واپس آیا تو جس ٹرین میں مَیں سوار تھا وہ حضرت کرماں والا شریف نہیں رکتی تھی جب حضرت کرماں والا شریف کا اسٹیشن قریب آیا تو گاڑی تیزی سے دوڑنے لگی، میں نے مسافر ساتھیوں کو کہا میرا سامان پھینک دو ، میں نے چلتی ٹرین سے چھلانگ لگا دی اور جب پلٹا کھا کا اٹھا تو نعروں سے گاڑی گونج رہی تھی جب میں نے سامان اٹھایا تو سلور کا دودھ والا ڈبہ بھی محفوظ تھا اور بکسہ بھی بالکل درست تھا۔ مجھے بھی کوئی چوٹ نہیں لگی تھی۔ جب میں مسجد کی طرف گیا۔ حضرت صاحبؒ واعظ فرما رہے تھے۔ میں جا کر بیٹھا ہی تھا تو حضرت صاحبؒ فرمانے لگے کھڑے ہو جاؤ۔ میں کھڑا ہو گیا۔ گاڑی سے تم نے چھلانگ لگائی ہے۔ میں نے کہا ہاں حضور میں نے چھلانگ لگائی ہے۔ فرمانے لگے تم نے چلتی گاڑی سے چھلانگ کیوں لگائی۔ میں نے عرض کی کہ حضور مجھے خبر نہ تھی کہ یہ گاڑی کرماں والے اسٹیشن پر رکتی ہے یا نہیں۔ جب معلوم ہوا کہ یہ نہیں رکتی تو میں نے چھلانگ لگا دی۔ حضرت صاحبؒ نے فرمایا۔ گاڑی پر سوار ہونے سے پہلے کسی سے گاڑی کے بارے پوچھ لیا کرو۔ اسکے بعد حضرت صاحبؒ نے ایک دوسرے بیلی کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا پچھلے سال تم نے چھلانگ لگائی تھی۔ اس نے کہا جی ہاں۔ حضرت صاحبؒ فرماتے لگے۔ میرے بیلی کچھ کھیلے ہو گئے ہیں جو چلتی گاڑیوں سے چھلانگیں لگاتے ہیں۔ فرمایا ایسا نہ کیا کرو مجھے تکلیف ہوتی ہے۔ جمعہ ادا کرنے کے بعد اب وقت عصر کا ہو گیا تھا۔ میں نے ایک خادم سے عرض کی کہ مجھے حضرت صاحبؒ سے اجازت لے دیں میں نے کراچی جانا ہے اور تین دن سے غیر حاضر ہوں دعا فرما دیں کہ مجھے سزا نہ ہو۔ اعلیٰ حضرت صاحبؒ سننے سے قبل ہی فرمانے لگے۔ اس کو تین دن اور یہاں رہنا ہے۔ اب میری خوشی کی انتہا نہ رہی۔ مجھے یقین ہو گیا اب میرا کچھ نہ بگڑے گا۔ میں نے بڑے اطمینان سے تین دن گزارے۔ جب حضرت صاحبؒ نے خود اجازت دی تو کراچی روانہ ہو گیا۔ جب کراچی پہنچا تو ملیر کینٹ کی بس پر یونٹ کو روانہ ہوا ملیر پہنچ کر

جب بس سے اتر رہا تھا تو صوبیدار چراغ دین جس نے مجھے چھٹی لے کر دی تھی۔ وہ گاڑی سے اترتے ہی سامنے سائیکل پر سوار نظر آیا۔ دیکھتے ہی پکار اٹھا۔ صوفی صاحب آپ پر مجھے بہت اعتبار تھا لیکن آپ نے میرے ساتھ کیا کیا۔ میں نے آج تک آپ کو غیر حاضر نہ کیا کہ شاید آج آجائیں گے لیکن آپ نہ آئے۔ میں بہت مایوس ہو گیا تھا کہ اب کیا کروں۔ آج ارادہ کیا تھا کہ بھگوڑا قرار دیتا ہوں تو آپ کو گاڑی سے اترتے دیکھ کر جان میں جان آگئی میں نے بتایا کہ تین دن گھر سے لیٹ ہو گیا تھا پھر حضرت صاحبؒ کے پاس آیا تو تین دن کیلئے انہوں نے روک لیا تھا۔ جب اجازت ملی تو آ گیا۔ صوبیدار صاحب فرمانے لگے پھر یہ حضرت صاحبؒ کی کرامت ہے کہ ہمیں اتنے دن کسی نے نہیں پوچھا۔ آپ خاموشی سے کمرے میں جائیں اور مچھر دانی لگا کر سو جائیں۔ جب چار بجے گیموں کیلئے حاضر ہونا تو خاموشی سے حاضر ہو جانا۔ اگر کسی نے پوچھا کہ تم اتنے دن کدھر رہے ہو تو کہہ دینا کہ میں چھٹی سے جب واپس آیا تو صوبیدار چراغ دین نے مجھے کسی ضروری کام کے لئے چند دن کے لئے بھیج دیا تھا۔ یہ نہ کہنا کہ میں آج ہی گھر سے آرہا ہوں۔ میں صوبیدار صاحب کی ہدایت کے مطابق اسی طرح مچھر دانی لگا کر سو گیا۔ جب گیموں کی وسل ہوئی تو تیار ہو کر حاضر ہو گیا۔ کسی شخص نے مجھ سے نہیں پوچھا کہ تم چھٹی پر تھے اتنے دن کیوں نہیں آئے۔ وغیرہ وغیرہ۔ باقی میری عزت دن بدن ان لوگوں میں بڑھتی رہی۔ تھوڑے عرصہ کے بعد سب افسران میری عزت کرنے لگے۔ میرے دینی اور دنیاوی سب عقدے حل ہونے لگے۔ ۱۹۶۰ء کے آخری مہینوں میں ہمارے کرنل صاحب حج سے واپس آئے۔ انہوں نے آنے پر اپنے پیر صاحب کو دعوت دی۔ وہ تشریف لائے اور ایک بڑا جلسہ منعقد ہوا۔ ایک بڑے ہال میں پوری یونٹ بالا افسران جے سی اوز اور دوسرے رینک کے سب آدمی موجود تھے۔ بڑے افسران پہلی صف میں بیٹھے ہوئے تھے اور پچھلی صف میں ٹوآئی صاحب یعنی میجر جو سیکنڈ کمانڈ تھا۔ جس نے مجھے مینٹل بنا

کرمینٹل وارڈ سی ایم ایچ میں بھیجا تھا۔ اسکے پیچھے میں بیٹھ گیا تھا۔ پیر صاحب کے واعظ پر مجھے وجد ہوا۔ میرا بدن اور سر زمین پر پٹکنے لگا۔ سپاہیوں نے مجھے سنبھالنے کی کوشش کی۔ وہ پکڑ کر اوپر اٹھانا چاہتے تھے، میں ان کے قابو میں نہ آتا تھا۔ میرے دونوں پاؤں کی ٹھوکر جب میجر ایس ڈی احمد صاحب کو لگی تو منہ کے بل پیر صاحب کے قدموں میں جا گرا۔ اس وقت کرنل صاحب نے پیر صاحب سے دریافت کیا۔ یہ کیسا جوان ہے؟ پیر صاحب نے فرمایا کہ یہ کسی بڑے پیر کا درویش ہے۔ اس کو مت پکڑو اور سنبھالنے کی کوشش نہ کرو۔ کیونکہ اس کا پیر خود سنبھال لے گا۔ اس کے بعد یونٹ میں میری عزت اور بھی بڑھ گئی۔ اگر میں کوئی کام کرنے لگتا تو سپاہی میرے ہاتھ سے بیلچہ لے لیتے اور خود کام کرنا شروع کر دیتے تھے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک سگنل افسر کرنل قیوم بنگالی کا بارہ تیرہ ہزار روپیہ مجھے ٹرین کی پٹری کے قریب سے ملا۔ میں نے اپنے ڈیرہ پر جا کر بریف کیس کھولا اور دیکھا تو اس میں بارہ تیرہ ہزار اور کرنل صاحب کی پاس بک اور شناختی کارڈ بھی موجود تھا۔ میں نے کرنل صاحب کے بنگلہ کی تلاش کی اس کو ملا تو وہ تین ماہ کی چھٹی گھر جا رہا تھا اس نے ہمارے کرنل کو ٹیلی فون کیا کہ ہم چھٹی پر جا رہے ہیں۔ یہ آدمی دیانتدار ہے اسکو ہمارے بنگلہ کی چوکیداری کے لیے بھیج دو۔ انہوں نے مجھے بھیج دیا۔ تب میں بنگلہ میں رہ رہا تھا۔ ایک رات حضرت صاحبؒ مجھے خواب میں ملے اور فرمایا کہ کراچی میں قادریہ چشتیہ سہروردیہ نقشبندیہ مجددیہ جامعہ مسجد حضرت غلام رسولؒ نزد سولجر بازار ہے۔ وہاں جا کر ان کی صحبت اختیار کرو۔ میں دن کو تلاش کرتا رہا بوقت شام جب وہاں پہنچا تو حضرت غلام رسول صاحبؒ وہاں تشریف فرما تھے لیکن وہ دروازہ جنوب میں تکیہ لگا کر بیٹھے ہوئے تھے۔ میں جب دوسرے دروازہ جو شہر کی جانب تھا، وہاں گیا تو وہاں بھی ان کی عمر کے اسی شکل کے ایک بزرگ بیٹھے ہوئے تھے اور وہ تعویز لکھ رہے تھے۔ میں نے ان سے حضرت غلام رسول صاحب کے بارے میں پوچھا تو فرمایا۔ وہ جو بزرگ جنوبی

دروازے میں بیٹھے ہیں وہی حضرت غلام رسول صاحبؒ ہیں آپ صفوں سے آگے نہ بڑھیں اور پیچھے ہی بیٹھ جائیں میں ان کے پیچھے دروازے کے پاس بیٹھ گیا۔ان دنوں ان کو تذکرہ اولیاء اللہ کی خدمت ملی ہوئی تھی۔ پہلے انہوں نے بایزید بسطامیؒ کی کرامات کا ذکر کیا۔ پھر حضرت جنید بغدادیؒ کا ذکر شروع کردیا۔ ان کی یہ کرامت بیان کر رہے تھے کہ ان کی ملاقات کیلئے دو بزرگ گئے۔ ایک جانوروں کی بولیاں بول بھی لیتے تھے، لیکن دوسرے نہیں جانتے تھے۔ اسی اثنا میں دو بلیاں جھگڑتی ہوئی اندر سے باہر آئیں، تو نہ جاننے والے بزرگ نے جاننے والے بزرگ سے پوچھا یہ بلیاں کیا کہہ رہی ہیں۔ انہوں نے جواب دیا کہ ایک بلی کہہ رہی ہے کہ جنید بغدادیؒ مر گیا اور دوسری کہہ رہی ہے کہ تم جھوٹ بول رہی ہو۔ وہ تو زندہ ہے اندر وضو فرما رہے ہیں۔ نہ جاننے والے بزرگ نے کہا، پھر ان میں سچی کون ہے اور جھوٹی کون ہے۔ انہوں نے فرمایا تھوڑی دیر کے بعد جنیدؒ باہر آئیں گے وہ یہ مسئلہ حل فرمادیں گے۔ اسی اثناء میں جنید بغدادیؒ وضو فرما کر باہر آگئے اور وہ مسئلہ پیش کیا گیا، تو انہوں نے فرمایا دونوں سچی ہیں۔ ایک نے فرشتوں کو کہتے سنا کہ آسمانوں پہ شور تھا، کہ آج جنید بغدادیؒ مر گیا ہے، اور دوسری نے مجھے اندر وضو کرتے دیکھا، دونوں سچی تھیں۔ ایک نے فرشتوں کو کہتے سنا اور فرشتے جھوٹ نہیں بولتے، یہ اس کا ایمان تھا، دوسری نے مشاہدہ کیا ہے۔ جو نہیں جانتے تھے انہوں نے کہا یہ کیسے ہو سکتا ہے، کہ آپ زندہ ہوں اور فرشتے شور کریں کہ جنیدؒ مر گیا ہے۔ حضرت جنید بغدادیؒ فرمانے لگے کہ واقعی جھوٹ نہیں بولتے آج میں اپنے کسی ذاتی کام میں مصروف ہو گیا تھا، جو خدا کے ذکر سے غفلت تھی۔ اسلئے آسمانوں پر فرشتوں نے شور کر دیا کہ آج جنید بغدادیؒ مر گیا ہے۔ اگر وہ زندہ ہوتا تو اس کا ذکر ہم تک ضرور پہنچتا۔ اس کے بعد انہوں نے حضرت سید احمد رضا بریلویؒ کی کرامت کا بیان شروع کیا، کہ شہر میں ایک مجذوب رہتا تھا، جسے سکول کے بچے تنگ کرتے رہتے تھے، اور وہ یہ کہتا تھا کہ بچوں باز آجاؤ میں بریلی شہر کو الٹ

کر رکھ دوں گا۔ اسی اثناء میں اعلیٰحضرت کا ایک مرید یہ واقعہ دیکھ کر اعلیٰحضرت کی مسجد میں بیان کرنے لگا، کہ آیا اس مجذوب میں یہ طاقت ہے کہ بریلی کو الٹ کر رکھ دے۔ اس وقت اعلیٰ حضرت صاحبؒ نے فرمایا، کہ اپنی آنکھیں بند کر کے شہر کی طرف دیکھو، جب آنکھیں بند کیں تو دیکھا وہی مجذوب شہر سے مسجد کی طرف آ رہا ہے، جب وہ قریب آ گیا، تو اعلیٰحضرت صاحبؒ نے فرمایا کہ ابھی آنکھیں کھولو اور دیکھو کہ کیا یہ وہی مجذوب ہے یا کوئی اور، کہا یہی ہے۔ مجذوب نے مؤدبانہ سلام کیا۔ اعلیٰحضرت صاحبؒ نے فرمایا کہ مسجد کے اندر بیٹھ جاؤ، جب وہ بیٹھ گیا، تو اعلیٰحضرت صاحبؒ نے فرمایا اٹھو میری کھڑائیں مسجد کے باہر سے اندر اٹھا لاؤ۔ جب وہ انگشت شہادت سے اٹھانے لگا تو اس سے وہ نہ اٹھ سکیں پھر وہ پورے پنجے کے ساتھ اٹھانے لگا، پھر بھی وہ نہ اٹھا سکا، پھر دیکھا وہ دونوں ہاتھوں سے پورے زور سے اسے اٹھا رہا ہے، لیکن وہ نہ اٹھا سکا، تو اعلیٰحضرت صاحبؒ نے فرمایا تم کیا کر رہے ہو تمہیں کہا تھا کھڑائیں اٹھا کر لاؤ اور تم نے کشتی کرنا شروع کر دی۔ اس نے جواب دیا یہ تو بہت بھاری ہیں مجھ سے نہیں اٹھتیں تب اعلیٰحضرت صاحبؒ نے فرمایا تم تو بریلی شہر کو الٹنا چاہتے ہو جہاں سوا لاکھ میرے مرید رہتے ہیں اور میں بھی موجود ہوں۔ تم کیسے بریلی شہر کو الٹ سکتے ہو پھر اپنے اسی مرید کو کہا جاؤ اور میری کھڑائیں اٹھا لاؤ۔ مرید اٹھا اور ایک انگشت شہادت سے کھڑائیں اٹھا لایا۔ لیکن وہ خاموش دیکھتا رہا جب اٹھا ایک نعرہ بلند کیا اور کہا اے سید احمد رضا بریلویؒ تم نے اس بریلی شہر کو میخ سے جڑا ہوا ہے اگر تو نہ ہوتا تو میں اس بریلی کو کبھی کا الٹ کے رکھ دیتا۔ اس پر حضرت غلام رسول صاحبؒ کے مریدوں میں سے ایک مرید نے سوال کیا۔ کیا حضرت صاحبؒ پرانے زمانے میں جس طرح بزرگ تھے جیسے حضرت بایزید بسطامیؒ، حضرت جنید بغدادیؒ، ابو الحسن خرقانیؒ جیسے بزرگ موجودہ دور میں بھی ہیں یا کہ نہیں، حضرت صاحبؒ فرمانے لگے کوئی دور ان بزرگوں سے خالی نہیں گزرا اور نہ ہی گزرے گا۔ ایک بزرگ فوت ہوتا ہے تو دوسرا

بزرگ آجاتا ہے، جس طرح ایک بادشاہ کے بعد دوسرا آجاتا ہے، یہ تو ظاہری حکومت ہے اور دنیاوی نظام ہے، لیکن حقیقی بادشاہ نے ایک باطنی حکومت بھی قائم کر رکھی ہے، جس کو ولایت پر منسوب کیا ہے۔ یہ حکومت اولیاء اللہ کے سپرد کی ہے۔ اس کا دارومدار افعال باطنیہ پر ہے۔ اس کو باطنی علوم بھی کہتے ہیں۔ ان اولیاء کا ہر ذی روح پر تسلط ہے۔ یہ بھی گاہے بگاہے بدلی ہوتے رہتے ہیں یعنی ایک کا انتقال ہوتا ہے، تو دوسرا اسکی جگہ پر آجاتا ہے۔ ایک آدمی نے سوال کیا۔ اس زمانے میں ان جیسا کوئی ولی ہے۔ آپ نے فرمایا ایسی باتیں کرنے کا حکم تو نہیں ہے لیکن آپ نے یہ سوال کیا ہے اس کا جواب دینا مجھ پر فرض ہو گیا ہے۔ ہاں اگر کسی کی یہ خواہش ہو کہ میں جنید بغدادیؒ یا بایزید بسطامیؒ جیسی ہستی دیکھوں، تو وہ آنحضرت کرماتوالے کو دیکھ لے اور انگشت شہادت سے میری طرف اشارہ کیا کہ ان کا ایک غلام میرے پیچھے آکر بیٹھ گیا ہے۔ ان کا اشارہ کرنا تھا اور میرا سر زمین پر پٹکا۔ پھر کسی نے سوال کیا کہ وہ کہاں رہتے ہیں، فرمایا کہ وہ ضلع ساہیوال میں کسی جگہ رہتے ہیں۔ جس کو خواہش ہو وہ جا کر دیکھ سکتا ہے ایک نے کہا کیا آپ ان کے پاس گئے یا وہ آپ کے پاس آئے ہیں فرمایا نہیں نہ میں ان کے پاس گیا ہوں اور نہ وہ میرے پاس آئے ہیں لیکن میں دیکھ رہا ہوں کہ ان کی روحانیت سارے جہاں کو گھیرے ہوئے ہے۔ ایک دفعہ پیر غلام رسول صاحبؒ نے فرمایا کہ تمہارے پیر صاحبؒ کراچی میں تشریف لائے ہوئے ہیں میں نے عرض کیا جناب کہاں تشریف فرما ہیں فرمایا پیر تمہارے ہیں اور میں بتاؤں کہاں تشریف فرما ہیں تم تلاش کرو۔ میں نے تمھیں بتلا دیا ہے۔ میں سارا دن حضرت صاحبؒ کی تلاش میں پھرتا رہا آخر کار بندر روڈ پر ایک کشمیری بابا کی بہت بڑی کوٹھی تھی، اس میں کاریں دیکھیں اور اندر سے پتہ کیا، تو پتہ چلا کہ پیر عثمان علی شاہ صاحبؒ تشریف لائے ہوئے ہیں، لیکن آپؒ مولانا محمد شفیعؒ اوکاڑوی کی دعوت پر ان کے گھر گئے ہوئے تھے۔ اگر آپ چاہتے ہیں، تو میں آپ کو گاڑی میں بیٹھا کر لے جاتا ہوں اور وہاں ہی

ملاقات ہو جائیگی۔ میں نے عرض کی کہ آپ مجھے وہاں ضرور لے جائیں کیونکہ میں ان سے ضروری ملنا چاہتا ہوں۔ بابا کشمیری نے گاڑی پر مجھے بیٹھایا، اور مولانا محمد شفیع اکاڑوی کی رہائش پر لے جا رہے تھے کہ ایک گلی میں ٹرن آیا اور دونوں کاریں ایک دوسرے کی بالکل ساتھ مل کر کھڑی ہو گئیں، مخالف سمت سے آنے والی کار میں پیر سید عثمان علی شاہ صاحبؒ فرنٹ سیٹ پر بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ مجھے دیکھتے ہی فرمانے لگے کہ کھانا تیار پڑا ہوا ہے۔ میں آپ کو لینے کے لئے آگیا ہوں، لیکن بابا کشمیری نے عرض کی کہ میرے ڈیرہ پر کچھ آدمی آپؒ کی انتظار میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ وہ بھی آپؒ کی ملاقات کے طالب ہیں۔ اسلئے آپ مہربانی فرما کر میرے ڈیرہ پر واپس چلیں ان کو ملاقات کی سعادت بخشنے کے بعد آپ واپس آجائیں، بابا کشمیری کے ڈیرہ پر موجود لوگوں کو زیارت کی سعادت سے بہرہ ور فرمانے کے بعد آپ مجھے ساتھ لے کر مولانا محمد شفیع اوکاڑوی کے ڈیرہ پر تشریف لے گئے، وہاں میں نے دیکھا دسترخوان پر دیسی گھی کے پراٹھے، گوشت اور مختلف کھانے تیار تھے۔ کھانا تناول فرمانے کے بعد ہم واپس بابا کشمیری کے ڈیرہ پر آگئے اور حضرت صاحبؒ نے مجھے اپنے ساتھ بٹھایا اور میرے ساتھ آہستہ آہستہ گفتگو فرمانے لگے۔ جب میں نے داڑھی رکھی تھی جو سلوک اس وقت میرے فوجی افسروں نے کیا اور ڈاکٹروں نے بجلیاں لگائیں، ہر بات ایک ایک کر کے حضرت عثمان شاہ صاحبؒ نے مجھ سے دریافت فرمائی۔ میں حیران تھا کہ حضرت صاحب تو مجھے پہلی بار ملے ہیں، اور آپ بیتی ساری کی ساری دریافت کر رہے ہیں، جو بھی میرے ساتھ ہوا تھا۔ میں حضرت صاحبؒ کے اس غیبی علم پر بڑا حیران تھا، حضرت صاحبؒ نے میرے ساتھ محبت بھرے لہجے میں راز و نیاز کی باتیں کیں اور پھر شام کے وقت اجازت دے دی، اور خود حضرت کرماں والا شریف چلے گئے۔ اس کے بعد میرا تبادلہ پشاور ہو گیا، جب میں پشاور پہنچا تو سی۔ او۔ زاہد حسین جعفری شیعہ تھا، اور صوبیدار میجر شیعہ مذہب کا بہت بڑا ذاکر تھا، ایم۔ اے۔ تعلیم رکھتا تھا، سنیوں سے مناظرے بہت کرتا تھا۔ یونٹ میں

سب سنی مذہب کے شیعہ ہو چکے تھے۔ ۱۹۶۱ء کی بات ہے۔ جو امام مسجد تھے، وہ دیوبندی وہابی تھے۔ جو بقایا لوگ تھے، وہ وہابی دیوبندی تھے۔ پشاور پہنچنے کے دوسرے دن میرا انٹرویو پہلے صوبیدار میجر عبدالمجید صاحب نے لیا، پھر حوالدار میجر مجھے صوبیدار میجر کے پاس لے کر گیا۔ وہ اٹین شین بولا۔ میں اٹین شین ہو گیا پھر سلوٹ کیا۔ صوبیدار میجر نے مجھے دیکھ کر کہا کہ آپ مجھے مذہبی آدمی دکھائی دیتے ہیں آپ پر میں مذہبی سوال ہی کروں گا۔ پہلا سوال جو اس نے کیا وہ یہ تھا۔ جن کو آپ صدیق اکبر اور پہلے خلیفہ کہتے ہیں ان کا اصل نام کیا تھا۔ میں نے عرض کی ان کا نام عبداللہ بن قحافہ تھا۔ پھر ان کو صدیق اکبر کیوں کہتے ہو، قحافہ کا بیٹا یا عبداللہ کیوں نہیں کہتے۔ میں نے عرض کیا سر آپ نے سب سے پہلے دین کی تصدیق کی سب سے پہلے ایمان لائے اور ہمیشہ سچ بولتے تھے۔ اس لئے آپ کا لقب صدیق اکبر ٹھہرایا گیا، پھر کہا کہ ان کو ابوبکر کیوں کہتے ہو۔ کیا گائے کے باپ تھے۔ ابو باپ کو، بکر گائے کو کہتے ہیں، آپ کو ہم صوبیدار میجر صاحب کہتے ہیں نام آپ کا آپ کی تختی پر عبدالمجید صوبیدار میجر لکھا ہوا ہے اور گاؤں میں آپ کے کئی نام جو لوگوں نے رکھے ہوں گے، کئی کنیت اور صفاتی ناموں سے پکارے جاتے ہوں گے۔ دوسرا سوال، جن کو آپ خلیفہ دوم کہتے ہیں، ان کا نام کیا تھا عرض کیا ان کو عمر ابن خطاب کہتے ہیں۔ ان کو فاروق اعظم بھی کہتے ہو۔ اس کی وجہ بتاؤ، عرض کیا کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ ایمان لانے سے پہلے وہ دین کے بہت بڑے دشمن تھے، اور جب انہوں نے کفر اور ایمان کو اپنی کسوٹی پر پرکھ لیا، اس امتیاز کی بناء پر وہ عمر فاروقؓ کہلائے۔ تیسرا سوال یہ تھا کہ تم جن کو امام اعظم کہتے ہو، ان کا نام کیا تھا۔ میں نے عرض کیا ان کا نام نعمان بن ثابت تھا اور کنیت ابو حنیفہ تھی۔ کیا ان کا باپ اور دادا دونوں پارسی نہ تھے؟ میں نے عرض کیا بالکل درست ہے۔ سوال: کیا پھر پارسی کے بیٹے کو امام اعظمؒ کے خطاب سے نوازتے ہو، اور سید کے بیٹے امام حسینؑ کو امام اعظم کیوں نہیں کہتے؟ عرض کی وہ فقہ کی تحقیق کرنے اور اس کو جمع کرنے پر امام اعظمؒ کہلائے اور امام حسینؑ میدان کربلا میں اپنا پورا کنبہ اور جانثار ساتھیوں سمیت اپنی جان قربان کرنے پر شہید اعظم کہلاتے ہیں۔ یہ امتیاز

خدا اور رسول ﷺ کی طرف سے ودیعت ہے۔ ہمارا اس میں کیا قصور ہے۔ میں آپ پر ایک سوال کرنا چاہتا ہوں۔ فرمایا ہاں کرو۔ عرض کی صاحب جس طریقہ سے آپ مجھ پر سوال کر رہے ہیں۔

یہ کس مذہب اور فرقہ کا اخلاق اور تہذیب ہے، کہ مجھے غلامی کا پٹکا بندھایا ہوا ہے، اور سامنے اٹینشن کی حالت میں کھڑا کیا ہوا ہے، اور آپ بارعب افسر بن کر کرسی پر بیٹھ کر سوالوں کی بوچھاڑ کر رہے ہو، اور مجھے اس ہیبت سے اپنا گرویدہ بنا رہے ہو۔ مجھے پہلے آپکے مذہب پر حیرت ہے اس کی وضاحت چاہیے۔ فرمانے سے پہلے قہقہہ لگایا اور ہنس پڑے کہا میں تو عارضی طور پر انٹرویو لے رہا تھا، کہ آیا مذہب میں کوئی شغف بھی رکھتے ہیں یا ایسے ہی داڑھی رکھی ہوئی ہے، اس سے پہلے کئی داڑھیوں والے آئے ہیں، لیکن مذہبی لحاظ سے بالکل کورے ہوتے ہیں، میرا مطلب یہ ہے کہ صرف داڑھی ہی نہیں رکھ لینی چاہیے دین سیکھنا بھی چاہیے، اصل میں آپ کا انٹرویو سی۔او۔ صاحب لیں گے، چلو ہم سی۔او۔ صاحب کے پاس چلتے ہیں۔ جب سی۔او۔ صاحب کے پاس گئے تو وہ بھی اسی قسم کے سوال کرنا چاہتا تھا، لیکن صوبیدار میجر صاحب نے ان کو مذہبی سوال کرنے سے روک دیا اور عرض کی کہ جناب اس شخص کا انٹرویو میں لے چکا ہوں۔ یہ اس میں بالکل پاس ہے۔ آپ اس پر فوجی سوال کریں۔ کرنل صاحب نے چند فوجی سروس کے بارے میں سوال کیے۔ میرا ون کمپنی میں پوسٹ کر دیا۔ اب روزانہ چند شیعہ حضرات صوبیدار میجر صاحب سے سوال پوچھ کر میرے پاس ان کا جواب پوچھنے کے لئے آجاتے تھے۔ میں حضرت صاحبؒ کے تصور سے حاصل کردہ عقلی جواب دے دیتا۔ وہ لا جواب ہو کر مایوس صوبیدار میجر صاحب کے پاس لوٹ جاتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے نہ ہی وہ مجھے مایوس کر سکے اور نہ ہی مجھے شکست خوردہ ہی بنا سکے، بلکہ ہوتا یوں کہ جو لوگ صوبیدار کی طرف سے سوال لے کر آتے وہ میرے سامنے سنی بن کر آتے تھے۔ حقیقتاً وہ شیعہ ہوتے تھے۔ ایک دن ایک حوالدار میجر شیعہ زوار حسین شاہ اور سی۔کیو۔ایم جبار نماز پڑھنے مسجد میں آئے، مسجد میں میں نماز پڑھا رہا تھا۔ وہ پیچھے اپنی نماز پڑھ کر چلے تو کہنے لگے اگر سنی کو عقل ہوتی تو سنی کوئی نہ

رہتا۔ میں اپنے مقتدیوں کو لے کر حوالدار میجر کے کمرے میں چلا گیا۔ وہ بڑے احترام سے کھڑا ہو گیا۔ سی۔ کیو جبار بھی آ گیا اور حوالدار میجر نے چائے پینے کو کہا ہم نے چائے پینے سے انکار کیا۔ میں نے کہا کہ شاہ صاحب جب آپ مسجد میں نماز پڑھنے گئے تھے۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد آپ نے کیا کہا تھا۔ شاہ صاحب فرمانے لگے میں نے کہا تھا۔ اگر سنیوں کو عقل ہوتی تو سنی کوئی نہ رہتا، میں نے کہا کہ جب اللہ تعالیٰ عقل بانٹ رہے تھے تو کیا آپ شیعہ لوگوں نے ہم سنیوں سے دھوکا کیا تھا، کہ عقل ساری کی ساری آپ چوری کر کے لے گئے اور سنی بیچارے خالی واپس آ گئے اور آپ نے عقل سنیوں کے لئے رب کے پاس بھی نہ چھوڑی سب سے پہلے آپ مجھے بتائیں کہ شیعہ کہاں سے شروع ہوئے۔ ان کی بنیاد کیا ہے نیز آپ اپنی عقل کا مظاہرہ کریں۔ تیسرا سنی کس کو کہتے ہیں اور شیعہ کس کو کہتے ہیں، پہلے شیعہ کی وضاحت کریں۔

شاہ صاحب بوکھلا کر بولے کیا آپ لوگ ان کو اپنا امیر مانتے ہیں، جنہوں نے نبی کریم ﷺ کی بیٹی کو ناراض کر دیا، اور فدک کا باغ نہ دیا، اور کہا نبی اپنا ورثہ پیچھے نہیں چھوڑتا۔ تم یہاں سے چلی جاؤ اور روتی واپس چلی آئیں، اور ساری عمر ناراض رہیں۔ جس سے نبی کریم ﷺ کی بیٹی ناراض ہو، جو جنت کی خاتون ہو۔ وہ جنت میں کیسے جا سکتا ہے اور ایسے آدمی کو آپ امیر المومنین بنائے پھرتے ہو۔ حوالدار میجر صاحب اگر آپ نبی کریم ﷺ کی شان پہچانتے ہوتے تو آپ کبھی ایسی بات نہ کرتے، یہ من گھڑت قصے کہانیاں بنا کر پیش نہ کرتے، جن کو اللہ تعالیٰ نے جنت کا مالک بنایا اور موجد کائنات بنایا ہے، اس کو فدک کے باغ سے کیا سروکار وہ تو ساری کائنات کی مالک تھیں آپ نے ان کو صرف فدک کے باغ کا مالک ٹھہرا دیا پھر ان کو ایک دنیاوی چھوٹے سے قطعہ زمین کے لئے ایک حاکم وقت کے پاس بھیج رہے ہیں۔ کیا آپ ان کی عزت بنا رہے ہیں یا تہمت لگا رہے ہیں۔ بہر حال وہ شیعہ حضرات ماننے کو تیار نہ تھے۔ مجھے حضرت صاحبؒ کی دعا سے ایک ایسی تجویز سوجھی میں فوراً ایک دلیل پر اتر آیا۔ میں نے کہا شاہ صاحب آج میرے پاس چند ایسے آدمی تشریف لائے ہیں۔ جن کا کیس سن کر میں پریشان ہوں پہلے تو چاہیے کہ یہ پریشانی دور ہو۔ میں آپ سے اس کیس کا فیصلہ کرانا چاہتا ہوں۔ آپ کو اس کیس کا جج تصور کرتے ہیں۔

کیس یہ ہے۔ ایک آدمی میرے پاس تشریف لائے اور عرض کی کہ ایک گھر میں ہم تین آدمی رہ رہے ہیں۔ اس گھر کی ایک دیوار میں نے تیار کر رکھی ہے اور دوسرا میرا ساتھی ہے وہ تین دیواروں کا دعویدار ہے۔ تیسرا پورے مکان کا مالک بن بیٹھا ہے، اور ہم دونوں کو کہتا ہے کہ تم مکان سے باہر ہو جاؤ۔ یہ سارے کا سارا مکان میرا ہے، معین طور پر تینوں باہر ہو جاتے ہیں۔ پہلے نے دوسرے کے دعویٰ کی تصدیق کر دی، تیسرا بولا مکان کی جگہ میری ہے، دیواریں اور چھت بھی میری ہو چکی ہیں۔ میں مکان کا مالک ہوں۔ جب سب کو بیان دیئے پر ایک دوسرے کی تصدیق چاہی تو تینوں کو ایک دوسرے کے بیان پر متفق پایا، بلکہ ہر ایک نے ایک دوسرے کی بات کو تسلیم کر لیا، اب شاہ صاحب میں آپ کو جج تصور کر کے آپ سے فیصلہ کرانا چاہتا ہوں کہ اس مکان کا حق کس کو دینا چاہیے، ایک دیوار والے کو یا جس کی چاروں دیواریں، فرش اور چھت وغیرہ ملکیت ہوئے۔ شاہ صاحب بولے کہ آخری آدمی حق دار ہے جس کی چاروں دیواریں، چھت اور فرش ملکیت ہے، وہی اصل مالک ہے تو میں نے فوراً کہہ دیا شاہ صاحب آپ مکان سے نکل جائیں آپ ناجائز گھسے ہوئے ہیں، کمرہ نعروں سے گونج گیا۔ حوالدار میجر شاہ زوار حسین اور سی کیو جمار وغیرہ سب خاموش ہو گئے اور حیرانگی میں دریافت کرنے لگے یہ نعرے کیسے ہیں۔ میں نے کہا یہ آپ کی درست عقل اور درست فیصلہ کے ہیں، کیونکہ ایک دیوار کے مالک شیعہ تھے، تین دیواروں کے مالک خارجی تھے۔ اصل مالک مکان سُنی جنہوں نے دین کا فرش، دیواریں اور چھت کو قائم کیا اور محفوظ ہو گئے، تمہارا مکان نہیں تم بھاگ جاؤ۔ یہ تم نے اپنے آپ کو مار دی ہے۔ کیونکہ تم عقل کے وارث، ہم دین کے۔ یہ رپورٹ صوبیدار میجر صاحب کو پہنچی تو اس نے مجھے گھر میں بلایا اور چائے بسکٹ وغیرہ سے تواضع چاہی جب میں نے وہ قبول نہ کی تو صوبیدار میجر صاحب حیران ہو کر کہنے لگے، یار یہ حرام نہیں ہے، جو آج کل مولوی کہتے ہیں کہ شیعہ کا جھوٹا حرام ہے وہ بے علم ہیں۔ ہم بھی مسلمان ہیں۔ بے شک آپ چائے پئیں یہ حرام نہیں۔ آپ شروع کریں ہماری کتابیں بھی پڑھیں۔ اس نے تین بڑی الماریاں کتابوں کی مجھے دکھائیں، جن

کتابوں پر نمبر لگے ہوئے تھے، ہر فرقہ اور مذہب کی کتاب وہاں موجود معلوم ہوتی تھی۔ وہ مجھے کہنے لگا یہاں سے کتابیں لے جا کر ہر فرقہ اور مذہب کا مطالعہ کریں۔ میں نے کہا میرا ایمان عین الیقین ہے ایسا تو ہے نہیں جو آپ کی کتابیں بدل دیں۔ اس کے بعد اس نے میری عزت کرنی شروع کر دی اور چھیڑ اتنک بھی نہیں۔ اس یونٹ کا امام مسجد کٹر دیوبندی تھا، جو پیری مریدی بھی کرتا تھا، اور اہل سنت و جماعت کے مولویوں اور اولیاء عظام کی توہین کرتا تھا۔ اس کے ساتھ میری ہاتھا پائی بھی ہوئی، آخر وہ زیر ہو گیا۔ اس یونٹ میں وہابی اور شیعہ ہی تھے، لیکن میری تبلیغ کے اثر سے کافی لوگوں نے داڑھیاں بھی رکھیں اور نمازی بھی ہو گئے۔ میں نے ذکر بالجہر کا مسجد میں پروگرام بنایا۔ وہاں لوگوں پر کیفیت بھی طاری ہونے لگی، کافی لوگ اہل سنت کی طرف پلٹ آئے۔ افسران بالا نے میری وردی اتروا دی۔ فرمایا سول حالت میں رہا کرو۔ اللہ کی یاد میں لگے رہو۔ تو آئی سی میجر عبدالقیوم میرا بہت احترام کرنے لگا۔ مجھے یونٹ میں ہر طرح کی سہولت مل گئی، سخت ڈیوٹیاں مجھ سے نہیں لی جاتی تھیں بلکہ اپنی مرضی سے جو چاہوں کروں، کوئی نہیں پوچھتا تھا۔ یہ سب حضرت صاحبؒ کی مجھ پر مہربانی تھی، ان کی ہی یہ سب کرامتیں تھیں۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک پیر صاحب موہڑہ شریف والے مجھے ملنے کے لئے آئے فرمایا آپ کرماں والہ شریف کے بیعت ہیں میں نے کہا ہاں میں آپ کا غلام ہوں۔ فرمانے لگے آپ نے بیعت کیسے کی۔ میں نے بیعت ہونے کا سبب بتایا، فرمانے لگے آپ کے پیر صاحب کا وہ مقام ہے کہ ان کا نام گرامی کوئی ہمارے سامنے لے تو ہمارے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ حضرت صاحبؒ کی جو کرامات میں نے خود اپنے اوپر دیکھی ہیں ان کا شمار نہیں کر سکتا نہ ہی وہ لکھنے میں آسکتی ہیں۔ میں نے بڑے بڑے اولیاء کی جو کرامات پڑھی اور سنی تھیں وہ حضرت صاحبؒ میں خود دیکھیں۔ ایک واقعہ عرض کر رہا ہوں۔ رمضان کا مبارک مہینہ تھا۔ میں روزے سے تھا اپنے گاؤں کے قریبی قصبہ سے گزر کر اپنے گاؤں جا رہا تھا۔ اس قصبے کے سکول کا ہیڈ ماسٹر میاں مقصود نامی شخص میرا محبت کرنے والا کلاس فیلو تھا۔ وہ راستے میں مجھے کھڑا ہوا ملا اور کہنے لگا کہ آپ کا انتظار کر رہا ہوں

آپ کے روزے کا بندوبست گھر میں کیا ہوا ہے، آپ ہمارے گھر چلیں اور روزہ ہمارے ساتھ افطار کریں۔ میں نے عرض کی ماسٹر صاحب وقت تھوڑا ہے، شام ہونے والی ہے، گاؤں میں میری دشمنی ہے اور سفر بھی ابھی کافی ہے۔ جو کچھ پکا ہوا ہے وہ کسی شاپر میں ڈال کر لے آئیں میں اسی سے روزہ افطار کرلوں گا۔ وہ مچھلی پکی ہوئی کباب کی شکل میں لے آیا۔ جب میں ان کی بستی سے نکلا تو رستہ میں ایک نالا جھنڈر تھا، جب میں وہاں پہنچا تو روزہ کھل گیا۔ میں نے مچھلی سے روزہ افطار کرنا شروع کیا۔ لیکن مچھلی کا ایک کانٹا میرے گلے میں پھنس گیا۔ میں نہ بول سکتا تھا، نہ چل سکتا تھا۔ نہ ہی گردن ہلا سکتا تھا، اور اپنی زندگی سے مایوس ہوگیا تھا۔ اس وقت حضرت صاحبؒ کا تصور کیا تو حضرت صاحبؒ کی صورت نظر آئی اور ایک نعرہ بلند ہوا اور کانٹا نکل کر باہر آگیا اور میری جان بچ گئی۔

میاں محمد یونس ولد میاں علی محمد ککی کلاتھ ہاؤس اسلام پورہ فاروق آباد ضلع شیخو پورہ والے حضرت صاحبؒ کی کرامات اپنے والد کی زبانی بیان کرتے ہیں کہ میرے والد صاحب میاں علی محمد جن کی آبائی رہائش کی ۵۲۵ میں تھی۔ وہ قیام پاکستان سے پہلے کا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ میرے والد صاحب میاں صدر دین دمہ کے مریض تھے، مرض کی شدت اتنی بڑھتی گئی کہ قریب المرگ والا معاملہ بن گیا کسی نے کہا کہ آپ اپنے والد کے لئے کرمو والا شریف ضلع فیروز پور سید اسماعیل شاہ صاحبؒ کے پاس جاؤ چنانچہ میں کسی سے سائیکل پر چوہڑ کانہ (موجودہ فاروق آباد) پہنچا اور لاری کے ذریعہ لاہور اور لاہور سے بذریعہ ٹرین موگا اسٹیشن پر اترا اور وہاں سے پیدل کرمو والا شریف پہنچا۔ اب عصر کا وقت قریب تھا۔ میں مسجد کے اندر گیا تو شاہ صاحبؒ تشریف فرما تھے اور ان کے آگے سائل حضرات بیٹھے تھے جو اپنی اپنی حاجات پیش کر رہے تھے۔ میں بھی مصافحہ کرنے کے بعد بیٹھ گیا۔ شاہ صاحبؒ نے مجھ سے کچھ نہ پوچھا۔ عصر کا وقت آگیا نماز پڑھائی مغرب ہوئی، عشاء ہوئی اور شاہ صاحبؒ نماز پڑھا کر گھر چلے گئے۔ اس دوران کئی سائیلوں نے اپنی حاجات پیش کیں اور کئی کو خود بھی پوچھا مگر مجھ سے کچھ نہ پوچھا میں بھی خود اس لئے نہیں پوچھ رہا تھا کہ واپسی تو اگلے

دان ہی ممکن تھی۔ اگلی صبح فجر کی نماز کے بعد پھر گھر چلے گئے تقریباً دن دس بجے شاہ صاحبؒ مسجد میں تشریف لائے۔ اس وقت تک کافی سائل مسجد میں جمع ہو چکے تھے، اور کسی سے مخاطب ہوئے بغیر مجھ سے مخاطب ہوئے اور فرمایا، لے بھئی مولویا توں سانوں پیارا تے بڑا لگنا ایں پر ساڈے نالوں دودھ توں ماں پیو توں پیارا لگنا ایں۔ تے آ کیوں ایں آیا ایں؟ میں نے کہا کہ شاہ صاحبؒ میرا تے دھیان ای پچھے وے میں اپنے مٹھیں دی حالت ایہو جئی چھڈ کے آیاں واں کہ پتہ نہیں میرے جاندیا توں اوہ جین دی کہ نہیں شاہ صاحبؒ فرمانے لگے، اللہ رحم کرے گا لے بھئی ایتھے کوئی حکیم ہے تے مولوی نوں نسخہ لکھ دیو، کوئی بھی نہ بولا تو شاہ صاحبؒ فرمانے لگے کہ اچھا بھئی کاغذ تے قلم پھڑ و تے لکھو۔ میہ سیلا اتولہ۔ نوشادر ٹھیکری اتولہ۔ ست ملٹھی اتولہ۔ کندان رومی اتولہ ساتھ ہی فرمانے لگے کہ کتنی چیزیں ہو گئی ہیں۔ لکھنے والے نے جواب دیا کہ چار ہو گئی ہیں۔ شاہ صاحبؒ نے فرمایا پانچ کر لو ست پوری ہو جائے گی۔ افیون ۲ ماشے لکھ لو۔ شاہ صاحبؒ فرمانے لگے، لے بھئی مولویا اپنے اے نوں جا کے ایہہ گولیاں وٹ کے کھوا۔ تیرا ابا ٹوٹو وانگر ہو جائے گا۔ تے اے نوں آکھیں نماز نہ چھڈے پھر اونچی آواز میں شاہ صاحبؒ نے یہ بات دہرائی، اے نوں آکھیں نماز نہ چھڈے، چنانچہ میں نسخہ ہاتھ میں پکڑ کر اور اجازت لے کر مسجد سے باہر مسجد کے صحن میں آ گیا تو مجھے خیال آیا کہ میں نے یہ تو پوچھا ہی نہیں کہ گولیاں کتنی بڑی بنانی ہیں۔ میں پھر اندر گیا اور شاہ صاحبؒ کی خدمت میں عرض کی کہ شاہ صاحبؒ میں ان پڑھ ہوں۔ آپ مجھے یہ بتا دیں یہ دوائیاں کتنی کتنی لینی ہیں اور گولیاں کتنی کتنی بڑی بنانی ہیں؟ شاہ صاحبؒ فرمانے لگے، لے بھئی مولویا ایہہ گل توں بڑے پتے دی پچھی اے توں انج کریں من دوائی لے لیں تے سیر سیر دیاں گولیاں وٹ لیں۔ شاہ صاحبؒ کی اس بات سے محفل کشت زعفران بن گئی۔ میرے پاس بیٹھے ایک آدمی نے میرا بازو کھینچ کر کہا کہ جا! مولویا جڈیاں مرضی گولیاں وٹ لیں اللہ دے بندیاں دی دعا ای ہوندی اے، میں ذرا شرمسار ہو کر پھر اجازت لے کر باہر آ گیا۔ واپس چوہڑکانہ آ کر پنساری کی دکان پر گیا۔ پنساری ہندو تھا۔ اس نے خود ہی دوائیں نکالیں اور کوٹ کر

خود ہی گولیاں تیار کر دیں میں گولیاں لے کر کی اپنے گاؤں چلا گیا۔ ہندو پنساری کے بتائے ہوئے طریقے سے اپنے والد کو گولیاں کھلانی شروع کر دیں۔ میرا والد آج کل اور حتیٰ کہ جیسے شاہ صاحبؒ نے فرمایا ویسے ہی والد صاحب کی صحت ہوگئی۔ میں نے اپنے والد گرامی میاں علی محمد سے یہ بات سنی تو میں نے کہا کہ میاں جی اس نسخہ کو تو دمے والے مریضوں کو دینا چاہیے۔ میرے والد گرامی نے کہا کہ یہ بات بھی سن لو، جب میرے والد صاحب کو دمے کی مرض سے شفا نصیب ہوگئی تو سارے گاؤں میں دھوم مچ گئی کہ میاں صدر دین کو دمہ سے آرام آگیا ہے تو کئی دمہ کے مریض یہ نسخہ لے کر گئے اور استعمال کیا مگر کسی ایک کو بھی آرام نہ آیا۔

میرے والد گرامی میاں علی محمد صاحب فرماتے ہیں کہ میری پھوپھی موضع لاگر میں تھی اور بہت بیمار ہوگئی۔ ان کے بیٹوں نے بہت علاج کرایا مگر آرام نہ آیا۔ مجھے شاہ صاحبؒ کا خیال آیا میں پھوپھی کے لئے دعا کرانے کے لئے کرموں والا شریف پہنچا۔ دوپہر کا وقت تھا۔ شاہ صاحبؒ مسجد کی کچی دیوار کے ساتھ باہر کی طرف ایک درخت کے نیچے چارپائی پر تشریف فرما تھے۔ درخت کے ساتھ ایک بکری بندھی ہوئی تھی۔ پاس ایک ہرن کا بچہ پھر رہا تھا۔ میں نے گمان کیا کہ یہ بکری کے دودھ پر پل رہا ہوگا۔ میں نے شاہ صاحبؒ کی خدمت میں سلام عرض کیا اس دوران ہرن کے بچے نے اچھل کر اپنی اگلی ٹانگیں بکری پر رکھیں۔ شاہ صاحبؒ فرمانے لگے۔ ٹھیک اے ٹھیک اے گولی اندر تے دم باہر، پھر فرمانے لگے، حضورﷺ دی بڑی شان این۔ حضورﷺ دی بڑی شان این، تیسری مرتبہ اونچی آواز میں فرمایا، حضورﷺ دی بڑی ہی شان این۔ اور پھر مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ آؤ کس طرح آئے ہو؟ میں نے کہا شاہ صاحبؒ میری پھوپھی بڑی بیمار اے۔ ان کے لئے دعا فرماویں۔

شاہ صاحبؒ نے چند دوائیں جو کہ اب مجھ کو یاد نہیں، بتائیں اور کہا کہ خشخاش کے دانے برابر گولیاں تیار کر لیں اور پھوپھی کو کھلائیں، اللہ رحم کرے گا۔ میں اجازت لے کر واپس آگیا۔ چوہڑکانہ آکر اسی پنساری کے پاس پہنچا اور دوائی تیار کرنے کو کہا اب خشخاش کے دانے کے برابر گولیاں تیار کرنی تو ناممکن تھیں لہٰذا اسی طرح سلوف کی

پڑیا لے کر اپنی پھوپھی کے پاس پہنچ گیا، اور پھوپھی کو سلام کیا۔ پھوپھی نے سر ہلا کر جواب دیا میں نے پھوپھی سے کہا کہ میں آپ کے لئے دوائی لایا ہوں۔ پھوپھی نے سر ہلا کر جواب دیا۔ میں نے ایک گلہ پر خشخاش کے دانے کے برابر دوائی لے کر پھوپھی کی زبان پر رکھی اور چمچ کے ساتھ پانی منہ میں ڈالا، اور مکھیوں سے بچاؤ کی خاطر ململ کا کپڑا منہ پر ڈال دیا۔ اب جو پھوپھی پہلے تلخی میں مبتلا تھی۔ دوائی کھانے کے بعد وہ تلخی رفع ہوگئی، اور ہم نے سوچا کہ دوائی سے پھوپھی کو سکون مل گیا ہے اور پھوپھی سوگئی ہے۔ تقریباً دس منٹ گزر جانے کے بعد شک گزرنے پر پھوپھی کے منہ سے کپڑا ہٹا کر دیکھا تو یہ جان کر کہ پھوپھی اللہ حوالے ہوگئی ہے۔ میرے جسم کے لوں کنڈے کھڑے ہوگئے اور مجھے شاہ صاحبؒ کی بات یاد آگئی کہ گولی اندر تے دم باہر، اور مجھے خیال آیا کہ شاہ صاحبؒ تو یہ نظارہ اس وقت دیکھ رہے ہوتے۔

شیخ غلام حیدر ولد میاں محمد دین غازی آباد لاہور کینٹ کہتے ہیں کہ ایک دن عبدالحق شاہ اور ان کے چھوٹے بھائی ضیاء الحق شاہ ایک مرزائی دکاندار سے بات کر رہے تھے کہ حضرت صاحب کرمانوالے کو کشف ہوتا ہے۔ میں نے کہا کہ ایسا کوئی شخص میں نے نہیں دیکھا جسے کشف ہوتا ہو۔ ضیاء الحق شاہ صاحب فرمانے لگے۔ آپ خود جا کر دیکھ لیں، میں نے وعدہ کر لیا۔ کچھ عرصہ بعد شاہ صاحب میرے گھر آئے والد صاحب کو بتایا کہ میں نے ان سے کرمانوالہ شریف جانے کا وعدہ کیا ہے۔ میرے والد صاحب نے مجھے کہا کہ بیٹا تم نے شاہ صاحب کے ساتھ وعدہ کیا تھا۔ میں نے کہا جی ہاں، میرے والد صاحب بولے پھر اس وعدے کا کیا کرنا ہے۔ میں نے جواب دیا اباجی وعدہ آج ہی پورا ہوگا۔ میں نے اسی وقت تانگے کا انتظام کیا اور ہم اپنے چک 22/g.d سے حضرت کرمانوالہ شریف روانہ ہوگئے۔ ہمارے ساتھ ایک

جمال نامی مرزائی بھی تھا۔ ہم لوگ حضرت کرمانوالہ شریف جا کر بیٹھ گئے۔ آدھا گھنٹہ بعد حضرت صاحب تشریف لائے۔ آپؒ نے ایک حافظ صاحب کو سورت صف سنانے کو کہا، حضرت صاحبؒ نے کہا جو صف سے گیا وہ دین دنیا سے گیا۔ حضرت صاحبؒ کے پاؤں کی طرف ایک الماری تھی، حضرت صاحبؒ نے ایک کتاب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حاجی نظام دین صاحب کو کہا مجھے یہ کتاب پکڑاؤ۔ میری نظر کتاب کی طرف گئی۔ حضرت صاحبؒ نے کہا کتاب رہنے دو۔ میری نظر حضرت صاحبؒ کی طرف چلی گئی۔ میں نے حضرت صاحبؒ کا نورانی چہرہ اور انگلیاں دیکھنا شروع کر دیں۔ حضرت صاحبؒ نے میری طرف دیکھا مگر مجھے احساس نہ ہوا۔ اتنے میں ضیاء الحق شاہ صاحب نے کہا سرکار اسے ٹھیک کرنا ہے۔ یہ سن کر میری آنکھیں غصے سے لال ہو گئیں کہ ضیاء الحق صاحب نے میرا نام لے کر یہ کیوں کہا ہے۔ میں نے سوچا کہ اسے باہر جا کر پوچھوں گا۔ حضرت صاحبؒ نے میری طرف غور سے دیکھا تو مجھے محسوس ہوا کہ میرے جسم میں میں جان نہیں ہے۔ میرا جسم پانی پانی ہو گیا۔ حضرت صاحبؒ نے فرمایا جاؤ باہر جا کر رفع حاجت کر کے آؤ۔ میں گیا، اور بہت غلیظ فضلہ خارج ہوا۔ وضو کرنے کے بعد دوبارہ حاضر ہوا تو حضرت صاحبؒ نے اپنے قریب بٹھالیا۔ تین مرتبہ درود پاک پڑھایا اور مجھے مرید کر لیا۔ حضرت صاحبؒ نے فرمایا ایک مہینے بعد یہ پھر سب کچھ بھول جائے گا۔ پھر اسی طرح ہو جائے گا جیسے پہلے تھا۔ ایک ماہ بعد پھر اسے یاد کروانا۔ آپ فرمانے لگے۔ تم لوگ پانچ آئے ہو؟ ایک مرزائی بھی ساتھ لائے ہو۔ یہ سن کر ہم بہت حیران ہوئے، یہ پہلی کرامت تھی، جو میں نے حضرت صاحبؒ کے ہاں دیکھی۔ 30 ویں دن میرے یار دوست آئے اور مجھے اپنے ساتھ لے گئے۔ ان کے ساتھ جانے کے بعد میری حالت سرکار کے فرمان کے مطابق پہلے کی سی ہو گئی۔ میں گھر آ کر سو گیا۔ میں نے سوتے ہوئے خواب میں سیر کرنا شروع کر دی۔ سیر کرتے کرتے پتہ چلا میں ایسی جگہ پہنچ گیا ہوں جہاں بچے قرآن پاک پڑھ رہے ہوں۔ میرے دل میں خیال آیا کہ میں بھی ان کے پاس جا کر بیٹھ جاؤں۔ ادھر پہنچا تو ایک نورانی چہرہ نظر آیا۔ مجھے محسوس ہوا کہ آپ حضرت صاحب کرمانوالےؒ

ہیں، اور مجھے کہہ رہے ہیں کہ اذان پڑھو۔ ادھر میں خواب میں اذان پڑھ رہا تھا کہ میری آنکھ کھل گئی، کیا دیکھتا ہوں کہ فجر کی اذان ہو رہی ہے۔ اس دن کے بعد میں بالکل ٹھیک ہو گیا۔ میرا حضرت صاحبؒ کے پاس آنا جانا بہت زیادہ ہو گیا۔ آپ کا نورانی چہرہ دیکھ کر دل کو سکون ملتا تھا۔ محبت اس قدر بڑھ گئی کہ دل کرتا کہ حضرت صاحبؒ کا چہرہ ہر لحہ آنکھوں کے سامنے رہے۔ ایک دن ایک آدمی حضرت صاحبؒ کے پاس آیا اور ایک طرف ہو کر بیٹھ گیا۔ حضرت صاحبؒ نے کہا بیلی کیسے آیا ہے؟ اس نے عرض کی حضرت صاحبؒ میں بیمار ہوں، میرے بچے بھی بیمار ہیں۔ حضرت صاحبؒ نے فرمایا بیلیا گلقند دیکھی ہے۔ گلقند کو رگڑ کر پی لو گھوڑے کی طرح ہو جاؤ گے۔ وہ سارا دن گل قند ہی چلتی رہی، بیمار آیا تو بھی گل قند، قانون ساز آیا تب بھی گل قند، آپ نے وہ سارا دن آنے والے بیلیوں کے ہر مسئلے کا حل گل قند سے بتایا۔ آپ کی زبان سے جو لفظ بھی نکلتا وہ رحمت اور شفا بن جاتا۔ اکثر ایسا ہوتا کہ اگر سہاگہ زبان مبارک سے نکلا تو سارا دن ہر آنے والے بیلی کے مسئلے کا حل سہاگہ سے ہی ہوتا۔ ایک بیلی آیا، اس نے کہا کہ میں بیمار ہوں، مجھے چلتے چلتے سانس چڑھ جاتا ہے۔ آپ نے اسے توڑی بتادی کہ اس کو پانی میں بھگو کر پی لو، گھوڑے کی طرح ہو جاؤ گے۔ اس طرح وہ سارا دن توڑی چلتی رہی۔ پھر میں نے دیکھا ایک بیلی آیا وہ بھی لائن سے ہٹ کر بیٹھ گیا۔ آپ نے اس سے پوچھا بیلیا کیویں آیا ایں؟ اس نے بتایا کہ حضرت صاحبؒ مجھے ڈاکٹروں نے جواب دے دیا ہے۔ آپ نے فرمایا اوپر والے نے تجھے جواب تو نہیں دیا۔ حضرت صاحب نے فرمایا۔ جا بیلیا لسی پی۔ پھر فرمایا کہ آٹھ دن ادھر رہو اور روزانہ لسی پیو۔ ٹھیک ہو جاؤ گے۔ اس آدمی نے آٹھ دن لسی پی اور ٹھیک ہو گیا۔ حضرت صاحبؒ نے مجھے کہا کہ تیرے گھر والے تیرا انتظار کر رہے ہیں۔ اس آدمی نے بھی حضرت صاحبؒ سے اجازت لی اور ہم دونوں اکٹھے باہر آئے۔ ہم دونوں ڈاکٹر محمد حسین کے کلینک پر چلے گئے۔ ڈاکٹر نے اسے چیک کیا اور حیران ہو کر بولا کہ تم نے علاج کہاں سے کروایا ہے، تم تو بالکل ٹھیک ہو گئے ہو۔ اس نے جواب دیا حضرت صاحب کرمانوالےؒ سے۔ یہ حضرت صاحبؒ کی کرامت تھی کہ

نسی کا لفظ آپ کی زبان مبارک سے نکلا تو ملنے والوں کے لئے رحمت اور شفا بن گیا۔ ایک دن میں چند بیلیوں کے ساتھ کرمانوالہ شریف گیا، سوچا کہ رات ادھر ہی رہیں گے۔ ہم لوگ لیٹ رہے تھے، حضرت صاحبؒ نے رات کے دو بجے ہم سب لوگوں کو اٹھا دیا، سب نے پوچھا سرکار کیا ہوا آپ نے فرمایا صبح تم سب لوگ اپنے اپنے گھر جاؤ۔ ہم نے ملیاں والہ جانا ہے۔ حضرت صاحبؒ نے ساتھ کچھ بیلی بھی، جن میں میں بھی شامل تھا، چل نکلے۔ حضرت صاحبؒ نے مولوی صاحب سے کہا درود پاک تو نبی پاک ﷺ کا ہے۔ ثنا حضور صاحب کے لئے تو آپ نے اس لئے میت نہیں کہنا۔ نماز جنازہ کے لئے صفیں بن گئیں۔ پہلی صف میں حضرت صاحبؒ کے دائیں طرف مولوی رفیق صاحب اور بائیں طرف حاجی نظام صاحب کھڑے تھے۔ آپ پہلی صف میں کھڑے تھے، آپ نے پہلی صف کو چھوڑا اور دوسری صف میں آ گئے۔ مولوی صاحب نے نماز جنازہ پڑھنے کے لئے نیت باندھی تو میت کہہ دیا، مولوی صاحب کو غائبانہ ایک تھپڑ پڑا مولوی صاحب دور جا گرے۔ لوگ پریشان ہوئے تو پھر نماز جنازہ حضرت صاحب کرمانوالےؒ نے پڑھیا جب آپ نماز جنازہ سے فارغ ہوئے تو لوگوں نے آپ سے پوچھنا شروع کر دیا آپ نے فرمایا کچھ باتیں نہیں بتائی جاتیں۔ لوگوں نے اسرار کیا آپ نے بتایا پہلی صف میں امام حسینؓ، حضرت امام حسنؓ اور حضرت علی کرم اللہ تشریف لائے ہوئے تھے، اس لئے میں پچھلی صف میں آ گیا۔ لوگوں نے سوال کیا حضرت صاحبؒ، مولوی صاحب کو کیا ہوا تھا، تو حضرت صاحبؒ نے مولوی صاحب کو کہا درود پاک تو نبی پاک ﷺ کا ہے۔ آپ کو کہا تھا ثنا واسطے حضور کے کہنا ہے تو آپ نے پتہ نہیں کیا کہا۔ اس سے آگے حضرت صاحبؒ نے کچھ نہیں بتایا۔ حضرت صاحبؒ روزانہ ٹرین کے ذریعے ملیاں والہ حضور صاحب کے لئے فاتحہ پڑھ کر واپس آ جاتے تھے۔

ایک دن حاجی نظام دین وظیفہ کر رہے تھے۔ حضرت صاحبؒ آئے ٹرین پر بیٹھ کر چلے گئے، جب حاجی صاحب فارغ ہوئے تو اسٹیشن پر پہنچے۔ اسٹیشن ماسٹر سے پوچھا ٹرین، تو جواب ملا۔ ٹرین چلی گئی ہے تو آپ اس پٹڑی پر چلے گئے اسٹیشن ماسٹر

آپ کو دیکھ رہا تھا۔ دیکھتے دیکھتے آپ آنکھوں سے غائب ہو گئے۔ جہاں حضرت صاحب تشریف رکھتے تھے۔ آپ نے ان کے پہنچنے سے پہلے وہاں جا کر چادر بچھا دی حضرت صاحبؒ نے پوچھا حاجی صاحب کس طرح آئے ہو حاجی صاحب نے جواب دیا۔ سرکار جس طرح آپ نے بلایا۔ فاتحہ پڑھ کر واپس آئے اسٹیشن ماسٹر پوچھنے لگا۔ سرکار، حاجی صاحب آپ کو کیسے ملے سرکارؒ نے جواب دیا یہ تو مجھ سے پہلے وہاں موجود تھا۔ اسٹیشن ماسٹر بہت حیران ہوا اور وہ بھی آپ کے ساتھ چلنے لگا۔ سب سے آگے حضرت صاحبؒ، آپ کے پیچھے نظام دین، ان کے پیچھے مولوی صاحب اور اسٹیشن ماسٹر، سڑک پار کی حضرت صاحبؒ چارپائی پر بیٹھ گئے اور فرمانے لگے ہمارا ایک بیلی اور بڑھ گیا ہے۔ اسٹیشن ماسٹر نے ہاتھ جوڑ کر کہا سرکار مجھے اپنا مرید کر لو مگر میری ایک شرط ہے۔ حضرت صاحبؒ نے پوچھا تمہاری شرط کیا ہے؟ تو اس نے کہا جب تک میں ڈیوٹی کروں اس اسٹیشن پر رہوں، حضرت صاحبؒ نے فرمایا تیری شرط منظور ہے۔ میں جب تک کرماں والا شریف جاتا رہا میں نے اس اسٹیشن ماسٹر کو وہاں ہی دیکھا۔ جب حضرت صاحبؒ کا وصال ہو گیا تو میں لاہور آ گیا پھر ہم عرس پر جاتے تھے۔ جب میرا دل اداس ہوتا میں کرماں والے شریف چلا جاتا۔ فاتحہ خوانی کر کے واپس آ جاتا۔ اس سے پہلے نہ بڑے باباجی کے پاس جاتا اور نہ چھوٹے باباجی کے پاس جاتا، کیونکہ مجھے کچھ بیلیوں نے کہا تھا اگر بڑے باباجی کے پاس جانا ہے تو چھوٹے باباجی کے پاس نہیں جانا، یہ بات میرے دل کو اچھی نہ لگی، یہاں تک کہ لنگر خانہ تک نہ جاتا، جو بھی مل جائے سلام کیا اور واپس چلا جاتا۔ ایک عرس کے موقعہ پر میں گیا، حضرت صاحب پیر عثمان شاہ صاحب لنگر خانے کی طرف چل پڑے لنگر کا انتظام کوٹھی شریف میں تھا۔ میں حکیم بشیر اور کچھ اور بیلی حضرت صاحبؒ کے ساتھ برآمدے میں بیٹھ گئے۔ جب لنگر خانے کا دروازہ کھلا تو ہجوم میں دو بچے لوگوں کے پاؤں تلے روندے گئے۔ ایک بیلی جو لاہور سے آیا تھا، وہ زخمی ہو گیا۔ صوفی رمضان صاحب جو آج کل جامعہ مسجد نور میں ہیں ان کی آواز آئی سرکار دو بچے دم توڑ گئے ہیں۔ سرکارؒ نے فرمایا کون کہتا ہے کہ بچے مر گئے ہیں۔ وہ بچے زندہ ہیں ان بچوں کو

ہسپتال لے جاؤ۔ بچوں کو اوکاڑہ ہسپتال داخل کروا دیا گیا۔ جو بیلی لاہور سے تھا اسے لاہور بھیج دیا گیا۔ اوکاڑہ ہسپتال میں پہلے سے دو بچے داخل تھے۔ پیر سید عثمان شاہ صاحب کو ٹیلی فون آ گیا کہ بچے مر گئے ہیں۔ سرکار غصہ میں آ گئے اور فرمایا بچے زندہ ہیں جا کر دیکھو۔ جب جا کر دیکھا تو بچے واقعی زندہ تھے۔ یہ واقعہ میرے سامنے پیش آیا۔ حضرت صاحبؒ کی کرامات کا احاطہ کرنا میرے بس سے باہر ہے۔ اب وہ زمانہ نہیں ہے جب لمحہ لمحہ آپ کا دیدار ہوتا تھا۔ اب جب میں آپ کا ذکر کرتا ہوں تو میری آنکھوں کے سامنے آپ کا مبارک چہرہ آ جاتا ہے۔ میرا دل بے بس ہو جاتا ہے۔ جب میں وہ وقت یاد کرتا ہوں میرا دل روتا ہے۔ ایک دفعہ ڈاکٹر خوشی محمد نے کہا کہ کرماں والا شریف چلیں۔ ہم لوگ بس پر سوار ہو کر چل پڑے بس راستہ میں بھائی پھیرو کے قریب خراب ہو گئی۔ پیچھے سے ایک بس آئی ہم لوگ اس بس میں سوار ہو گئے۔ پہلی بس میں جو رجسٹریاں ہمارے پاس تھیں وہ اسی خراب بس میں رہ گئیں۔ ہم جس بس میں سوار ہو کر آ رہے تھے وہ بھی چوکی جا کر خراب ہو گئی۔ ہم دوبارہ اسی بس میں سوار ہو گئے جس میں ہماری رجسٹریاں پڑی تھیں اور ساتھ بیگ بھی اسی طرح پڑا ہوا تھا۔ جب ہم لوگ حضرت صاحبؒ کے پاس پہنچے تو آپ فرمانے لگے بیلیو رجسٹریاں آپ کو مل گئی ہیں۔ ہم لوگ حیران ہوئے کہ بس کیسے خراب ہوئی؟ اور ہم کیسے یہاں پہنچے؟ کس طرح رجسٹریاں ملیں؟ یہ حضرت صاحبؒ کا خاص کرم تھا۔ ہم لوگوں نے حضرت صاحبؒ کی زیارت کی اور واپس آ گئے۔

ہمارے ایک بیلی حسن دین کے چچا کا بیٹا گھر سے بھاگ گیا۔ انھوں نے بہت تلاش کیا مگر وہ نہ ملا۔ ان کے چچا نے کہا حسن دین اپنے پیر صاحبؒ کے پاس جا کر دعا کروائیں۔ حسن دین آیا اور آپؒ سے کہا کہ میرے چچا کا بیٹا گم ہو گیا ہے۔ دعا فرمائیں وہ مل جائے۔ حضرت صاحبؒ نے فرمایا حسن دین باہر جا کر ہوٹل کے آگے اینٹیں لگا دو۔ حسن دین چلا گیا اور اینٹ وغیرہ لگاتا رہا۔ دوسرے دن حضرت صاحبؒ نے حسن دین کو بلایا اور کہا کہ جاؤ گھر والے تمہارا انتظار کر رہے ہیں۔ حسن دین بولا سرکار میرا بھائی آپؒ نے فرمایا جاؤ گھر والے تمہارا انتظار کر رہے ہیں۔ گھر آئے تو

دیکھا کہ چچا کا بیٹا گھر میں بیٹھا ہوا ہے۔ اسی وقت چچا کے بیٹے کو ساتھ لیا اور حضرت صاحب کے پاس چلے گئے۔ چچا کے بیٹے نے حضرت صاحبؒ کو دیکھا اور کہنے لگا یہی تو وہ بابا جی ہیں جنہوں نے مجھے گھر بھیجا ہے۔ مجھ جیسا نکما انسان حضرت صاحبؒ کی کرامات کا احاطہ کیسے کرسکتا ہے۔ آپ تو جس کی طرف بھی نظر اٹھاتے اس کی دنیا کو بدل کر رکھ دیتے تھے۔

شجرہ شریف نقشبندیہ (منظوم)

یا اللہ کرم کر اپنی عطا کے واسطے — رحم کر ہم پر محمد مصطفےٰ ﷺ کے واسطے
بخش دے ساری خطائیں اے مولا کریم — حضرت صدیق اکبر با وفا کے واسطے
دولت صبر و رضا دے خوگر تسلیم کر — حضرت سلمان فارسی بے ریا کے واسطے
کر عنایت مجھ کو سوز و مستی اے خدا — حضرت قاسم امام و مقتدا کے واسطے
میرا دل معمور کر صدق و یقیں کے نور سے — جعفر صادق امام اولیاء کے واسطے
فضل سے اپنے عطا کر دولت قرب و حضور — شیخ کامل بایزید باخدا کے واسطے
ابوالحسن خرقانی شیخ بوعلی صاحب کمال — خواجہ یوسف شہ جود و سخا کے واسطے
عبدالخالق غجدوانی عارف و محمود نیز — شیخ علی رامیتنی شاہ ہدیٰ کے واسطے
خواجہ بابا سماسی حضرت سید امیر — نقشبند ما بہاؤ الدین ضیاء کے واسطے
شیخ علاؤ الدین عطار حقیقت آشنا — حضرت یعقوب چرخی با صفا کے واسطے
خواجہ احرار دانائے رموز معرفت — اور محمد زاہد حضرت مولانا کے واسطے
شیخ درویش محمد خواجگی امکنگی نیز — باقی باللہ عارف راہ ہدیٰ کے واسطے
شیخ سرہندی مجدد الف ثانی خضر راہ — پیر کامل شیخ احمد پیشوا کے واسطے
حضرت قیوم ثانی خواجہ معصوم و سعید — حضرت خواجہ عظمٰی پارسا کے واسطے
بغض و کینہ سے پاک کر الٰہی سینہ میرا — شیخ محمد زکی با خدا کے واسطے
حضرت خواجہ محمد حاجی احمد شاہ حسین — اور امام باعلی مشکل کشا کے واسطے
حضرت صادق علی بابا امیرالدین ولی — ہادیان دیں پناہ حق آشنا کے واسطے
یا الٰہی معرفت اور سوز و مستی کر عطا — شیر حق شیر محمد باصفا کے واسطے
کر عطا سب کو الٰہی دو جہاں کی نعمتیں — شاہ کرمانوالہ شاہ اتقیاء کے واسطے
قطب عالم شیخ کامل چارہ بے چارگاں — حضرت اسمٰعیل شاہ غوث الوریٰ کے واسطے
مشکلیں آسان کر دے دین و دنیا کی تمام — مرشد کامل حقیقت آشنا کے واسطے
کر کرم کر دو کرم دونوں جہاں میں رکھ شرم — کر کرم اے کرمانوالے تو خدا کے واسطے

حضرت صاحب کرماں والے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

کا خطبہ جمعۃ المبارک

حضرت صاحب کرماں والے پیر سید محمد اسماعیل شاہ بخاریؒ جمعۃ المبارک کا خطبہ خود بیان فرماتے آپ کا بیان انتہائی سادہ مدلل اور پُر اثر ہوتا کم از کم ڈیڑھ گھنٹہ کے وعظ کے دوران بیش بہا علمی و روحانی نکات سامنے آتے، اکثر حاضرین کو وجد کی کیفیت طاری ہو جاتی اور اکثر لوگ اللہ اللہ کہتے بیہوش ہو جاتے، دوسرے نعرے لگانے سے آپ منع فرماتے، سامعین دوزانو بیٹھتے کوئی بھی اِدھر اُدھر حرکت یا گفتگو نہ کرتا، مسجد میں سناٹا چھا جاتا اور صرف آپ کی آواز گونجتی اور دور نزدیک یکساں سنائی دیتی آپ اپنے خطبے کا آغاز قرآن مجید کی سورت فرقان کی آیت مبارکہ وان تعدو نعمت اللہ لا تحصوھا سے کرتے اور پنجابی میں اس کا ترجمہ کرتے، اللہ کریم کے انعامات احسانات بے شمار ہیں انسان کے علم اور عقل سے باہر ہیں آپ اکثر جمعہ کے وعظ میں بیان فرماتے کہ اللہ کریم ہر مسلمان نیک و بد کے بال بال پر 360 مرتبہ نظر رحمت فرماتے ہیں اس طرح حضور نبی کریم رؤف رحیم ﷺ ہر مسلمان نیک و بد کے بال بال پر 360 مرتبہ نظر رحمت فرماتے ہیں اسی طرح حضور ﷺ کی امت کے اولیائے کرام ہر مسلمان کے بال بال پر 360 مرتبہ نظر رحمت فرماتے ہیں، اس میں کوئی شرک کی بات نہیں کیونکہ اللہ کریم نظر ربوبیت سے دیکھتے ہیں اور نبی کریم ﷺ نظر رسالت سے ملاحظہ فرماتے ہیں اور اولیائے کرام نظر ولایت سے ملاحظہ فرماتے ہیں

آپ اکثر یا ایھا الذین امنو کا ترجمہ اس طرح فرماتے کہ آمنو کا الف دلالت کرتا ہے اللہ تعالیٰ کی توحید کی طرف کیونکہ اللہ کریم واحد لاشریک ہے اور میم

اشارہ کرتا ہے جناب محمد رسول اللہ ﷺ کی رسالت کی طرف اور ن دلالت کرتا ہے تمام انبیاء کرام کی نبوت کی طرف اور و دلالت کرتی ہے، جملہ اولیاء کرام کی ولایت کی طرف۔ جس آدمی میں یہ چار چیزیں پائی جائیں تو وہ صحیح مومن ہو سکتا ہے جہاں امنوا کا لفظ آتا ہے وہاں و کے آگے الف آتا ہے جو لکھا جاتا ہے لیکن پڑھا نہیں جاتا وہ الف اس طرف اشارہ کرتا ہے کہ جس آدمی میں پہلے چار حروف کے معنی پائے جائیں تو اب آدمی کا ایمان مکمل ہوا اور اس نے صحیح رب کو مان اور پہچان لیا اور منزل پالی۔

اکثر آپ کے خطبہ شریف میں اولیاء کرام کا ذکر کیا جاتا آپ اولیاء کرام کی کرامات بیان فرماتے، حضور غوث پاکؒ کی کرامات کا ذکر انتہائی محبت سے فرماتے، آپ فرماتے کہ جب آدمی اولیاء کرام کے پاس جائے تو اپنے دل کو نگاہ میں رکھ کر جائے اور نگاہ کو برائی سے بچائے کیونکہ اولیاء کی نگاہ دل پر ہوتی ہے اور جب کہ ظاہری عالم کے پاس جائے تو اپنے ظاہر کو درست کر کے جائے کیونکہ اس کی توجہ ظاہر پر ہوتی ہے آپ اکثر فرماتے کہ " بھلیو میری باتیں سیدھی سادی سی ہوتی ہیں لیکن نجانے کوئی عارف بھی سمجھ سکے "

آپ اپنے پیرو مرشد حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے بارے میں وعظ میں ذکر کم فرماتے اور فرماتے کہ میرے دل میں میاں صاحبؒ کی محبت بے پناہ ہے لیکن میں اس لیے کم ذکر کرتا ہوں کہ کوئی تصنع نہ بن جائے آپ فرماتے کہ میں قیامت کا دعویٰ نہیں کرتا لیکن اللہ تعالیٰ نے مجھ سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں رکھی اور ہر چیز مجھ پر عیاں کر دی جب لوگ اپنے گھروں سے چل کر آتے ہیں تو اللہ تعالیٰ مجھے خبر فرما دیتے ہیں کہ فلاں آدمی فلاں جگہ سے فلاں کام سے آ رہا ہے اور اس کے دل میں جو باتیں ہوتی ہیں وہ اللہ تعالیٰ اپنی مہربانی سے مجھ پر عیاں فرما دیتا ہے۔ بموجب حدیث

پاک مومن کی فراست سے ڈرو کیونکہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے آپ فرماتے کہ جو آدمی اپنی تین چیزوں کی ضمانت دے میں اس کے جنتی ہونے کا ذمہ دار ہوں یعنی بول اپنے زبان سے جھوٹ وغیرہ نہ کرے اور بول سے مراد اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرے زنا کاری سے محفوظ رہے اور بیٹھنے سے مراد نیک جگہ بیٹھے نیک لوگوں میں بیٹھے باادب بیٹھے تو اس کی شفاعت آسان ہو جائے گی، آپ آدمی کو دوزانو بیٹھنے کا حکم دیتے اور فرماتے کہ آدمی جب دوزانو بیٹھتا ہے تو اللہ کی رحمت کا نزول ہوتا ہے ادھر ادھر دیکھتا ہے، یا ہلتا جلتا ہے تو اس کے ٹیڑھے ہونے کی وجہ سے خدا کی رحمت واپس چلی جاتی ہے۔

آپ منبر پر تشریف لاتے تو آپ کے ہاتھ میں عصا مبارک ہوتا اور آپ کا لباس سفید ہوتا آپ کا وعظ ڈیڑھ دو گھنٹے تک جاری رہتا، موجودہ بڑی مسجد میں لوگوں کی تعداد پوری نہ ہوتی بے شمار لوگ دور دور تک صفوں میں پھیلے ہوتے آپ کی یہ کرامت تھی کہ آواز دور دور تک پہنچ جاتی، ایک مرتبہ آپ نماز جمعہ ادا کرنے کے بعد بیٹھے تھے کہ آپ نے اچانک ایک آدمی سے پوچھا کہ آج میں نے خطبہ جمعہ کیسے دیا تو وہ کہنے لگا کہ حضور میں سُن نہیں تو آپ نے جلال میں آکر فرمایا کہ میں نے جس جس کو سنانا تھا انہیں ماؤں کے رحموں میں سنا دیا ہے۔

غرض یہ کہ آپ زبان مبارک سے نکلا ہوا ایک ایک لفظ بھرپور معارف و معانی اور پُر تاثیر ہوتا حضرت صاحبؒ کے جمعۃ المبارک کے خطبے کا اثر ہی تھا کہ آپ کے مریدین و وابستگان تادم آخر سنت رسول ﷺ کی پیروی کرتے ہیں اور آپ کے خطبے کی تاثیر تا حال باقی ہے۔

كنز العمال
في سنن الاقوال والافعال
مصنف
العلامة علاء الدين علي المتقي بن حسام الدين الهندي

مرشد اعظم کی باتیں

میری سرکار

مدینہ سا کوئی جہاں ہے

کرمانوالہ بک شاپ

042-7249515